احکام شرعی

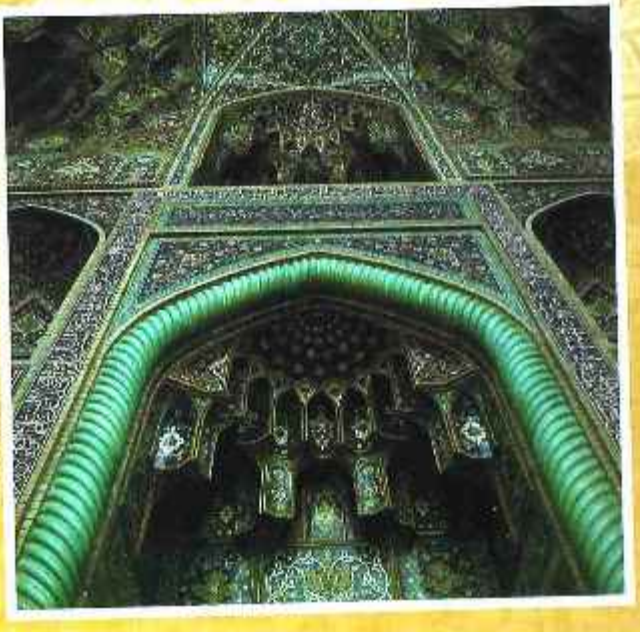

محمد هادی معرفت

تنظیم و تحریر
محققه فاضله طلعت سیده

105/-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خراسان بک سینٹر
۱۱ حنیفہ آرکیڈ، برمیٹر روڈ، کراچی ۷۴۸۰۰
فون نمبر: ۲۲۲۱۷۱۸

بسم الله الرحمن الرحیم

احکام شرعی

حضرت آیة الله العظمیٰ

استاد محمد هادی معرفت

((د ام ظله العالی))

تنظیم و تحریر

محقّقه فاضله

طلعت سیده

مؤسسہ فرہنگی تمہید:

قم، خیابان انقلاب، کوچہ ۱۸ پلاک ۴۹ ـ موبائل: ۰۹۱۲۱۵۳۱۹۵۵ ـ فاکس: ۷۷۱۹۳۳۵ـ۰۲۵۱ـ۰۰۹۸

احکام شرعی:

آیۃ اللہ العظمی استاد محمد ہادی معرفت مدظلہ العالی

تنظیم و تحریر:

محققہ فاضلہ طلعت سیدہ

چاپ اول: ۲۰۰۰ / ۱۳۸۳ھ.ش/۲۰۰۴ء/۱۴۲۵ھ.ق

قیمت: ۱۰۰۰ تومان

جملہ حقوق محفوظ ہیں

ملنے کا پتہ:

ایران، قم: مرکز انتشارات دفتر تبلیغات اسلامی: خیابان شہداء، تلفن: ۷۷۴۳۴۲۶

کتابفروشی سازمان تبلیغات: جنب مصلّی قدس، تلفن: ۷۷۴۲۰۳۹

پاکستان کراچی: خراسان بک سینٹر، ۱۲ ـ سعید آرکیڈ کراچی ـ ۷۴۸۰۰، پاکستان۔

جواز عمل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عمل بہ این رسالہ ونشر احکام واردہ در آن
بر عموم مؤمنین اہل اسلام جایز ومجزی است
وموجب نجات خواہد بود ان شاء اللہ تعالیٰ

قم - محمد ہادی مرسلہ

رحمٰن و رحیم اللہ کے نام نامی سے
اس رسالہ نیز اس میں درج احکام کا مسلمانوں و
مومنین تک پہنچانا ضروری ہے۔ اس پر عمل سے
مقلدین کرام کی شرعی ذمہ داری پوری ہو جائے
گی۔ اس رسالہ کی اشاعت اور اس پر عمل
روزِ آخرت نجات کا سبب ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

قم - محمد ہادی مرسلہ

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا اور محمد و آل محمد پر درود و سلام

''احکام شرعی'' حوزہ علمیہ قم کے ماہر استاد، مفسر اور فقیہ آیۃ اللہ العظمیٰ استاد شیخ محمد ہادی معرفت دام ظلہ العالی کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔

اسلام کے شرعی احکام کے مجموعے عام طور سے توضیح المسائل کے نام سے لکھے اور چھاپے جاتے ہیں۔ ان احکام کا یہ مجموعہ آپ کے سامنے ''احکامِ شرعی'' کے نام سے پیش کیا جا رہا ہے۔ فارسی زبان میں اسے آیۃ اللہ العظمیٰ مدظلہ نے خود تحریر فرمایا ہے۔

میں نے استاد معظم کے حکم کے مطابق، اس مجموعہ کو بڑی محنت، عرق ریزی اور ذمہ داری کے ساتھ تیار کیا ہے۔ اس کی تیاری میں فارسی متن کو بھی سامنے رکھا گیا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف ابواب فقہی میں استاد معظم کے مزید فتاویٰ کو جمع کر کے لکھا گیا ہے۔

''احکام شرعی'' کے نام سے اب جو کتاب آپ کے سامنے ہے، یہ اردو زبان میں شرعی احکام اور فقہی مسائل کی براہ راست تحریر و تدوین کی غالباً پہلی کاوش ہے۔ اس کتاب کے بعض اہم امتیازات یہ ہیں:

﴿۱﴾ زبان سلیس اور سادہ ہے۔

﴿۲﴾ پیچیدہ فقہی اصطلاحات کی جگہ متبادل عام فہم الفاظ استعمال کیے ہیں۔

﴿۳﴾ فقہی ابواب کے لیے نئی ترتیب معین کی ہے۔

﴿۴﴾ مسائل و احکام کو سادہ انداز میں بیان اور مرتب کیا گیا ہے۔

﴿۵﴾ اہم فقہی عناوین کی فنی اور فقہی تعریف بیان کی ہے۔

﴿۶﴾ "لغت" کے ذیل میں اہم الفاظ اور اصطلاحات کے معنی بھی لکھ دیئے گئے ہیں۔

اس کتاب کی تیاری میں مجھے حوزہ علمیہ قم کے مُسلّم الثبوت فقہاء:

☆استاد معظم مرجع عالی قدر حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد ہادی معرفت مدظلہ العالی اور

☆فقیہ بارع محقق عالی مرتبت استاد سید حسین مرتضیٰ دام ظلہ کے علاوہ حوزہ کے گراں قدر اساتید:

☆برادر ارجمند حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ ڈاکٹر شبیر حسن میثمی سلمہ نیز،

☆برادر ارجمند حجۃ الاسلام والمسلمین ڈاکٹر سید غلام عباس رضوی سلمہ

کی بھرپور راہنمائی اور مدد حاصل رہی ہے۔

فقیہ بارع استاد سید حسین مرتضیٰ دام ظلہ نے اس کی عبارت کو سلیس اور عام فہم بنانے نیز فقہی اصطلاحات کی تعریفوں کے بیان میں میری بہت سے مشکلوں کو حل کیا ہے۔

اگر یوں کہوں کہ یہ میری تنہا کاوش نہیں ہے بلکہ یہ ہم سب کی مجموعی محنتوں کا نتیجہ اور ایک گروہی کام کا ثمر ہے تو زیادہ مناسب اور صحیح ہوگا۔

میں یہ بات پوری ذمہ داری سے کہہ سکتی ہوں کہ اس میں موجود فقہی آراء اور فتاویٰ پر عمل، مقلدین کیلئے رضاءِ الٰہی کے حصول کا سبب ہوگا۔ انشاء اللہ۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ اس عبادت کو قبول فرمائے۔ ہماری نیتوں اور اعمال کو اپنے لیے خالص کرے۔ نیز ہمیں اپنے دین کی خدمت اور محمد و آل محمد ﷺ کی سیرت پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

طلعت سیدہ

آیۃ اللہ العظمیٰ اُستاد
محمد ہادی معرفت مدظلہ
کا تعارف

آیۃ اللہ العظمیٰ استاد محمد ہادی معرفت دام ظلہ العالی حوزہ علمیہ نجف اور حوزہ علمیہ قم کے چوٹی کے فقہاء اور اساتذہ اور محققین میں شمار ہوتے ہیں ۔ بین الاقوامی علمی حلقوں خصوصاً مصر، لبنان اور شام میں ان کو عزت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے ۔

ان کا تعلق جبل عامل لبنان کے ایک مشہور علمی گھرانے سے ہے ۔ ان کے آباؤ واجداد برسوں پہلے لبنان سے ہجرت کر کے اصفہان میں آباد ہوئے ۔

۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں آیۃ اللہ معرفت کے دادا آیۃ اللہ میرزا علی عبد العالی المیسی ، اپنے اہل و عیال کو لے کر اصفہان سے کربلا آگئے ۔ میرزا کے ہمراہ ان کے ۱۵ سالہ فرزند شیخ علی المیسی بھی تھے ۔

آیۃ اللہ میرزا علی میسی صاحب الرسالۃ المیسیہ ۱۳۱۲ھ / ۱۸۹۵ء کو اصفہان میں پیدا ہوئے ۔ کربلا میں تعلیم حاصل کی ۔ ان کا شمار حوزہ علمیہ کربلا کے اکابر علماء و فقہاء و خطباء میں ہوتا تھا ۔

انہوں نے کربلا ہی میں ، مشہور سید گھرانے کے ایک رشتی تاجر سید ہاشم رشتی کی نیک اور صالح بیٹی سیدہ زہراء سے شادی کی ۔ یہ عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں ۔

آیۃ اللہ العظمیٰ محمد ہادی معرفت مدظلہ العالی ۴ رشعبان المعظم ۱۳۴۹ھ / ۲۵ دسمبر ۱۹۳۰ء بروز جمعرات کربلاء معلّٰی میں آیۃ اللہ میرزا علی میسیؒ کے گھر میں پیدا ہوئے ۔

آیۃ اللہ معرفت مدظلہ نے ۵ سال کے سن میں اپنی تعلیم کا آغاز کیا ۔ کربلا کے مشہور اور مایہ ناز اساتید کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا ۔

انہوں نے جدید علوم کے ساتھ ساتھ عربی قواعد و ادبیات، منطق ، فلسفہ ، ریاضیات ، فلکیات ، حدیث و فقہ و قرآن کے علوم میں مہارت حاصل کی ۔

اس دوران آیۃ اللہ معرفت مدظلہ نے جن اساتید سے کسبِ فیض کیا ان میں کچھ یہ ہیں :

﴿۱﴾ آیۃ اللہ شیخ باقرؒ
﴿۲﴾ آیۃ اللہ شیخ علی اکبر نائینیؒ
﴿۳﴾ آیۃ اللہ شیخ علی میثیؒ (والد گرامی)
﴿۴﴾ آیۃ اللہ سید سعید تنکابنیؒ
﴿۵﴾ آیۃ اللہ سید محمد شیرازیؒ
﴿۶﴾ آیۃ اللہ شیخ محمد حسین مازندرانیؒ
﴿۷﴾ آیۃ اللہ سید مرتضیٰ قزوینیؒ
﴿۸﴾ آیۃ اللہ شیخ محمد کلباسیؒ
﴿۹﴾ آیۃ اللہ شیخ محمد خطیبؒ
﴿۱۰﴾ آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ محمد رضا جرقوی اصفہانیؒ
﴿۱۱﴾ آیۃ اللہ العظمیٰ سید حسن حاج آغا میر قزوینیؒ
﴿۱۲﴾ آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ یوسف بیارجندی خراسانیؒ

۱۳۷۵ھ ج / ۱۹۵۵ء میں پچیس برس کے سن میں استاد ہادی معرفت مدظلہ العالی حوزہ علمیہ کربلا میں فقہ و اصول و علوم قرآن و تفسیر میں اجتہاد کے بلند و برتر مرتبہ پر فائز ہوئے ۔ اس وقت ان کا شمار کربلا کے درجہ اول کے اساتذہ اور فقہاء میں کیا جاتا تھا ۔

دروس و مطالعات کے ساتھ ساتھ، استاد معظم پڑھانے اور تحقیق و تالیف نیز معاشرتی امور و معاملات میں بھی سرگرم عمل رہے۔

حوزہ کے رائج دروس کے علاوہ ہفتہ میں ایک مرتبہ کالج اور یونیورسٹی کے طلبہ کو ایک عمومی درس بھی دیتے تھے۔ جس میں استاد معرفت مدظلہ العالی انہیں معارف اسلام وقرآن سے روشناس کرواتے تھے۔

یوں انہوں نے بہت جلد حوزہ کے دوسرے اساتذہ کے مقابلہ میں زیادہ بہتر شاگرد تربیت کیے۔

اسی کے ساتھ انہوں نے اپنے دور کے مشہور اساتذہ اور محققین پر مشتمل ایک تحقیقی گروہ تشکیل دیا۔ یہ تحقیقی گروہ:

﴿۱﴾ آیۃ اللہ سید محمد شیرازیؒ

﴿۲﴾ آیۃ اللہ سید عبد الرضا شہرستانیؒ

﴿۳﴾ آیۃ اللہ سید محمد علی بحرانی اور

﴿۴﴾ آیۃ اللہ شیخ محمد باقر محمودی

جیسے اکابرین پر مشتمل تھا۔

اس گروہ کی نگرانی میں آیۃ اللہ معرفت مدظلہ العالی نے ''اجوبۃ المسائل الدینیۃ'' کے نام سے ایک ماہانہ مجلّہ کا آغاز کیا۔

یہ مجلّہ عراق و ایران کے علاوہ مصر، لبنان اور شام کے کالجوں، یونیورسٹیوں اور تحقیقی اداروں کے علاوہ علمی اور تحقیقی حلقوں میں بھی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

ان تمام مصروفیتوں کے ساتھ استاد معرفت مدظلہ نے اسی دوران تالیف و تحقیق

کے جو کام انجام دیئے، ان میں سے درج ذیل کام چھپ کر منظر عام پر آئے:

﴿۱﴾ حقوق المرأة فی الاسلام

﴿۲﴾ اسکوئی و کریمخانی، فرق الشیخیہ

﴿۳﴾ اهمیة الصلوٰة

﴿۴﴾ الضرورة و النقد التراجم القرآن

اسی دوران آیۃ اللہ معرفت مدظلہ نے ایک علمی گھرانے کی مقدس خاتون سے شادی کی۔

۱۳۸۰ھج / ۱۹۶۰ء میں آیۃ اللہ معرفت کے والد آیۃ اللہ میرزا علی المیسیؒ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ

اسی سال والد کی رحلت کے بعد آیۃ اللہ معرفت مدظلہ حوزہ علمیہ کربلا سے حوزہ علمیہ نجف کی سمت روانہ ہوئے۔

استاد معرفت مدظلہ العالی علمی کارناموں اور تحقیقی شہرت کے سبب حوزہ علمیہ نجف کے اکابر علماء محققین اور دانشمندوں نے ان کا شایانِ شان استقبال کیا۔ یوں وہ وہاں کے علماء و فضلاء و طلبہ کی توجہ کا مرکز بن گئے۔

حوزہ علمیہ نجف کے قیام کے دوران استاد معرفت مدظلہ نے اس وقت کے اکابر فقہاء و علماء:

﴿۱﴾ آیۃ اللہ العظمیٰ سید محسن الحکیم طباطبائیؒ

﴿۲﴾ آیۃ اللہ سید ابوالقاسم خوئیؒ

﴿۳﴾ آیۃ اللہ العظمیٰ میرزا باقر زنجانیؒ

﴿۴﴾ آیۃ اللہ العظمیٰ شیخ حسین حلیؒ

﴿۵﴾ آیۃ اللہ العظمیٰ سید علی علامہ فانی اصفہانیؒ نیز

﴿۶﴾ آیۃ اللہ العظمیٰ حضرت امام سید روح اللہ الموسوی الخمینیؒ

سے فیوض و برکات حاصل کیے ۔ وہ ان اساتذہ کے دروس میں شرکت کے ساتھ ان کے فقہی جلسوں اور ان کی مجلس فتاویٰ کے رکن کی حیثیت سے بھی اپنی علمی کاوشوں کو انجام دیتے رہے ۔ تحقیق و تدریس و تالیف میں بھی مشغول رہے ۔

آیۃ اللہ معرفت مدظلہ نے فقہ و اصول و حدیث کے ساتھ ساتھ علوم قرآنی اور تفسیر پر بھی تحقیقی کام کیا ۔ انہوں نے علوم قرآن اور تفسیر قرآن کو اپنی تحقیقی و تصنیفی زندگی کا محور و مرکز قرار دیا ۔

حوزہ علمیہ نجف و قم کے اساتذہ میں ان کا بنیادی امتیاز یہ ہے کہ وہ ہمیشہ فقہ و اصول کے شانہ بشانہ علوم و قرآن و تفسیر کی تدریس بھی کرتے رہے ۔

علوم قرآنی میں ان کے تحقیقی نتائج میں سے جواب تک شایع ہو چکے ہیں ، ان میں سے اہم یہ ہیں :

﴿۱﴾ التمہید فی علوم القرآن	۷ جلدیں	عربی
﴿۲﴾ خلاصۃ التمہید	۲ جلدیں	عربی
﴿۳﴾ التفسیر و المفسرون	۲ جلدیں	عربی
﴿۴﴾ صیانۃ القرآن من التحریف	۱ جلد	عربی
﴿۵﴾ تفسیر قرآن و مفسران	۱ جلد	فارسی
﴿۶﴾ تاریخ قرآن	۱ جلد	فارسی
﴿۷﴾ علوم قرآنی	۱ جلد	فارسی

﴿۸﴾ تحریف ناپذیری قرآن ۱ جلد فارسی

﴿۹﴾ احکام شرعی ۱ جلد فارسی

اس کے علاوہ بہت سے قرآنی موضوعات پر ان کے تحقیقی کام جاری ہیں ۔ ان کاموں میں سب سے اہم تفسیر قرآن سے متعلق شیعہ سنی روایات کی تحقیق ہے ۔

فقہ و اصول نیز معارف اسلامی میں استاد آیۃ اللہ معرفت مدظلہ کے تحقیقی کاموں میں سے چند یہ ہیں :

﴿۱﴾ تمہید القواعد عربی

﴿۲﴾ حدیث ''لاتعاد'' عربی

﴿۳﴾ ولایۃ الفقیہ ، ابعادھا و حدودھا عربی

﴿۴﴾ مالکیۃ الارض عربی

﴿۵﴾ بازگشت روح فارسی

﴿۶﴾ ولایت فقیہ فارسی

﴿۷﴾ ولایت تشریعی فارسی

﴿۸﴾ ولایت تکوینی اولیاء اللہ فارسی

﴿۹﴾ جامعہ مدنی فارسی

آج حوزہ علمیہ قم ، نجف ، شام اور لبنان میں آیۃ اللہ العظمی استاد ہادی معرفت مدظلہ العالی کا شمار صف اول کے فقہاء مفسرین ، محدثین اور علماء میں ہوتا ہے ۔

جمہوری اسلامی ایران کی تشکیل کے ساتھ '' دانشگاہ قضا'' کے نام سے جو یونیورسٹی ان فقہاء کے لیے تشکیل پائی تھی جن کو قضاوت (جج بننے) کی تربیت دی جاتی ہے ۔ آیۃ اللہ معرفت مدظلہ اس کے بانی اور سب سے پہلے وائس چانسلر ہیں ۔

آیۃ اللہ معرفت مدظلہ العالی حوزہ علمیہ قم میں فقہ و اصول وتفسیر کی تدریس کے ساتھ تہران یونیورسٹی نیز آستان قدس رضوی کی یونیورسٹی بنام ''دانشگاہ اسلامی رضوی'' میں بھی علوم فقہ و اصول و قرآن کی تدریس میں مشغول ہیں۔

تفسیر قرآن سے متعلق ان کے دروس ایران کے ریڈیو اور ٹی وی پر باقاعدگی سے نشر ہوتے ہیں۔

ان کے شاگرد علمی دنیا میں اجتہاد، تحقیق، قضاوت اور دوسرے علمی و عملی میدانوں میں اہم عہدوں پر فائز ہیں۔ ان کے شاگرد بھی علمی و تحقیقی دنیا میں عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔

آیۃ اللہ العظمیٰ معرفت مدظلہ نے فقہ و اصول میں بڑی محنت اور ریاضت کی ہے۔

انہوں نے گذشتہ صدی نیز اس صدی کے نصف اول کے تمام اکابر فقہاء، مجتہدین اور مراجع کے طرزِ اجتہاد، فتاویٰ نیز قرآن و حدیث و فقہ و اصول کے بارے میں ان کے نظریات اور طرز عمل کو بڑے نزدیک سے دیکھا اور سمجھا ہے۔

اسی طرح انہوں نے شیخ طوسیؒ سے اب تک کے فقہاء و مجتہدین و مراجع کے افکار و نظریات کو گہری نظر سے پرکھا ہے۔

اس کے بعد انہوں نے خود اصول فقہ اور اجتہاد کے اصول و ضوابط پر قرآن و حدیث کی روشنی میں عہد حاضر کی ضرورتوں کے مطابق مدون و مرتب کیا ہے۔

ان تمام مراحل سے گذرنے کے بعد آیۃ اللہ العظمیٰ معرفت مدظلہ العالی نے فقہ کے تمام ابواب میں اپنے مبتکرانہ اصول و ضوابط کے مطابق نئے سرے سے بڑی ذمہ داری اور غور و فکر کے ساتھ برسوں عرق ریزی اور محنت کی ہے۔ تاکہ احکام الٰہی کو عصر حاضر کی ضرورتوں کے مطابق اللہ تعالیٰ کی مرضی کے پیش نظر اس طرح بیان کریں

کہ اللہ تعالیٰ اور محمد و آل محمدؐ کی خوشنودی اور رضا بھی حاصل ہو۔ عالم انسانیت بھی احکام الٰہی کو سمجھ کر اس پر عمل کرنے میں سہولت محسوس کرے۔ نیز عالم اسلام اور مسلمانان عالم کی روزمرہ مشکلیں بھی آسان ہو جائیں۔

حضرت آیۃ اللہ العظمیٰ معرفت مدظلہ العالی نے برسہا برس جو فقہی عرق ریزی اور تحقیقات کی ہیں ''احکام شرعی'' اس مسلسل عرق ریزی، تحقیق اور اجتہاد کے نتیجہ کی صورت میں مرتب ہوئی ہے۔

مقدمه

رحمٰن و رحیم اللہ کے نامِ نامی سے ۔

حمد و ثناء فقط اللہ کیلئے ہے ۔

سلام رحمت ہو اللہ کے چُنے ہوئے بندوں

یعنی محمد و آل محمد ﷺ پر ۔

بہت سے دوستوں کا اصرار تھا

اللہ تعالیٰ نے توفیق بھی مرحمت فرما دی ۔

اب یہ مختصر کتابچہ حاضر خدمت ہے ۔

اس میں شریعت اسلامیہ کے بنیادی احکام بیان کئے گئے ہیں ۔

یہ فقہی اور اجتہادی کوششوں کا تازہ ترین نچوڑ اور نتیجہ ہیں۔

ان کی پیشکش کا مقصد :

* عظیم مسلمان فقہاء کی ہزار سالہ کوششوں کی قدردانی
* شریعت اسلامی کے خالص الٰہی احکام کا تعارف ۔

نیز

اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے ۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمالے ۔

محمد ھادی معرفت

☆ بلوغ

☆اجتهاد

☆احتیاط

☆ تقلید

ہر بالغ مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرے۔

بالغ مسلمان سے مراد :

﴿۱﴾ لڑکوں کا محتلم ہونا یا سولہویں سال میں داخل ہونا اور

﴿۲﴾ لڑکیوں کا حیض دیکھنا یا چودھویں سال میں داخل ہونا ہے۔

غیبتِ کبریٰ کے دور میں اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق زندگی بسر کرنے کے لیے سب سے بہتر اور پسندیدہ راستہ اجتہاد ہے۔

اجتہاد :

اجتہاد کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان قرآن و حدیث و ادبیاتِ عرب اور اس جیسے دوسرے ضروری دینی و دنیاوی علوم میں اس طرح مہارت حاصل کرے کہ مختلف مسائل کی نوعیت کو اچھی طرح سمجھنے کے بعد ان کے بارے میں شرعی دلیلوں کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا استنباط کر سکے۔

جو مسلمان اس سب سے بہتر طریقہ پر عمل نہ کر سکے، اس کو احتیاط پر عملی کوشش کرنا چاہیے۔

احتیاط :

احتیاط پر عمل کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اتنی علمی اور فقہی لیاقت رکھتا ہو کہ

فقہاء کے اختلاف کے موقعوں پر ایسے فتویٰ کی تشخیص دے سکے جو احتیاط کے شرعی ضابطوں کے مطابق ہے۔

جو مسلمان نہ اجتہاد کی قدرت رکھتا ہو نہ احتیاط پر عمل کی قدرت حاصل کر سکا ہو اس کا فریضہ ہے کہ وہ کسی مجتہد کی تقلید کرے۔

تقلید :

تقلید کا مطلب ہے'' احکام شرعی پر عمل کرنے کے لیے ان احکام کا کسی مجتہد سے معلوم کرنا''۔

مختلف اور بظاہر غیر مربوط مسائل میں مختلف فقہاء سے رجوع کرنا (عمل کیلئے پوچھنا) جائز ہے۔

بہت سے مجتہدوں کے ہم مرتبہ ہونے کی صورت میں (تبعیض یعنی) مختلف فقہاء کی تقلید جائز ہے۔

بعض اوقات چند مجتہد کچھ خاص مسائل میں دوسرے مجتہدوں پر برتری رکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہر مسئلہ میں اس خاص مجتہد کی تقلید واجب ہوگی جو اس مسئلہ میں قوی ہو۔ یعنی فتویٰ دینے میں دوسرے مجتہدوں پر برتری رکھتا ہو۔

مجتہد خواہ زندہ ہو یا مردہ ، جب کسی مسئلہ میں اس سے برتر مجتہد کا علم ہو جائے، تو اس کی تقلید بدلی جاسکتی ہے۔

مرجع تقلید کے سلسلہ میں :

☆ ایمان و

☆ فقاہت کے علاوہ

☆ تقویٰ و ورع

اور

☆ زُہد (دنیاوی معاملات سے لاتعلقی)

کا ہونا بھی شرط ہے۔

جن مسائل میں مسلمان کو معلوم ہو کہ فقہاء کے فتاویٰ مختلف ہیں، ان کے سلسلہ میں اگر زیادہ بہتر اور قابل یعنی اعلم کی تشخیص ممکن ہو تو اس کی تقلید واجب ہے۔

البتہ،

☆ اگر اختلاف کی طرف توجہ نہ ہو، یا

☆ اعلمیت کی پہچان مشکل ہو

تو اس مسئلہ میں کسی بھی مجتہد کی تقلید کی جا سکتی ہے۔ تحقیق و جستجو ضروری نہیں ہے۔

طہارت :

☆ پانی ☆ وضو

☆نجاسات ☆ غسل

☆مطہرات ☆میت کے احکام

☆ تیمم

پانی، پیدائشی طور پر
پاک ہے۔ پاک کرتا ہے۔
ارشاد رب العزت ہے:

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا [1]

"ہم نے آسمان سے پانی اُتارا جو پاک اور پاک کرنے والا ہے۔"

نیز ارشاد ہے:

وَ يُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لِيُطَهِّرَكُمْ [2]

"تمہارے لیے آسمان سے پانی اس لیے اُتارا جاتا ہے
کہ وہ تمہیں پاک کرے۔"

---

1. قرآن حکیم ۲۵ : ۴۸
2. قرآن حکیم ۸ : ۱۱

پانی اور دوسرے مائعات

عام طور سے فقہی کتابوں میں پانی کیلئے ''آبِ مُطلق'' ، اور دوسرے مائعات کیلئے '' آبِ مُضاف'' کی اصطلاح بروئے کار لائی جاتی ہے۔ ہم یہاں آسانی کیلئے ''پانی'' اور ''دوسرے مائعات'' کی اصطلاح استعمال کر رہے ہیں۔

پانی :

آبِ مُطلق یعنی پانی ۔ ایسا مائع جس کو پانی کہا جاتا ہو۔ وہ مائع جسے عام طور سے پانی ہی کہا جائے ۔ [1]

عرقِ گلاب ، اس سے مستثنیٰ ہے ۔ عرقِ گلاب عام طور سے پانی نہیں کہلاتا ۔ لیکن تقطیر کی وجہ سے دراصل خالص پانی ہی کے حکم میں ہے ۔

ہوتا یوں ہے کہ پانی میں گلاب کی پتیاں ڈال کر اسے جوش دیا جاتا ہے ۔ پھر اس سے نکلی ہوئی بھاپ یا بخارات کو دوبارہ ٹھنڈا کر کے پانی بنا لیا جاتا ہے ۔ اس طرح اس میں گلاب کی مہک (خوشبو) اور مزہ آجاتا ہے ۔

ہماری نظر میں وہ پانی ہی ہوتا ہے ۔

اس کے علاوہ :

☆ نہری پانی جو نہر کی مٹی یا ریت کے سبب گدلا ہو جاتا ہے ،

☆ چشمہ کا پانی ، جس میں پہاڑوں ، معدنیات یا کانوں میں گذرنے کے سبب ان معادن یا زمینوں ، کانوں یا پتھروں کی مہک یا مزہ یا تھوڑے بہت معدنیات قدرتی

---

[1] عام طور سے فقہی عبارتوں میں اسے مطلقاً یا علی الاطلاق کہا جاتا ہے ۔

طور پر مل جاتے ہیں۔

☆ سمندر کا پانی جس میں عام طور سے بے شمار نمکیات ملے ہوتے ہیں اور بہت کھارا ہوتا ہے۔

☆ کسی معدن یا کان کے قریب کھڑے رہنے یا گذرنے کے سبب جس پانی کا مزا یا بو بدل جاتا ہے۔

☆ ایسا ٹھہرا پانی جس کا مزا یا بو کسی چیز یا مُردار کے قریب پڑے رہنے کے سبب بدل جاتا ہے۔

یہ اور اس طرح کے تمام مائعات، پانی یا آبِ مُطلق ہی کہے جاتے ہیں۔ یہ سب ''پانی'' ہی کے حکم میں ہیں۔

دوسرے مائعات :

جس مائع کو عام طور سے یا بنیادی طور پر پانی نہ کہا جا سکے، جیسے ایسا رنگ ملا پانی جس میں رنگ کا غلبہ ہو یا ایسا خون ملا پانی جس میں اتنا خون ملا ہو کہ وہ خون اور پانی کا آمیزہ بن چکا ہو۔

یا ایسا مائع جسے سرے سے پانی ہی نہ کہا جائے، جیسے پھلوں کا رس، شربت، سرکہ، گھی، تیل وغیرہ۔

اسی طرح وہ مائعات جو قدرتی طور پر زمین یا سمندر سے نکلتے ہیں مگر پانی نہیں کہلاتے جیسے پیٹرول، مٹی کا تیل، ڈیزل، مائع گیس وغیرہ۔

پانی کا حکم :

پانی:

☆ پاک ہوتا ہے۔

☆ دوسروں کو بھی پاک کرتا ہے۔

☆ یہ نجاست اور حدث دونوں کو دور کرتا ہے۔

یعنی اس سے نجس چیزوں کو پاک بھی کیا جاسکتا ہے۔ نیز حدث سے بھی طہارت حاصل کی جاسکتی ہے۔ وضو اور غسل دونوں کے کام آتا ہے۔

دوسرے مائعات کا حکم :

پانی کے علاوہ تمام مائعات بنیادی طور پر پاک ہیں۔ دوسروں کو پاک نہیں کرسکتے۔ طہارت کے کام نہیں آتے۔ نہ نجس چیزوں کو پاک کرسکتے ہیں۔ نہ حدث کو دور کرسکتے ہیں۔

اگر ان میں کوئی نجس چیز مل جائے تو صرف اسی صورت میں پاک ہوسکتے ہیں جب ان کا استحالہ ہوجائے۔

پانی کی قسمیں :

مقدار اور منبع یا مصدر کے لحاظ سے پانی پانچ طرح کا ہوتا ہے :

﴿۱﴾ کُر

﴿۲﴾ تھوڑا یا آبِ قلیل

﴿۳﴾ رواں یا آبِ جاری

﴿۴﴾ بارش کا یا آبِ باران

﴿۵﴾ کنویں کا یا آبِ چاہ

﴿۱﴾ کُر :

﴿الف﴾ تعریف :

کُر ایک پیمانہ ہے جو پُرانے زمانے میں جَو، گندم یا مائعات کو ناپنے کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ فقہی اصطلاح میں آبِ کُر، اس پانی کو کہتے ہیں جس کی مقدار پیمانہ

کُر [1] کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔

ہماری تحقیق کے مطابق کُر کی مقدار ۱۹۶٫۵۶ لیٹر =۴۳٫۳۳۷ گیلن = ۳۴۵٫۸۹۶ پنٹ۔

﴿ب﴾ احکام:

☆ کُر پانی پاک ہے۔ نجس چیزوں کو بھی پاک کرتا ہے۔

☆ کُر پانی فقط عین نجاست یا نجس چیز کے گرنے یا مل جانے سے نجس نہیں ہوتا۔

☆ کُر پانی فقط اسی صورت میں نجس ہوتا ہے جب، اس نجاست یا نجس چیز کے گرنے یا ملنے کے سبب پانی کا مزا، بو یا رنگ بدل جائے۔

☆ اگر پانی کا رنگ، بو یا مزہ قریب پڑی ہوئی نجاست یا نجس چیز کی وجہ سے بدل جائے تب بھی وہ (کُر پانی) نجس نہیں ہوگا۔

☆ نل یا پانی کا برتن اگر کُر سے متصل ہو اور وہ مخزن، منبع یا ٹینک جس سے یہ پانی متصل ہے اس کے پانی کی مقدار کُر سے کم نہ ہوئی ہو تو اس نل یا برتن کا پانی کُر ہی شمار ہوگا۔ وہ خود بھی پاک ہوگا۔ پاک کر بھی سکے گا۔ فقط نجاست کے گرنے سے نجس نہیں ہوگا۔

☆ کُر پانی، اگر نجس ہو جائے تو جیسے ہی نجاست کے سبب آئی ہوئی تبدیلی یعنی رنگ، بو یا مزہ ختم ہو جائے، یہ (آبِ کُر) پاک ہو جاتا ہے۔

---

[1] کُر، اس پیمانہ کو کہتے ہیں جو سیلنڈر کی طرح ہو، اس کا قطر ۷۰ سینٹی میٹر اور گہرائی ۷۰ سینٹی میٹر ہو۔ اس طرح اس میں موجود پانی ۱۹۶٫۵۶ لیٹر کے برابر ہوگا۔

عام طور سے جو خیال کیا جاتا ہے کہ کُر مربع یا مستطیل شکل کا ہوتا تھا، ہماری تحقیق کے مطابق ایسا نہیں ہے۔ اسی لیے روایتوں میں بھی دو ابعاد کا ذکر ہے کیونکہ اگر ائمہؑ کی نظر میں مربع شکل ہوتی تو یقیناً تینوں ابعاد یعنی چوڑائی، لمبائی اور گہرائی کا ذکر فرماتے۔

☆نجس چیزوں کو پاک کرنے کیلئے گڑیا گر سے متصل پانی سے ایک مرتبہ دھونا کافی ہے۔

﴿۲﴾ جاری پانی :

﴿الف﴾ تعریف :

جاری پانی یا آبِ جاری وہ پانی ہے جو چشموں یا زمین سے اُبل کر نکلتا ہے اور پھر بہنے لگتا ہے۔

یہ پانی مقدار میں چاہے جتنا ہی کم کیوں نہ ہو، جاری ہی کہلاتا ہے۔ اگرچہ اس کی مقدار اتنی کم ہو کہ اس کو جمع کرنے کیلئے گڑھا کھودنا پڑے تاکہ وہ اس میں جمع ہوجائے۔

﴿ب﴾ احکام :

☆ جاری پانی پاک ہے۔ نجس چیزوں کو پاک بھی کرتا ہے۔

☆ اگر نجاست کے گرنے سے اس کی بو، رنگ یا مزہ بدل جائے تو نجس ہوجاتا ہے۔

☆ جیسے ہی کسی بھی سبب سے یہ تبدیلی ختم ہو جائے، یہ پاک ہوجاتا ہے۔

مثال کے طور پر: بہنے کے سبب یا پانی کی مقدار بڑھ جانے کے سبب، اگر نجاست سے پیدا ہونے والی بو، مزہ یا رنگ ختم ہو جائے، تو یہ پانی خود بخود پاک ہوجاتا ہے۔ کیونکہ یہ طبعی اور قدرتی خزانہ یا منبع سے وابستہ ہوتا ہے۔

☆نجس چیزوں کو پاک کرنے کے لیے جاری پانی سے ایک مرتبہ دھونا، یا اس میں ڈال کر بغیر نچوڑے نکال لینا کافی ہے۔ بشرطیکہ عین نجاست اس چیز میں چپکی یا لگی نہ رہ گئی ہو۔

﴿۳﴾ بارش کا پانی :

﴿الف﴾ تعریف :

قدرتی طور پر آسمان سے برسنے والا پانی ، بارش کا پانی کہلاتا ہے۔ بارش کا پانی یا آبِ باران اگر کہیں جمع ہوجائے تو یہ تین دن تک بارش کے پانی کے حکم میں ہے۔

﴿ب﴾ احکام :

☆ بارش کا پانی خود پاک ہے۔ نجس چیزوں کو پاک کرتا ہے۔

بارش کا پانی جہاں تک پہنچے خواہ زمین پر بہہ کر یا ہوا کے ذریعہ کمرہ یا چھت کے نیچے یا چھت وغیرہ کے ٹپکنے سے ، اگر نجس چیز پر گرے تو اسے پاک کر دیتا ہے۔

☆ بارش کا پانی اگر کسی نجس چیز پر پڑے تو اسے پاک کر دیتا ہے۔ خواہ براہ راست اس پر برسے ، یا پرنالہ سے گرے یا چھت سے ٹپک کر اس پر پڑے۔

اگر کوئی نجس بس یا سواری میں سفر کر رہا ہو۔ بارش سے بھیگ جائے تو سواری پاک ہوجائے گی۔ خود بھی پاک ہوجائے گا۔

☆ بارش کا جو پانی پرنالہ سے گر رہا ہو اگر اس میں عین نجس بھی شامل ہو تب بھی وہ پاک ہے۔ اسی لیے اگر وہ کپڑوں یا جسم پر پڑ جائے تو اس کے ساتھ نماز ہوسکتی ہے۔

☆ بارش کا جو پانی چھتوں ، میدانوں ، گلیوں اور سڑکوں پر جمع ہوجاتا ہے اس میں عین نجاست کے شامل ہونے کے باوجود وہ پاک ہوتا ہے۔

☆ بارش کا جمع شدہ پانی یا کیچڑ پاک ہوتی ہے۔ بارش رکنے کے بعد تین دن تک پاک رہتی ہے۔ بشرطیکہ بارش رکنے کے بعد اس میں کوئی نئی نجاست نہ ملے۔

﴿۴﴾ کنویں کا پانی :

﴿الف﴾ تعریف :

جو پانی زمین سے اُبلنے کی بجائے رِس کر نکلے اور گڑھے میں جمع ہو جائے وہ کنویں کا پانی یا آبِ چاہ کہلاتا ہے۔

خواہ یہ پانی زمین کی کھدائی کر کے زمین کی گہرائی سے نکلے اور گہرائی ہی میں کنویں میں جمع ہوجائے یا کسی مقام پر زمین سے رِس رِس کر جھیل کی صورت میں جمع ہو جائے۔

دونوں صورتوں میں کنویں کے پانی کے حکم میں ہوگا۔

یوں آبِ جاری اور آبِ چاہ کا فرق یہ ہے کہ:

☆ جاری پانی زمین سے اُچھل کر نکلنے والے پانی کو کہا جاتا ہے۔

☆ جبکہ کنویں کا پانی زمین سے رِس کر نکلنے والے پانی کو کہا جاتا ہے۔

﴿ب﴾ احکام :

☆ کنویں کا پانی خواہ کُر سے کمتر ہی کیوں نہ ہو پاک ہے۔ نجس اشیاء کو پاک کر دیتا ہے۔

کنویں کا پانی بھی صرف نجاست یا نجس چیز کے گرنے سے نجس نہیں ہوتا۔ یہ اسی وقت نجس ہوتا ہے جب نجاست یا نجس چیز کے سبب اس کا رنگ، بو یا مزہ بدل جائے۔

کنویں کا پانی اگر نجس ہو جائے تو جیسے ہی نجاست کے سبب اس میں آئی ہوئی تبدیلی یعنی رنگ، بو یا مزہ ختم ہوجائے، پاک ہوجاتا ہے۔ خواہ اس کا سبب پانی کا اضافہ یا وقت کا گذرنا ہو۔

کنویں کے پانی سے بھی نجس چیزوں کو پاک کرنے کے لیے انہیں پانی کے اندر

ایک دفعہ بھگو کر نکال لینے یا ایک مرتبہ دھونا کافی ہے بشرطیکہ عینِ نجاست لگی نہ رہے۔

﴿۵﴾ تھوڑا پانی :

﴿الف﴾ تعریف :

اگر پانی کسی طبیعی منبع یا کسی بڑے مخزن سے متصل نہ ہو اور اس کی مقدار کُر سے کم ہو،

جیسے لوٹے، بوتل یا گھڑے وغیرہ کا پانی تو فقہی اصطلاح میں اسے آبِ قلیل یعنی تھوڑا پانی کہا جاتا ہے۔

﴿ب﴾ احکام :

☆ تھوڑا پانی یا آبِ قلیل پاک ہوتا ہے۔ نجس چیزوں کو پاک کرتا ہے۔

☆ تھوڑا پانی، فقط نجاست یا عینِ نجاست کے گرنے یا ملنے سے نجس ہو جاتا ہے۔

☆ تھوڑا پانی یا آبِ قلیل، اگر نجس ہو جائے تو وہ اسی صورت میں پاک ہو سکتا ہے جب وہ آبِ جاری، آبِ باران، آبِ کُر یا آبِ چاہ سے متصل ہو جائے۔

نیز، اس میں نجاست کے سبب آئی ہوئی تبدیلی ختم ہو جائے۔

☆ نجس چیز کو آبِ قلیل سے پاک کرنے کیلئے ضروری ہے کہ عینِ نجاست دور کرنے کے بعد اس کو دو مرتبہ دھویا جائے۔

☆ کپڑے وغیرہ جیسی چیزیں جو پانی جذب کر لیتی ہیں، آبِ قلیل سے طہارت کے موقع پر ان کا نچوڑنا ضروری ہے۔

پیشاب اور پائخانہ کی طہارت

پانی کی پانچ قسموں سے عام نجس چیزوں کی طہارت کے احکام ان کے ذیل میں بیان کیے جا چکے ہیں۔

یہاں ہم رفعِ حاجت کے موقع پر طہارت کے احکام بیان کر رہے ہیں۔

پیشاب :

☆ پیشاب کے موقع پر مقامِ پیشاب کو کسی بھی قسم کے پانی سے دو مرتبہ دھونا ضروری ہے۔

☆ پانی نہ ہونے کی صورت میں مٹی یا ٹشو پیپر سے خشک کیا جاسکتا ہے۔ لیکن جب بھی پانی ملے پاک کرنا ضروری ہے۔

پائخانہ :

☆ پائخانہ کے موقع پر مقام کو کسی بھی قسم کے پانی سے فقط ایک دفعہ دھو لینے سے طہارت حاصل ہوجاتی ہے۔

☆ پانی نہ ہونے کی صورت میں، مٹی، کاغذ یا کپڑے وغیرہ سے عین نجاست جدا ہوتے ہی طہارت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد پانی کا استعمال ضروری نہیں ہوتا۔

دھوون یا غسالہ :

﴿الف﴾ تعریف :

غسالہ کو اُردو میں دُھوون کہتے ہیں۔ یہ اس پانی کو کہا جاتا ہے جو کسی چیز کو

دھونے کے بعد، دھلنے یا نچوڑنے کے سبب حاصل ہو۔

﴿ب﴾ احکام :

☆عام نجس چیزوں سے جو دھوون نکلتا ہے، اگر اس میں نجاست کے ذرات نہ ہوں تو پہلا دھوون بھی پاک ہوتا ہے۔

☆صرف پیشاب سے نجس ہونے والی چیزوں کا پہلا دھوون پاک نہیں ہوتا۔ خواہ اس میں عین نجاست کے ذرات موجود ہوں یا نہ ہوں۔

☆پیشاب سے نجس ہونے والی چیزوں کا دوسرا دھوون پاک ہوتا ہے۔

نجاسات

﴿الف﴾ تعریف :

﴿۱﴾ نجاست یا نجاسات :

فقہ اسلامی کی اصطلاح میں نجاست یا نجاسات اس چیز یا اُن چیزوں کو کہا جاتا ہے جو بذاتِ خود ناپاک قرار دی گئی ہیں۔ یہ چیزیں کسی دوسری چیز سے لگ جائیں تو اسے پاک کرنا ضروری ہوتا ہے۔

﴿۲﴾ مُتَنَجِّس :

متنجس اس چیز کو کہا جاتا ہے جو کسی نجاست کے لگنے سے ناپاک ہوگئی ہو۔

﴿ب﴾ نجاسات کی تعداد :

چھ چیزوں کو اسلام نے عینی یا ذاتی طور پر ناپاک قرار دیا ہے۔

﴿۱﴾ پیشاب :

☆انسان نیز زمین پر چلنے والے حرام گوشت چوپایوں کا پیشاب نجس ہے۔

☆ پرندوں، کیڑے مکوڑوں یعنی چھپکلی وغیرہ، خزندوں اور پانی کے جانوروں نیز زمین پر چلنے والے حلال گوشت چوپاؤں کا پیشاب پاک ہے۔

﴿۲﴾ پائخانہ :

☆ انسان نیز ہر اس حرام گوشت چوپائے کا پائخانہ (فضلہ) نجس ہے جس کا فضلہ انسان کے فضلہ جیسا ہو جیسے کتے یا بلی کا فضلہ۔

☆ چونکہ شریعت میں نجاست کے لیے عذرہ (گوبا پائخانہ) کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا اطلاق انسان کے یا اس کے جیسے فضلہ پر ہوتا ہے جیسے بلی یا کتے کا فضلہ۔

☆اس لحاظ سے پرندوں، پانی کے جانوروں اور خزندوں کا فضلہ جیسے چھپکلی یا چوہے کی مینگنی وغیرہ پاک ہے۔ ان پر عذرہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔

﴿۳﴾ منی :

☆انسانوں اور تمام نر چوپایوں کی منی نجس ہے خواہ وہ حرام گوشت ہوں یا حلال گوشت۔

☆خواتین بلکہ کسی بھی مادہ کی رطوبت منی کا حکم نہیں رکھتی۔

☆ انسان (مرد یا عورت) کے مقام پیشاب سے مختلف لیس دار مادے نکلتے ہیں۔ یہ منی سے ملتے جلتے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ منی نہیں ہوتے ہیں۔ پاک ہوتے ہیں۔ خواہ یہ مادے جنسی ہیجان کے موقع پر ہی کیوں نہ خارج ہوں۔ ان کے نکلنے سے وضو یا غسل باطل نہیں ہوتا ہے۔ نہ ہی طہارت ضروری ہوتی ہے۔

﴿۴﴾ خون :

☆انسان ، نیز ہر اس جانور کا خون نجس ہے جس کا خون گردن کاٹنے پر اُچھل کر نکلتا ہو۔[1] خواہ وہ جانور حرام گوشت ہو یا حلال گوشت ہو۔

☆اس لحاظ سے کیڑے مکوڑوں ، خزندوں ، آبی جانوروں اور ہاتھی کی طرح کے بعض دوسرے جانوروں کا خون پاک ہے جن کا خون اُچھل کر نہیں نکلتا۔

☆انڈے میں موجود خون نیز جانوروں کو دوہتے وقت دودھ کے ساتھ نکلنے والا خون نجس ہے۔

یہ خون ایک نازک جھلی کے اندر ہوتا ہے۔ اس لیے اگر وہ اسی جھلی کے ساتھ اس طرح نکال دیا جائے کہ جھلی نہ پھٹے اور خون انڈے یا دودھ میں ملنے نہ پائے تو دودھ یا انڈا پاک رہے گا۔

☆ مسوڑھوں سے نکلنے والا خون ، اگر لعابِ دہن سے ملنے کی وجہ سے خود بخود ختم ہوجائے تو پاک ہے۔ ایسے موقعہ پر لعابِ دہن نگلنے میں کوئی حرج نہیں۔

☆اُصولی بات یہ ہے کہ جسم کے اندر نجاسات (خون ، پیشاب یا فضلہ) سے ملنا کسی چیز کو نجس نہیں کرتا۔

☆چوٹ لگنے کے سبب پڑنے والا نیل ، ناخن اکھڑنے یا کھال چھل جانے یا زخم کے سبب جمنے والا کھرنڈ پاک ہوتا ہے۔ اس پر ایک لیس دار مادہ کی تہہ ہوتی ہے جو خون پر جم کر خشک ہوجاتی ہے۔

---

[1] فقہی اصطلاح میں اس خون کو "خونِ جہندہ" کہتے ہیں۔ جن جانوروں کا خون اچھل کر نکلتا ہے ، ان کو فقہی اصطلاح میں "ذی النفس السائلہ" کہا جاتا ہے۔

☆ پیپ پاک ہے۔

☆ ذبح کرنے اور ذبیحہ کی گردن دھونے کے بعد جو خون طبعی طور پر ہڈیوں یا گوشت میں باقی رہتا ہے؛ وہ پاک ہے۔ لیکن اگر معمول سے زیادہ خون باقی رہ جائے تو اس کا نکالنا اور گوشت کا پاک کرنا ضروری ہے۔

﴿ ۵ و ۶ ﴾ کتا اور سؤر :

☆ کتا اور سؤر، دونوں کا بدن، پسینہ، لعابِ دہن سب کچھ نجس ہے۔

مشہور نجاستیں

عام طور سے فقہاء کے درمیان تین (۳) اور چیزیں بھی نجس کہی جاتی ہیں۔ یہ تینوں نجس نہیں، پاک ہیں۔ ان کی تفصیل یہ ہے :

﴿ ۱ ﴾ مُردار :

عام طور سے کہا جاتا ہے کہ خون جہندہ رکھنے والے جانور اگر مُردار ہوں تو نجس ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ انسان کا جسم مرنے کے بعد اگر سرد ہوجائے تو نجس ہو جاتا ہے۔

منابع شرعی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مُردار کے ساتھ نماز صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح انسان کی میت اگر سرد ہوجانے کے بعد چھو لی جائے تو نماز کے لیے غسل مسِ میت ضروری ہے۔ لیکن یہ نجس نہیں ہے۔

بعض اکابر کا فتویٰ بھی یہی ہے۔

☆اس لیے چمڑے کے بنے ہوئے لباس، بٹوے وغیرہ جن کے متعلق قوی احتمال ہو کہ یہ مُردار یعنی

غیر ذبیحہ جانور کی کھال سے بنائے گئے ہیں، ان کو ساتھ رکھ کر یا پہن کر نماز صحیح نہیں ہوگی۔

لیکن گیلے ہاتھ، جسم یا کپڑے اس سے چھو جانے سے نجس نہیں ہوں گے۔

﴿۲﴾ کافر :

☆ کافر، خواہ کتابی ہو یا غیر کتابی یا مُشرک و مُلحد بھی نجس یا نجس العین نہیں ہے۔

☆ اگر اس کے جسم میں عین نجاست نہ لگی ہو یا اس کے ہاتھ اچھی طرح سے دُھلے ہوئے ہوں تو وہ پاک ہے۔ [1]

﴿۳﴾ خمر :

☆خمر کا پینا حرام ہے۔ نجس نہیں ہے۔

---

[1] شیخ الطائفہ، شیخ ابو جعفر طوسیؒ نے اپنی کتاب "النھایۃ" میں ص ۵۹ پر تحریر فرمایا ہے:

"اگر کافر ٹھیک سے اپنے ہاتھ دھولے تو اس کے ساتھ کھانا کھایا جا سکتا ہے۔"

محقق حلیؒ نے اپنی کتاب "معتبر" کی جلد اول کے ص ۹۶ پر لکھا ہے کہ: "شیخ مفید نے اپنے رسالہ "غریۃ" میں کفار کے ساتھ کھانے پینے اور رہنے سہنے کو مکروہ قرار دیا ہے"۔

علامہ محر عاملیؒ نے اپنی کتاب "مدارک الاحکام" ج ۳، ص ۲۹۵ پر تحریر فرمایا ہے کہ: "قدیم فقہاء میں سے دو بڑے فقیہ علامہ حمانیؒ اور علامہ اسکافیؒ کے نزدیک کافر کا جھوٹا پانی نجس نہیں ہے۔"

مزید یہ کہ کفار کی نجاست کے سلسلے میں دی جانے والی دلیلیں صحیح نہیں ہیں۔ ان سے صرف یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ نجاستوں سے پرہیز نہ کرنے والے کفار سے پرہیز کیا جانا چاہیے۔

☆ اگر جسم یا لباس پر شراب گر جائے تو نماز سے پہلے دھو لینا بہتر ہے۔
شیخ صدوقؒ نیز دوسرے کئی اکابر فقہاء کا فتویٰ بھی یہی ہے۔ [1]

☆ یہ جو کہا جاتا ہے کہ انگور یا منقہ جوش آنے پر نجس ہوجاتا ہے۔ صحیح نہیں ہے۔ اس کی کوئی سند نہیں ہے۔

☆ انگور یا منقہ کے جوش آنے پر اس وقت تک اس کا پینا حرام ہے جب تک وہ شیرہ نہ بن جائے۔ جب انگور یا منقہ کو جوش آتا ہے تو وہ شراب بن جاتا ہے۔ پھر جب اسے اتنا پکا لیا جاتا ہے کہ اس کا دو تہائی جل جائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے تو وہ شیرہ بن جاتا ہے جسے اصطلاح میں ''دِبس'' کہا جاتا ہے۔ یہ حلال ہے اس کا کھانا پینا جائز ہے۔

☆ ہر قسم کا الکحل پاک ہے۔ البتہ بعض قسم کے الکحل کا پینا حرام ہے۔

حلال جانور

﴿۱﴾ چرندوں اور چہار پایوں میں اونٹ، گائے، بکری، ہرن اور اس سے ملتے جلتے جانور خواہ اہلی ہوں یا وحشی، حلال ہیں۔

﴿۲﴾ پرندوں میں جو جانور اُڑتے وقت پَر ہلاتے ہیں، یا جن کے پنجے ناخن دار ہوں یا جن کے پوٹا ہو، وہ حلال ہیں۔

﴿۳﴾ پانی کے جانوروں میں فقط جن جانوروں کو مچھلی کہا جائے اور ان کے فلس ہوں، نیز جھینگا حلال ہے۔

---

[1] شیخ صدوقؒ : من لایحضرہ الفقیہ ج ۱، ص ۴۳ باب ۱۲ ح ۱۹
علامہ حلیؒ : مختلف الشیعہ فی احکام شریعۃ ج ۱، ص ۳۱۰

تزکیہ

﴿الف﴾ تعریف :

تزکیہ یا ذبح شرعی یا ذبیحہ فقہ اسلامی میں، حلال جانوروں کو شریعت کے معیّن کئے ہوئے طریقہ کے مطابق ذبح، نحر یا شکار کرنے کو کہا جاتا ہے۔

﴿ب﴾ احکام :

☆خونِ جہندہ رکھنے والے حلال گوشت حیوانات میں اونٹ کے علاوہ باقی حیوانات میں ضروری ہے کہ:

﴿۱﴾ دونوں شہ رگیں جو حلقوم کے دونوں طرف ہوتی ہیں اور ورید کہلاتی ہیں، کاٹی جائیں۔

﴿۲﴾ حلقوم یعنی سانس کی نالی یا نرخرہ کاٹا جائے۔

﴿۳﴾ ممکن صورت میں لوہے کے چھرے (آلہ) سے ذبح کیا جائے خواہ لوہا ملاوٹی ہی کیوں نہ ہو۔

لوہا نہ ملنے کی صورت میں کسی بھی چیز سے ذبح کیا جاسکتا ہے۔

﴿۴﴾ جانور کو روبقبلہ ذبح کیا جائے، یعنی اس کے ہاتھ پیر اور حلقوم قبلہ کی طرف ہوں۔

اضطراری حالت میں یہ حکم ساقط ہے۔

﴿۵﴾ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے۔

ذبح کرنے والا مسلمان ہونا چاہیے۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا نام لے یا اگر مسلمان نہ ہو تو یہ معلوم ہو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہے۔

☆ اونٹ کا تزکیہ نحر کرنا ہے۔ نحر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نیزہ یا چھرہ اس کے گلے کے گڑھے میں گھونپا جائے۔

☆ مچھلی کا تزکیہ یہ ہے کہ وہ پانی سے زندہ پکڑی جائے۔

☆ اس لیے اگر جال میں پھنسنے کے بعد جال نکالنے سے پہلے پانی ہی میں مرجائے، تب بھی حلال ہے۔

☆ مچھلی پکڑنے والے کا مسلمان ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔

☆ زندہ مچھلی کا کھانا بھی جائز ہے۔

جھینگے کا حکم مچھلی کا ہے۔

☆ شکار کی صورت میں تزکیہ یہ ہے کہ شکار تیر یا گولی کے لگنے سے مرے۔

☆ شکاری جانور مثلاً کتے یا باز وغیرہ سے شکار کی صورت میں تزکیہ یہ ہے کہ شکار، جانور شکاری کے کاٹنے سے مرے۔

☆ ٹڈی کا زندہ پکڑنا ضروری ہے۔ مری ہوئی ٹڈی کا پکڑ کر کھانا حرام ہے۔

☆ مادہ جانور کا بچہ اگر ذبح یا نحر کرتے وقت پیٹ میں زندہ ہو اور ذبح یا نحر کے بعد مرجائے تو اس کا گوشت حلال ہے۔

لیکن اگر ذبح یا نحر سے پہلے بچہ شکم مادر میں مر چکا ہو تو اس کا کھانا حرام ہے۔

مطہرات

﴿الف﴾ تعریف :

فقہی اصطلاح میں مطہرات (پاک کرنے والی) ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جو

نجس یا عین نجاست کو پاک کرنے کی قدرت رکھتی ہیں ۔

﴿ب﴾ تعداد :

نجس یا نجاست کو پاک کرنے والی چیزیں پانچ ہیں ۔

﴿۱﴾ پانی ﴿۴﴾ ازالۂ عین

﴿۲﴾ دھوپ ﴿۵﴾ استحالہ

﴿۳﴾ زمین

﴿ج﴾ احکام

﴿۱﴾ پانی :

☆پانی سے مُراد مطلق پانی یا آبِ مُطلق ہے ۔ مطلق پانی ہر نجس چیز کو پاک کر سکتا ہے ۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔

﴿الف﴾ آبِ کثیر :

☆اگر پانی کثیر یعنی کُر ، جاری ، بارش کا یا کنویں کا ہو ، تو نجس چیز ایک ہی دفعہ دھونے سے پاک ہوجاتی ہے ، بشرطیکہ دھونے کے دوران عین نجاست زائل ہو جائے ۔

﴿ب﴾ آبِ قلیل :

☆ قلیل یا تھوڑے پانی سے پاک کرنے کے لیے نجس چیز کو دو مرتبہ دھونا ضروری ہے ۔

☆اگر پہلی دفعہ دھونے سے ہی عین نجاست دور ہو جائے تو بھی دوسری دفعہ دھونے سے ہی پاک ہو گی ۔

☆اس میں پیشاب وغیرہ کا حکم ایک ہی ہے ۔

البتہ اگر پیشاب شیر خوار بچے کا ہو تو خواہ بچہ ہو یا بچی اس کے پیشاب سے نجس ہونے والی چیز ایک دفعہ قلیل پانی ڈالنے سے پاک ہو جائے گی۔

☆ کپڑے وغیرہ جیسی چیزیں جو پانی کو جذب کر لیتی ہیں، قلیل پانی سے پاک کرتے وقت دونوں مرتبہ ان کا نچوڑنا ضروری ہے۔

☆ لیکن جو چیزیں پانی جذب نہیں کرتی ہیں، ان پر سے فقط پانی کا گذر جانا کافی ہے۔

﴿۲﴾ دھوپ :

☆ غیر متحرک چیزیں یعنی زمین، دیوار، درخت، دروازے، کھڑکیاں وغیرہ اگر نجس ہو جائیں، تو عین نجاست کے زائل ہونے کے بعد، نجاست کے نتیجہ میں گیلی رہ گئی ہوں یا گیلی کردی جائیں اور دھوپ سے خشک کر لی جائیں تو پاک ہو جاتی ہیں۔ خواہ دھوپ کے ساتھ ہوا بھی خشک کرنے میں مددگار ہو۔

البتہ براہِ راست دھوپ کا پڑنا ضروری ہے۔ فقط دھوپ کی گرمی سے خشک ہونے سے پاک نہیں ہوسکتی ہیں۔

﴿۳﴾ زمین :

☆ پیر کے پنجے، جوتوں کے تلوے اور چھڑی وغیرہ نجس ہو جائیں تو زمین پر گھسنے یا چلنے سے اگر عین نجاست دور ہو جائے تو پاک ہو جاتے ہیں۔

☆ زمین کا قدرتی ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے گھر کے اینٹوں، سیمنٹ، ٹائلوں یا پتھروں سے بنے ہوئے فرش یا سڑکیں اور گلیاں بھی ان چیزوں کو پاک کردیتی ہیں۔

﴿۴﴾ ازالۂ عین :

☆ کسی بھی جانور کے جسم سے عین نجاست کا فقط جدا ہوجانا اس کی طہارت کے لیے کافی ہے۔

چنانچہ اگر پرندہ کی چونچ میں خون لگ جائے اور کسی بھی سبب صاف ہوجائے تو وہ پاک ہو جائے گی۔

﴿۵﴾ استحالہ :

☆استحالہ کا مطلب کسی چیز کی ماہیت کا بدل جانا ہے۔

☆یہ ایک ہی ایسا مطہر ہے جو عین نجاست کو بھی پاک کرسکتا ہے۔

☆اگر عین نجاست یا نجس چیز کی ماہیت بدل جائے تو وہ پاک ہوجاتی ہے۔

جیسے کتا جل کر راکھ یا نمک میں گر کر نمک کا بن جائے۔

☆لیکن اگر کسی چیز کی شکل تو بدلے مگر ماہیت نہ بدلے تو وہ پاک نہیں ہوتی۔

جیسے نجس دودھ ـــــ مکھن، دہی یا پنیر بن جائے۔

طہارتِ سہ گانہ

﴿الف﴾ تعریف :

طہارتِ سہ گانہ سے ہماری مراد :

﴿۱﴾ وضو

﴿۲﴾ غسل اور

﴿۳﴾ تیمم ـــــــ ہے۔

یہ واجب اور مستحب نمازوں ، حج وعمرہ کے طوافوں اور مسِ کتابتِ قرآن میں شرط ہے۔

لیکن تمام مستحب اعمال جیسے تلاوتِ قرآن ، علمی اور مذہبی محفلوں یا کلاس ، مسجد یا مقاماتِ مشرفہ میں حاضری وغیرہ کیلئے مستحب ہے۔

مستحب ہے کہ انسان ہر وقت ، ہر حال میں ہر جگہ یہاں تک کہ سوتے وقت بھی طہارت یعنی وضو، غسل یا تیمم کے ساتھ ہو۔

کیونکہ

* طہارت نفسانی اور اندرونی نورانیت کا سبب ہے
* طہارت کے ساتھ انسان کو اپنا باطن روشن نظر آتا ہے۔
* باطہارت انسان ہمیشہ الٰہی توجہات کا مرکز رہتا ہے۔

اس لیے وضو باطل ہوئے بغیر دوبارہ وضو کرنے (تجدید وضو) کی تاکید ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

﴿ الوضوء علی الوضوء نورٌ علیٰ نورٍ ﴾

''وضو پر وضو یا پے درپے وضو نورانیت میں اضافہ کا سبب ہے۔'' [1]

﴿۱﴾ وضو :

وضو کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنا:

---

[1] شیخ صدوقؒ : من لا یحضرہ الفقیہ ج ۱، ص ۲۶ ، ح ۸۲
حر عاملیؒ : وسائل الشیعہ ج ۱، ص ۳۷۷

☆پورا چہرہ ——— نیز

☆ کہنی تک دونوں ہاتھ دھوئے۔

☆سر ——— نیز

☆دونوں پیروں کے اوپر کے حصہ کا مسح کرے اور،

☆یہ سب امور قصد قُربت یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی انجام دہی کی نیت و ارادہ سے انجام دے۔

☆چہرے کی لمبائی میں پیشانی پر بال اگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی تک اور چوڑائی میں کانوں کے قریب تک کا دھونا ضروری ہے۔

☆ نیز ضروری ہے کہ اوپر سے نیچے کی طرف دھویا جائے۔

☆ہاتھوں کو کہنی سے انگلیوں کے سروں تک دھونا ضروری ہے۔

☆ ضروری ہے کہ پہلے دایاں پھر بایاں ہاتھ دھویا جائے۔

☆ سر کے مسح میں، سر کے سامنے کے حصے پر انگلی کے سروں سے انگلی کے ایک پور کے برابر حصہ کا مسح کرنا کافی ہے۔

☆پیر کے مسح میں ہتھیلی سے پیروں کے اوپر کے پورے حصے کا ایک ساتھ یا پہلے دائیں پھر بائیں پیر کا مسح کرنا چاہیے۔

☆سر اور پیروں کے مسح میں ضروری ہے کہ وہی رطوبت استعمال ہو جو چہرہ اور ہاتھ دھونے کے سبب پیدا ہوئی ہو۔

☆ مسح کے لیے الگ سے پانی کا استعمال درست نہیں ہے۔

☆چہرہ یا ہاتھوں پر کئی بار پانی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں۔
لیکن، پہلی دفعہ دھونا واجب ہے۔

دوسری دفع دھونا واجب کے مُکمِّل کی حیثیت سے مستحب ہے۔

تیسری دفعہ دھونا جائز نہیں ہے۔

☆وضو سے پہلے ہاتھوں کا دھونا مستحب ہے۔ مستحب ہے کہ وضو سے پہلے اعضاء وضو مکمل طور پر صاف ستھرے ہوں۔

☆وضو میں چہرہ کے بالوں کا فقط اوپر سے دھو لینا کافی ہے۔ ضروری نہیں کہ پانی۔ بالوں کے نیچے کی کھال تک پہنچے۔

☆اگر بال چھوٹے ہوں، تو بالوں کے اوپر سے مسح کرنا کافی ہے۔

☆اگر مسح سے پہلے ہاتھوں کی تری خشک ہوجائے تو چہرہ یا چہرہ کے ان بالوں کی تری سے جو ٹھوڑی سے نیچے نہ ہوں، استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

☆اعضائے وضو کے دھونے کے سلسلہ میں موالات، یعنی اس طرح پے در پے دھونا شرط ہے کہ پہلے عضو کے خشک ہونے سے پہلے، اس کے بعد والے عضو کو دھو لیا جائے۔

وضو کے پانی کی شرطیں :

وضو کا پانی :

﴿۱﴾ مطلق ہو،

﴿۲﴾ پاک ہو

﴿۳﴾ مباح ہو یعنی زبردستی کا چھینا ہوا، یا چوری کیا ہوا یا حرام مال سے خریدا ہوا نہ ہو۔

☆ کھیتوں یا باغوں وغیرہ میں پانی پہنچانے والے ندی، نالوں سے وضو کرنا

جائز ہے اور اس کے لیے مالک کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

جبیرہ :

اگر چہرہ یا ہاتھوں میں ایسا زخم ہو جس کے اردگرد کو دھویا جاسکے اور زخم پر کپڑا یا پٹی رکھ کر مسح کیا جاسکے تو ایسا ہی کرنا چاہیے۔ اس عمل کو فقہی اصطلاح میں جبیرہ کہتے ہیں۔

اس صورت میں وضو کافی ہے، تیمّم کی ضرورت نہیں ہے۔

لیکن اگر زخم اس طرح کا ہو کہ اردگرد کے حصے دھوئے نہ جاسکتے ہوں، یا پٹی معمول سے زیادہ حصہ پر بندھی ہو تو وضو جبیرہ یعنی دھونے کے قابل حصوں یا پٹی سے باہر حصوں کو دھونے کے بعد پٹی کے اوپر مسح کیا جائے۔ اس کے علاوہ تیمم بھی کیا جائے۔

زخم یا کٹنے کی صورت میں غسل کا حکم بھی یہی ہے۔

اگر وضو یا غسل میں پانی کے استعمال سے نقصان کا اندیشہ ہو تو وضو یا غسل ساقط ہو جائے گا۔ ایسی صورت میں فقط تیمم کافی ہوگا۔

سلسل البول کے مریض، جن کو مسلسل قطرہ قطرہ پیشاب آتا ہے اور نہیں رکتا، ان کے لیے ہر نماز کے لیے ایک وضو کافی ہے۔

نمازِ واجب کے لیے نماز کے وقت سے پہلے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ایسے موقعہ پر عام طور سے انسان کا ارادہ یہی ہوتا ہے کہ طہارت کے ساتھ رہے تاکہ نماز کا وقت آنے پر اول وقت نماز ادا کرسکے۔

بنیادی طور پر وضو میں استحباب یا وجوب کی نیت شرط نہیں ہے ۔ (فقط قربت کی نیت شرط ہے)

وضو ذاتی طور پر مستحب ہے ۔ اس لیے اگر استحباب کے بجائے وجوب یا وجوب کے بجائے استحباب کی نیت کرے تب بھی صحیح ہے ۔

مثال کے طور پر اگر نماز کے وقت آجانے کے بعد اس خیال سے کہ ابھی وقت نہیں آیا ہے ۔ استحباب کی نیت سے یا نماز کے وقت سے پہلے اس خیال سے کہ وقت ہو چکا ہے وجوب کی نیت سے وضو کرے تو کوئی حرج نہیں ۔ دونوں صورتوں میں وضو صحیح ہے ۔

وضو باطل کرنے والی چیزیں :

مبطلاتِ وضو یا وہ چیزیں جن کی وجہ سے وضو باطل ہو جاتا ہے، درج ذیل ہیں:

﴿۱﴾ پیشاب

﴿۲﴾ پائخانہ

﴿۳﴾ ریاح

﴿۴﴾ ایسی نیند جو کانوں اور آنکھوں پر غالب آجائے یعنی جس کے سبب نہ سن سکے نہ دیکھ سکے ۔

﴿۵﴾ بے ہوشی

﴿۶﴾ خون استحاضہ (جیسا کہ بعد میں تفصیل سے آئے گا)۔

﴿۷﴾ حدث اکبر _____ یعنی

﴿ا﴾ جنابت ﴿ج﴾ نفاس

﴿ب﴾ حیض

﴿۲﴾ غسل :

تعریف :

سر و گردن پھر بدن کو دھونا غسل کہلاتا ہے ۔ بہتر ہے کہ بدن کو دھوتے وقت سیدھی طرف سے شروع کیا جائے ۔ ضروری ہے کہ پانی سر و صورت و بدن کے تمام حصوں کی کھال تک پہنچے ۔

جہاں بال گھنے ہوں یعنی بہت زیادہ ہوں وہاں بھی بالوں کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔

غسل سے پہلے یا اس کے دوران ہر اس رکاوٹ کو جسم سے دور کرنا ضروری ہے جو پانی کو بدن یا کھال تک پہنچنے سے روکے ۔

غسل میں موالات ، یعنی جسم کا پے در پے دھونا شرط نہیں ہے ۔ اس لیے اگر غسل کے بعد معلوم ہو کہ بدن کے بعض یا کسی حصہ پر پانی نہیں پہنچا ہے تو اس پر موجود رکاوٹ کو دور کر کے فقط اس حصہ کو غسل کی نیت سے دھو لینا کافی ہے ۔ خواہ غسل کیے ہوئے دیر ہی کیوں نہ ہو چکی ہو ۔

اگر حدثِ اصغر صادر ہونے کے بعد معلوم ہو تب بھی فقط اس مقام کو غسل کی نیت سے دھو لینے سے غسل صحیح ہو جائے گا۔ لیکن دوبارہ غسل کر لینا بہتر ہے ۔

غسل کو ارتماسا یعنی ڈبکی لگا کر بھی انجام دیا جاسکتا ہے ۔ ایسی صورت میں ترتیب شرط نہیں ہے ۔

اسباب :

غسل ، حدث اکبر سے نکلنے کے لیے ہے ۔ حدث اکبر سے مراد :

﴿۱﴾ جنابت ﴿۴﴾ استحاضہ

﴿۲﴾ حیض ﴿۵﴾ مس میت

﴿۳﴾ نفاس اور ﴿۶﴾ موت ہے۔

﴿۱﴾ جنابت :

مرد کیلئے منی نکلنے اور مرد و عورت دونوں کے لیے ہمبستری کرنے کے بعد کی حالت، جنابت کہلاتی ہے۔ خواہ یہ ہمبستری شرعی جواز رکھتی ہو یا نہ رکھتی ہو۔

حدثِ جنابت سے طہارت کے لیے غسل ضروری ہے۔

﴿۲﴾ حیض :

خونِ حیض کے تمام ہونے یا منقطع ہونے کے بعد حدثِ حیض سے طہارت کے لیے غسل ضروری ہے۔

﴿۳﴾ نفاس :

بچہ کی ولادت کے بعد نکلنے والے خون یعنی خونِ نفاس کے منقطع ہونے پر حالتِ نفاس سے طہارت کے لیے غسل ضروری ہے۔

﴿۴﴾ استحاضہ :

استحاضۂ متوسطہ یا استحاضۂ کثیرہ کے حدث سے طہارت کیلئے غسل ضروری ہے۔

﴿۵﴾ مسِ میت :

انسان کے مردہ کو اس کے ٹھنڈا ہونے کے بعد اور غسل میت دیے جانے سے

پہلے چھونے سے حدثِ اکبر حاصل ہوتا ہے ۔ اس حدث سے طہارت کے لیے غسل ضروری ہے ۔

﴿ ۶ ﴾ موت :

انسان کے مرنے کے بعد اس کو غسل میت دینا واجب ہے۔

توضیح :

غسل حدث اکبر کے رفع کرنے یا حدث اکبر سے طہارت کے لیے ضروری ہے۔

غسل ، خاص موارد مثلاً جمعہ کے دن یا احرام باندھنے سے پہلے یا اس قسم کے دوسرے مواقع پر جن کا استحباب معتبر احادیث کے ذریعہ ہم تک پہنچا ہے ، استحبابِ ذاتی رکھتے ہیں ۔

جتنے بھی مشروع اور مستحب غسل ہیں وہ وضو کی جگہ بھی کافی ہیں ۔ یعنی ان کے بعد نماز کے لیے وضو کی ضرورت نہیں ہے ۔

غسل کے اسباب کے تعدد کی صورت میں سب اسباب کی نیتوں سے ایک ہی غسل انجام دینا کافی ہے ۔

غسل سے حاصل ہونے والی طہارت حدث اصغر سے زائل ہو جاتی ہے۔

غسل کے بغیر جُنب ، حائض ، نفساء ، نہ مسجد میں جاسکتے ہیں اور نہ ہی مسجد میں ٹھہر سکتے ہیں ۔

حیض

تعریف :

حیض وہ خون ہے جو خواتین سن بلوغ تک پہنچنے کے بعد عموماً چودہ برس کے سن میں ہر ماہ ۲۷ یا ۲۹ دن کے بعد دیکھتی ہیں ۔

اسے عادتِ ماہانہ ، پیریڈز یا قاعدگی وغیرہ کہتے ہیں ۔ اس حالت میں عورت حائض کہلاتی ہے ۔

احکام :

خون حیض ، کی شرعی مدت ، کم سے کم تین اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے ۔

یہ خون خواتین کے رحم سے نکلتا ہے ۔ اس کا رنگ سرخ یا سیاہی مائل سرخ ہوتا ہے ۔

اگر خون ، تین دن سے کم یا دس دن سے زیادہ ہو تو وہ شرعاً استحاضہ کے حکم میں ہوگا۔

اگر کسی خاتون کو اپنی عادت سے زیادہ دن، خون آئے تو وہ دس دن تک حیض کے احکام پر عمل کرے ۔

اب ، اگر خون دس دن سے زیادہ آئے تو اپنی عادت کے معینہ دن کے علاوہ جو نمازیں ترک کی ہوں ان کو ادا کرے ۔

خواتین کو جب تک خون آتا ہے وہ حیض ہوگا ۔ چاہے سن بڑھنے کے سبب اس کا رنگ کم ہو جائے یا عادت نامنظم ہو جائے ۔

خواتین اس وقت یائسہ کہلائیں گی جب انہیں خون آنا بند ہو جائے ۔ ممکن ہے ساٹھ (۶۰) سال تک خون آئے ۔ ساٹھ سال کی شرط قرشی (سیدہ) عورت کیلئے خاص نہیں ہے ۔

یہ مشہور بات بے بنیاد ہے کہ ''غیر سید عورت پچاس سال کے بعد حائض نہیں ہوتی ۔ اس عمر کے بعد وہ جو خون دیکھتی ہے وہ استحاضہ ہوتا ہے ۔'' صحیح روایات میں اس بات کی طرف کوئی اشارہ نہیں ملتا ۔

علامہ حلیؒ ، فاضل ہندیؒ اور طباطبائیؒ جیسے فقہاء کے نزدیک بھی :

''خون حیض کا تعلق انسانی فطرت اور طبعیت سے ہے ۔''

نیز نص قرآنی کے مطابق بھی بات یہی ہے ۔

* جب تک عورت مطلقاً خون دیکھے اور خود تشخیص دے کہ حیض ہے ، وہ حائض ہو گی ۔ اس کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ حائض کے احکام پر عمل کرے ۔

* نماز ، حائض پر سے ساقط ہے ۔

* اسی طرح حائض ، روزہ بھی نہیں رکھ سکتی البتہ جو روزے حیض کے دوران نہ رکھے ، اس پر ان کی قضا بجالانا واجب ہے ۔

* حائض نہ مسجد میں جاسکتی ہے ، نہ ہی مسجد میں ٹھہر سکتی ہے ۔

* حائض کیلئے کتابت قرآن کو مس کرنا جائز نہیں ہے ۔

نفاس

تعریف :

خونِ نفاس ، وہ خون ہے جو خواتین وضعِ حمل کے فوراً بعد دیکھتی ہیں ۔ اس حالت میں عورت کو نفساء کہتے ہیں ۔

احکام :

☆ خون کی مدت زیادہ سے زیادہ دس دن ہے ۔

☆اگر نفساء کو دس دن سے زیادہ خون آئے تو اس کی حیض کی عادت کے دنوں کے برابر دن نفاس، اس سے زائد دن استحاضہ ہوگا۔

☆اگر نفساء اپنی حیض کی عادت سے زیادہ خون دیکھے تو دس دن کو نفاس قرار دے۔

☆اگر خون دس دن سے زیادہ آئے تو حیض کی عادت کے دنوں کے برابر کو نفاس، باقی کو استحاضہ قرار دے۔ عادت کے دنوں کے بعد دس دن تک جو نمازیں ترک کی ہیں، ان کی قضا کرے۔

☆نفساء کے احکام وہی ہیں جو حائض کے ہیں۔

استحاضہ

تعریف:

استحاضہ وہ خون ہے جو خواتین ایامِ عادت سے زیادہ اور اپنی عادت کے خلاف دیکھتی ہیں۔ یہ عموماً خواتین کے اندرونی امراض کی نشانی ہوتا ہے۔ اس حالت میں عورت ''مستحاضہ'' کہلاتی ہے۔

احکام:

خون استحاضہ تین قسم کا ہوتا ہے:

﴿۱﴾ قلیلہ ﴿۲﴾ متوسطہ

اور ﴿۳﴾ کثیرہ

اس کی پہچان کا طریقہ یہ ہے کہ روئی رکھی جائے:

☆ اگر فقط روئی کے اوپری حصہ پر خون لگا ہو تو یہ قلیلہ ہے۔

☆ اگر خون روئی کے اندر نفوذ کر جائے لیکن پٹی یا پینٹی پر نہ پہنچے تو یہ متوسطہ ہے۔

☆ اگر خون روئی کے اندر نفوذ کر کے پینٹی یا پٹی پر پہنچ جائے تو یہ کثیرہ ہے۔

احکام :

﴿۱﴾ استحاضۂ قلیلہ میں ہر نماز کیلئے وضو ضروری ہے۔

﴿۲﴾ استحاضۂ متوسطہ میں ہر نماز کیلئے الگ الگ وضو کے علاوہ شبانہ روز (دن رات یا ۲۴ گھنٹہ) میں پہلی نماز کیلئے ایک غسل بھی ضروری ہے۔

﴿۳﴾ استحاضۂ کثیرہ میں صبح، ظہرین اور مغربین کیلئے تین غسل ضروری ہیں۔ یہ اس صورت میں ہے جب ظہر اور عصر نیز مغرب اور عشاء کی نماز ملا کر پڑھے۔ لیکن اگر پانچوں نمازیں الگ الگ پڑھے تو ہر نماز کیلئے الگ غسل کرنا ہوگا۔

مستحاضہ کو نماز پنجگانہ کے علاوہ ہر مستحب یا واجب نماز مثل نمازِ آیات، عیدین وغیرہ کے لیے بھی الگ الگ وضو کرنا ضروری ہے۔

مستحاضہ اگر وضو اور غسل صحیح طور پر انجام دے تو اس کی نماز، روزہ صحیح ہے۔ اسے اس حالت میں نماز، روزہ ترک نہیں کرنا چاہیے۔

مستحاضہ مسجد میں جاسکتی ہے۔

اپنی عبادتیں صحیح طور پر انجام دے سکتی ہے۔

شوہر کے ساتھ نزدیکی بھی کرسکتی ہے۔

میت کے احکام

مومن کو احتضار یعنی جان کنی کے وقت اس طرح لٹانا چاہیے کہ اس کے پیر قبلہ کی طرف ہوں۔

غسل

جان نکلنے اور بدن ٹھنڈا ہونے کے بعد مومن کو تین غسل دینا ضروری ہیں:

﴿۱﴾ پہلا غسل آبِ سدر یعنی ایسے پانی سے دیا جائے جس میں بیری کے پتے کچل کر ڈالے گئے ہوں۔

﴿۲﴾ دوسرا غسل آب کافور یعنی ایسے پانی سے جس میں کافور ملایا گیا ہو۔

﴿۳﴾ تیسرا غسل آبِ خالص یعنی صاف اور مطلق پانی سے دیا جائے۔

حنوط

غسل کے بعد اور کفن سے پہلے مومن کو حنوط کرنا بھی واجب ہے حنوط کا مطلب ہے:

میت کی پیشانی، ہتھیلیوں، پیروں نیز پیروں کی انگلیوں پر کافور لگایا جائے۔

جو شخص حالت احرام میں مر جائے، اس کو:

نہ غسل کے وقت کافور کے پانی سے غسل دیا جاسکتا ہے

نہ ہی حنوط کیا جاسکتا ہے۔

کفن

تعریف :

میت کو جو کپڑے پہنائے جاتے ہیں، اسے کفن کہا جاتا ہے۔

احکام :

حنوط کے بعد مومن کی میت کو کفن دینا بھی واجب ہے۔

کفن کے کپڑے کا تین ٹکڑوں پر مشتمل ہونا ضروری ہے:

﴿۱﴾ پہلا ٹکڑا، لنگ جو میت کے جسم کے نچلے حصہ کو ناف سے زانو تک چھپا دے۔

﴿۲﴾ دوسرا ٹکڑا، پیراہن جو میت کے شانوں سے زانو تک کے بدن کو چھپا دے۔

﴿۳﴾ تیسرا ٹکڑا، چادر جس میں میت کو سر سے پیر تک لپیٹ دیا جائے۔

☆ کفن اتنے نازک کپڑے کا نہیں ہونا چاہیے جس سے بدن چھلکے (نظر آئے)۔

☆ کفن ریشم کا نہیں ہونا چاہیے۔

☆ کفن کیلئے بہتر ہے کہ سوتی کپڑے کا ہو اور سفید ہو۔

نماز میت

غسل و حنوط و کفن کے بعد واجب ہے کہ میت پر نماز ادا کی جائے۔

یہاں اس نکتہ کی یاد دہانی ضروری ہے کہ:

میت کا غسل، حنوط، کفن، نماز اور دفن کی ذمہ داری میت کے ولی یعنی بڑے بیٹے یا اس کی عدم موجودگی میں اس شخص پر ہے جو ارث پانے میں میت کے سب سے

نزدیک ہو۔

ضروری ہے کہ یا تو یہ تمام کام وہ خود انجام دے یا اس کی اجازت سے انجام پائیں۔

نماز میت کی کیفیت :

نماز میت پانچ تکبیروں پر مشتمل ہے۔ پہلی تکبیر سے شروع ہو کر پانچویں تکبیر پر ختم ہو جاتی ہے۔

بہتر ہے کہ اس طرح پڑھی جائے کہ:

﴿۱﴾ پہلی تکبیر کے بعد کہا جائے:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ ، اِلٰهاً وَاحِداً صَمَداً فَرْداً حَيّاً قَيُّوْماً دَائِماً اَبَداً ، لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَ لَا وَلَداً . وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ اَرْسَلَهُ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهِ وَ لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ .

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی پرستش اور عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ یکتا ہے؛ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ وہ معبود یگانہ، بے نیاز، منفرد، زندہ، قائم، دائم اور ابدی ہے۔ اس نے کسی کو بیوی نہیں بنایا۔ نہ ہی کسی کو بیٹا بنایا ہے۔

نیز میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ نے انہیں ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ وہ اس دین حق کو تمام ادیان پر غلبہ عطا کر دیں۔ خواہ مشرکوں کو کتنا ہی برا

کیوں نہ لگے۔"

﴿۲﴾ پھر دوسری تکبیر کہی جائے اور اس کے بعد یہ پڑھا جائے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ کَافْضَلِ مَا صَلَّیْتَ وَ بَارَکْتَ وَ تَرَحَّمْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ آلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَجِیْدٌ . وَ صَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَ الشُّھَدَآءِ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَ جَمِیْعِ عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ .

"اے اللہ تو محمد و آل محمد ﷺ پر درود بھیج۔ ان پر برکتیں نازل فرما۔ ان کو اپنی رحمتوں سے سرفراز فرما۔ اس سے بھی افضل درود و برکات اور رحمتیں جو تو نے ابراہیم و آل ابراہیم پر نازل فرمائیں اور عطا کیں۔ تو تمام انبیاء، مرسلین، شہداء، صدیقین اور اپنے تمام نیک بندوں پر درود و سلام بھیج۔

﴿۳﴾ پھر تیسری تکبیر کہی جائے اور اس کے بعد یہ پڑھا جائے:

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ اَلْاَحْیَاءِ مِنْھُمْ وَالْاَمْوَاتِ اَللّٰھُمَّ تَابِعْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَھُمْ بِالْخَیْرَاتِ اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ .

"اے اللہ! تو سب مومنین، مومنات، مسلمین، مسلمات کو بخش دے خواہ وہ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں۔

اے اللہ! تو ہمارے اور ان کے درمیان نیکیوں کا سلسلہ برقرار رکھ۔

بے شک تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔"

﴿۴﴾ پھر چوتھی تکبیر کہی جائے۔ اس کے بعد اگر میت مرد ہو تو یہ پڑھا جائے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا الْمُسَجّٰی عَبْدُکَ وَابْنُ عَبْدِکَ وَابْنُ اَمَتِکَ نَزَلَ بِکَ وَ اَنْتَ خَیْرَ مَنْزُوْلٍ بِہٖ اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْہُ اِلَّا خَیْراً وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِہٖ مِنَّا. اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ مُحْسِناً فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِہٖ وَ اِنْ کَانَ مُسِیْئاً فَتَجَاوَزْ عَنْ سَیِّئَاتِہٖ وَاغْفِرْ لَنَاوَ لَہٗ. اَللّٰھُمَّ احْشُرْہُ مَعَ مَنْ یَتَوَلَّاہُ وَ اَلْحِقْہُ بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ وَ عَرِّفْ بَیْنَھُمَا. اَللّٰھُمَّ اکْتُبْہُ عِنْدَکَ فِیْ اَعْلَا عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاجْعَلْہُ مِنْ رُفَقَاءِ مُحَمَّدٍ وَ آلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَارْحَمْہُ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ عَفْوَکَ.

"پروردگار! ہمارے سامنے تیرا بندہ، تیرے بندے کا فرزند، تیری کنیز کا فرزند ہے۔ یہ تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہے۔ تیری بارگاہ اسکی حاضری کے لیے سب سے بہترین بارگاہ ہے۔

پروردگارا! ہم اس کے بارے میں بھلائی اور نیکی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے اور تو اس کے بارے میں ہم سے بہتر جانتا ہے۔

اے ہمارے اللہ! اگر یہ واقعی نیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما۔ اگر اس سے برائیاں سرزد ہوئی ہوں تو اس کی برائیوں سے درگذر فرما کر ہمیں اور اسے بخش دے۔

اے اللہ! اسے ان لوگوں کے ساتھ محشور فرما جس سے یہ محبت کرتا ہے۔ اسے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے ملا کر ان کا ایک دوسرے

سے تعارف کروا دے۔

اے اللہ! تو اس کا نام اپنے پاس اعلیٰ علیین میں لکھ دے۔ اسے محمد و آل محمد علیہم السلام جو پاک و پاکیزہ ہیں، کے دوستوں میں قرار دے۔ ہم پر اور، اس پر رحمتیں نازل فرما۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔

پروردگارا! ہم تیرے عفو، تیرے عفو، تیرے عفو کے طلبگار ہیں۔"

اگر میت عورت کی ہو تو چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھی جائے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذِہِ الْمُسجات اَمَتُکَ وَابْنَۃُ اَمَتِکَ نَزَلَتْ بِکَ وَ اَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٌ بِھَا. اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نَعْلَمُ مِنْھَا اِلَّا خَیْراً وَ اَنْتَ اَعْلَمُ بِھَا مِنَّا. اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَتْ مُحْسِنَۃً فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِھَا وَاِنْ کَانَتْ مُسِیْئَۃً فَتَجَاوَزْ عَنْ سَیِّئَاتِھَا وَاغْفِرْلَنَا وَ لَھَا. اَللّٰھُمَّ احْشُرْھَا مَعَ مَنْ تَتَوَلَّاہُ وَ اَلْحِقْھَا بِنَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ وَ عَرِّفْ بَیْنَھَا وَ بَیْنَہُ. اَللّٰھُمَّ اکْتُبْھَا عِنْدَکَ فِیْ اَعْلَا عِلِّیِّیْنَ وَاخْلُفْ عَلٰی عَقِبِھَا فِی الْغَابِرِیْنَ وَاجْعَلْھَا مِنْ رُفَقَاءِ مُحَمَّدٍ وَ آلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَارْحَمْھَا وَ اِیَّانَا بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ. اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ عَفْوَکَ.

پروردگار! ہمارے سامنے تیری کنیز، تیرے بندے کی بیٹی اور تیری کنیز کی بیٹی ہے۔ یہ تیری بارگاہ میں حاضر ہوئی ہے۔ تیری بارگاہ اس کی حاضری کیلئے سب سے بہترین بارگاہ ہے۔

پروردگار! ہم اس کے بارے میں بھلائی اور نیکی کے علاوہ کچھ نہیں جانتے۔

اے ہمارے اللہ ! اگر یہ واقعی نیک ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ فرما۔
اگر اس سے برائیاں سرزد ہوئی ہوں تو اس کی برائیوں سے درگذر فرما۔
ہمیں اور اسے بخش دے۔
اے اللہ ! اسے ان لوگوں کے ساتھ محشور فرما جس سے یہ محبت کرتی ہے۔ اسے اپنے نبی محمد مصطفیٰ ﷺ سے ملا۔ان دونوں کا ایک دوسرے سے تعارف کروا دے۔
اے اللہ ! تو اس کا نام اپنے پاس اعلیٰ علیین میں لکھ لے۔ اسے محمد و آلِ محمد ﷺ جو پاک و پاکیزہ ہیں، کے دوستوں میں قرار دے۔ ہم پر اور اس پر رحمتیں نازل فرما۔ اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔
پروردگارا ! ہم تیرے عفو، تیرے عفو، تیرے عفو کے طلبگار ہیں۔"

﴿۵﴾ اب پانچویں تکبیر کہہ کر نماز ختم کرے۔

بنیادی طور پر نماز میت پانچ تکبیروں ہی پر مشتمل ہے۔ تکبیروں کے درمیان پڑھے جانے والے اذکار اور دعائیں مستحب ہیں۔ یہ دعائیں مختلف ہیں۔ ہم نے ان میں سے ایک قسم نمونہ کے طور پر لکھ دی ہے۔

یہ اذکار اور دعائیں عربی کے علاوہ کسی بھی زبان میں یعنی اردو وغیرہ میں بھی پڑھی جاسکتی ہیں۔مثلاً مختصر طور پر نماز جنازہ یوں بھی پڑھی جاسکتی ہے:

﴿۱﴾ تکبیر ، اللہ اکبر :

پہلی تکبیر کے بعد:

اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَسُوْلُ اللهِ.

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے

اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔"

﴿۲﴾ تکبیر ، اللہ اکبر :

دوسری تکبیر کے بعد پڑھے :

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ آلِ مُحَمَّدٍ

اے اللہ ! محمد و آل محمد پر درود و سلام ارسال فرما۔

﴿۳﴾ تکبیر ، اللہ اکبر :

تیسری تکبیر کے بعد :

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ .

اے اللہ ! سب مومنین و مومنات کو بخش دے۔

﴿۴﴾ تکبیر ، اللہ اکبر :

چوتھی تکبیر کے بعد :

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِھٰذَا الْمَیِّتِ

اے اللہ ! اس مرحوم کو بخش دے۔

اور اگر میت عورت کی ہو تو :

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِھٰذِہِ الْمَیِّتِ

اے اللہ ! اس مرحومہ کو بخش دے۔

﴿۵﴾ تکبیر ، اللہ اکبر :

پانچویں تکبیر پر نماز ختم کرے۔

نماز میت کے ادا کرتے وقت ضروری ہے کہ :

* نماز پڑھنے والا روبقبلہ ہو

* اگر جنازہ مرد کا ہو تو

جنازہ کے وسط میں

اور

* اگر عورت کا ہو تو؛

جنازہ کے سینہ کے سامنے کھڑا ہو۔

* میت نماز پڑھنے والے یا والوں کے سامنے اس طرح رکھی جائے کہ:

* میت کا سر نماز گذار کے دائیں طرف اور پیر بائیں طرف ہو۔

* بہتر ہے کہ نماز میت باوضو اور پاکیزہ حالت میں طہارت کے ساتھ ادا کی جائے۔

* نماز میت باجماعت بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

* جماعت کی صورت میں پیشنماز جنازہ کے سامنے (میت مرد کی ہونے کی صورت میں درمیان میں، میت عورت کی ہونے کی صورت میں میت کے سینے کے سامنے) ہو۔

* مأموم، طولانی صفوں میں امام جماعت یا پیشنماز کے پیچھے کھڑے ہوں۔

* ضروری نہیں ہے کہ جماعت کی صورت میں تمام نمازی جنازے کے وسط یا اس کے سامنے ہوں۔

* جماعت کی صورت میں پیشنماز یا امام جماعت کیلئے ضروری ہے کہ وہ تکبیریں اور دعائیں با آواز بلند پڑھے اور مأموم اس کے ساتھ

آہستہ آہستہ پڑھیں۔

* کسی میت کی نماز کئی بار پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔ خاص طور سے اگر میت کسی عالم یا بافضیلت انسان کی ہو۔

د فن

☆میت کو اس طرح دفن کرنا ضروری ہے کہ وہ درندوں کی دستبرد سے محفوظ رہے اور اس کی بو باہر نہ آئے۔

☆میت کو قبر میں دائیں طرف اس طرح لٹانا چاہیے کہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف رہے۔

☆قبر پر اینٹیں وغیرہ چن کر اس پر مٹی ڈالدی جائے۔

☆ دفن کے لیے زمین میں گڑھا بنا کر براہ راست میت کو اس میں رکھا جا سکتا ہے۔ تابوت سمیت بھی دفن کیا جاسکتا ہے۔

☆بند تابوت میں رکھ کر دفن کرتے وقت خیال رکھنا ضروری ہے کہ میت کو تابوت میں اس طرح رکھا جائے کہ جب تابوت قبر میں رکھا جائے تو میت کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔

☆دفن سے پہلے میت کو قبر کے قریب تین دفعہ منزل دینا چاہیے۔ یعنی قبر کے قریب میت کو تین دفعہ اٹھا کر رکھا جائے۔

☆میت کی تدفین میں جلدی کرنا ضروری ہے۔

☆میت کو اسی شہر میں دفن کرنا چاہیے جہاں موت واقع ہو۔

☆ کسی شرعی سبب یا کسی انتہائی ضرورت کے بغیر میت کا کسی دوسرے شہر منتقل کرنا جائز نہیں ہے۔

تلقین

تعریف :

تلقین سے مراد ہے ''یاد دلانا''۔ فقہی اصطلاح میں ''تلقین میت'' مردے کو دفن سے پہلے اور دفن کے بعد اس کے عقائد کی یاد دہانی کرانے کو کہا جاتا ہے۔

قبر میں رکھنے کے بعد میت کے لیے تلقین پڑھنا ضروری ہے۔

لحد کو بند کرنے سے پہلے میت کو عقائد حقہ کی تلقین کی جائے۔ تلقین پڑھنے والے شخص کو چاہیے کہ دایاں ہاتھ میت کے دائیں کندھے پر اور بایاں ہاتھ بائیں کندھے پر مضبوطی سے رکھے۔ اپنے منہ کو میت کے کان کے قریب لے جا کر میت کے کندھوں کو زور سے ہلاتے ہوئے تین مرتبہ کہے:

مرد کی تلقین :

اگر میت مرد کی ہو تو تلقین یوں پڑھی جائے:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِسْمَعْ اِفْهَمْ یَا فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ

فلان بن فلان کی جگہ میت اور اس کے باپ کا نام لیں۔ مثلاً اگر میت کا نام سجاد اور اس کے باپ کا نام محمد ہو تو تین مرتبہ کہے:

اِسْمَعْ اِفْهَمْ یَا سَجَّادَ ابْنَ مُحَمَّدٍ

اس کے بعد کہیں:

هَلْ اَنْتَ عَلَى الْعَهْدِ الَّذِیْ فَارَقْتَنَا عَلَيْهِ مِنْ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ وَ سَلَّمَ عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ وَ سَيِّدُ النَّبِيِّيْنَ وَ خَاتَمُ الْمُرْسَلِيْنَ وَ اَنَّ عَلِيّاً اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ سَيِّدُ الْوَصِيِّيْنَ وَ اِمَامُ نِ افْتَرَضَ اللّٰهُ طَاعَتَهُ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ وَ اَنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَيْنَ وَ عَلِيَّ ابْنَ الْحُسَيْنِ وَ مُحَمَّدَ ابْنَ عَلِيٍّ وَ جَعْفَرَ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَ مُوْسَى ابْنَ جَعْفَرٍ وَ عَلِيَّ ابْنَ مُوْسٰى وَ مُحَمَّدَ ابْنَ عَلِيٍّ وَ عَلِيَّ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِيٍّ وَ الْقَآئِمَ الْحُجَّةَ الْمَهْدِیَّ صَلَوٰتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ اَئِمَّةُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ حُجَجُ اللّٰهِ عَلَى الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ وَ اَئِمَّتُكَ اَئِمَّةُ هُدًى بِكَ اَبْرَارٌ .

يَا فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ

فلان ابن فلان کی جگہ میت اور اس کے باپ کا نام لے ۔ پھر کہے :

اِذَا اَتَاكَ الْمَلَكَانِ الْمُقَرَّبَانِ رَسُوْلَيْنِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَ سَئَلَاكَ عَنْ رَبِّكَ وَ عَنْ رَسُوْلِكَ وَ عَنْ دِيْنِكَ وَ عَنْ كِتَابِكَ وَ عَنْ قِبْلَتِكَ وَ عَنْ اَئِمَّتِكَ ، فَلَا تَخَفْ وَ لَا تَحْزَنْ وَ قُلْ فِیْ جَوَابِهِمَا : اَللّٰهُ رَبِّیْ ، وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ نَبِيِّیْ وَ الْاِسْلَامُ دِيْنِیْ وَ الْقُرْآنُ كِتَابِیْ وَ الْكَعْبَةُ قِبْلَتِیْ وَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ اِمَامِیْ وَ الْحَسَنُ ابْنُ عَلِیِّ نِ الْمُجْتَبٰى اِمَامِیْ وَ الْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِیِّ الشَّهِيْدِ بِكَرْبَلَا اِمَامِیْ وَ عَلِیٌّ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ اِمَامِیْ وَ مُحَمَّدُ نِ الْبَاقِرُ اِمَامِیْ وَ جَعْفَرُ نِ الصَّادِقُ اِمَامِیْ وَ مُوْسَى الْكَاظِمُ اِمَامِیْ وَ عَلِیُّ نِ الرِّضَا اِمَامِیْ وَ مُحَمَّدُ نِ الْجَوَادُ

اِمَامِیْ وَ عَلِیُّ نِ الْهَادِیْ اِمَامِیْ وَالْحَسَنُ الْعَسْکَرِیُّ اِمَامِیْ وَالْحُجَّةُ الْمُنْتَظَرُ اِمَامِیْ هٰؤُلَاءِ صَلَوٰتُ اللهِ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ اَئِمَّتِیْ وَ سَادَتِیْ وَ قَادَتِیْ وَ شُفَعَائِیْ . بِهِمْ اَتَوَلّٰی وَ مِنْ اَعْدَائِهِمْ اَتَبَرَّءُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ .

ثُمَّ اعْلَمْ : یَا فُلَانَ ابْنَ فُلَانٍ

فلان ابن فلان کی جگہ میت اور اس کے باپ کا نام لے ۔ پھر کہے :

اِنَّ اللهَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی نِعْمَ الرَّبُّ وَ اَنَّ مُحَمَّداً صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ نِعْمَ الرَّسُوْلُ وَ اَنَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ وَاَوْلَادَهُ الْمَعْصُوْمِیْنَ الْاَئِمَّةَ الْاِثْنٰی عَشَرَ نِعْمَ الْاَئِمَّةُ وَاَنَّ مَا جَآءَ بِهٖ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَ اَنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ وَ سُؤَالَ مُنْکَرٍ وَّ نَکِیْرٍ فِی الْقَبْرِ حَقٌّ وَالْبَعْثَ حَقٌّ وَالنُّشُوْرَ حَقٌّ وَالصِّرَاطَ حَقٌّ وَالْمِیْزَانَ حَقٌّ وَ تَطَایُرَ الْکُتُبِ حَقٌّ وَ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ وَ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا . کَانَ اللهُ مُبْعِثُ مَنْ فِی الْقُبُوْرِ .

پھر کہے :

اَفَهِمْتَ یَا فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ

فلان ابن فلان کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لے ۔ پھر اس کے بعد کہے :

ثَبَّتَکَ اللهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ وَ هَدَاکَ اللهُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ .

عَرَّفَ اللهُ بَیْنَکَ وَ بَیْنَ اَوْلِیَائِکَ فِیْ مُسْتَقَرٍّ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ .

پھر کہے :

اَللّٰھُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَیْہِ وَاصْعَدْ بِرُوْحِہٖ اِلَیْکَ وَ لَقِّہٖ مِنْکَ بُرْھَاناً . اَللّٰھُمَّ عَفْوَکَ عَفْوَکَ .

خواتین کی تلقین :

اگر میت خاتون کی ہو تو تلقین یوں پڑھی جائے :

اِسْمَعِیْ اِفْھَمِیْ یَا فُلَانَۃَ بِنْتَ فُلَانٍ

فلانہ بنت فلان کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لیں۔ مثلاً اگر میت کا نام فاطمہ اور اس کے باپ کا نام محمد ہو تو تین مرتبہ کہے :

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِسْمَعِیْ اِفْھَمِیْ یَا فَاطِمَۃَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ

اس کے بعد کہیں :

ھَلْ اَنْتِ عَلَی الْعَھْدِ الَّذِیْ فَارَقْتِنَا عَلَیْہِ مِنْ شَھَادَۃِ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَنَّ مُحَمَّداً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ آلِہٖ وَ سَلَّمَ عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ وَ سَیِّدُ النَّبِیِّیْنَ وَ خَاتَمُ الْمُرْسَلِیْنَ وَ اَنَّ عَلِیّاً اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ سَیِّدُ الْوَصِیِّیْنَ وَ اِمَامُ مَنِ افْتَرَضَ اللّٰہُ طَاعَتَہٗ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ وَ اَنَّ الْحَسَنَ وَ الْحُسَیْنَ وَ عَلِیَّ ابْنَ الْحُسَیْنِ وَ مُحَمَّدَ ابْنَ عَلِیٍّ وَ جَعْفَرَ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَ مُوْسَی ابْنَ جَعْفَرٍ وَ عَلِیَّ ابْنَ مُوْسٰی وَ مُحَمَّدَ ابْنَ عَلِیٍّ وَ عَلِیَّ ابْنَ مُحَمَّدٍ وَ الْحَسَنَ ابْنَ عَلِیٍّ وَ الْقَآئِمَ الْحُجَّۃَ الْمَھْدِیَّ صَلَوٰتُ اللّٰہِ عَلَیْھِمْ اَئِمَّۃُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ حُجَجُ اللّٰہِ عَلَی الْخَلْقِ اَجْمَعِیْنَ وَ اَئِمَّتُکَ اَئِمَّۃُ ھُدًی بِکَ اَبْرَارٌ .

يَا فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَان

فلانہ بنت فلان کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لے۔ پھر کہے:

اِذَا اَتَاكِ الْمَلَكَانِ الْمُقَرَّبَانِ رَسُوْلَيْنِ مِنْ عِنْدِ اللهِ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَ سَئَلَاكِ عَنْ رَّبِّكِ وَ عَنْ رَسُوْلِكِ وَ عَنْ دِيْنِكِ وَ عَنْ كِتَابِكِ وَ عَنْ قِبْلَتِكِ وَ عَنْ اَئِمَّتِكِ ، فَلَا تَخَافِيْ وَ لَا تَحْزَنِيْ وَ قُوْلِيْ فِيْ جَوَابِهِمَا : اَللهُ رَبِّيْ ، وَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ نَبِيِّيْ وَالْاِسْلَامُ دِيْنِيْ وَالْقُرْآنُ كِتَابِيْ وَالْكَعْبَةُ قِبْلَتِيْ وَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلِيُّ ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ اِمَامِيْ وَالْحَسَنُ ابْنُ عَلِيِّ نِ الْمُجْتَبٰى اِمَامِيْ وَالْحُسَيْنُ ابْنُ عَلِيِّ الشَّهِيْدِ بِكَرْبَلَا اِمَامِيْ وَعَلِيٌّ زَيْنُ الْعَابِدِيْنَ اِمَامِيْ وَ مُحَمَّدُ نِ الْبَاقِرُ اِمَامِيْ وَجَعْفَرُ نِ الصَّادِقُ اِمَامِيْ وَ مُوْسَى الْكَاظِمُ اِمَامِيْ وَ عَلِيُّ نِ الرِّضَا اِمَامِيْ وَ مُحَمَّدُ نِ الْجَوَادُ اِمَامِيْ وَ عَلِيُّ نِ الْهَادِيْ اِمَامِيْ وَالْحَسَنُ الْعَسْكَرِيُّ اِمَامِيْ وَالْحُجَّةُ الْمُنْتَظَرُ اِمَامِيْ هٰؤُلَاءِ صَلَوٰتُ اللهِ عَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ اَئِمَّتِيْ وَ سَادَتِيْ وَ قَادَتِيْ وَ شُفَعَائِيْ . بِهِمْ اَتَوَلّٰى وَ مِنْ اَعْدَآئِهِمْ اَتَبَرَّءُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ .

ثُمَّ اعْلَمِيْ : يَا فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانٍ

فلانہ بنت فلان کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لے۔ پھر کہے :

اِنَّ اللهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى نِعْمَ الرَّبُّ وَ اَنَّ مُحَمَّداً صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ آلِهٖ نِعْمَ الرَّسُوْلُ وَ اَنَّ عَلِيَّ ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ وَاَوْلَادَهُ الْمَعْصُوْمِيْنَ الْاَئِمَّةَ الْاِثْنٰى عَشَرَ نِعْمَ الْاَئِمَّةُ وَاَنَّ مَا جَآءَ بِهٖ مُحَمَّدٌ حَقٌّ وَ اَنَّ

اَلْمَوْتَ حَقٌّ وَ سُؤَالَ مُنْكَرٍ وَّ نَكِيْرٍ فِيْ الْقَبْرِ حَقٌّ وَالْبَعْثَ حَقٌّ وَالنُّشُوْرَ حَقٌّ وَالصِّرَاطَ حَقٌّ وَالْمِيْزَانَ حَقٌّ وَ تَطَايُرَ الْكُتُبِ حَقٌّ وَ اَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَالنَّارَ حَقٌّ وَ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا . كَانَ اللّٰهُ مُبْعِثُ مَنْ فِيْ الْقُبُوْرِ .

پھر کہے :

اَفَهِمْتِ يَا فُلَانَةَ بِنْتَ فُلَانٍ

فلانہ بنت فلان کی جگہ میت اور اس کے والد کا نام لے ۔ پھر اس کے بعد کہے :

ثَبَّتَكِ اللّٰهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ وَ هَدَاكِ اللّٰهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ .

عَرَّفَ اللّٰهُ بَيْنَكِ وَ بَيْنَ اَوْلِيَائِكِ فِيْ مُسْتَقَرٍّ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ .

پھر کہے :

اَللّٰهُمَّ جَافِ الْاَرْضَ عَنْ جَنْبَيْهَا وَاصْعَدْ بِرُوْحِهَا اِلَيْكَ وَ لَقِّهَا مِنْكَ بُرْهَاناً . اَللّٰهُمَّ عَفْوَكَ عَفْوَكَ .

تلقین کا ترجمہ :

رحمٰن و رحیم اللہ کے نام سے ؛

اے فلان ابن فلان / فلانہ بنت فلان ۔ میری بات کو سنو ۔ اچھی طرح سمجھو۔

کیا تم اس عہد اور ایمان پر باقی ہو جس پر تم ہم سے جدا ہوئے / ہوئیں۔

ہمارا وہ عہد یہ تھا :

اس بات کی گواہی کہ:

☆اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ یکتا و یگانہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

☆محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ وہ تمام انبیاء کے سردار ہیں۔ سلسلۂ انبیاء کی آخری فرد ہیں۔

☆حضرت علی علیہ السلام مومنوں کے امیر، اوصیاء الٰہی کے سید و سردار اور ایسے امام ہیں جن کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے دونوں جہانوں میں واجب قرار دی ہے۔

☆اسی طرح امام حسن علیہ السلام، امام حسین علیہ السلام، امام علی بن حسین علیہ السلام (زین العابدین)، امام محمد بن علی علیہ السلام (باقر)، امام جعفر بن محمد علیہ السلام (صادق)، امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام (کاظم)، امام علی بن موسیٰ علیہ السلام (رضا)، امام محمد بن علی علیہ السلام (تقی، جواد)، امام علی بن محمد علیہ السلام (نقی، ہادی)، امام حسن بن علی علیہ السلام (عسکری)، امام مہدی علیہ السلام جو حجۃ و قائم ہیں۔ ان سب پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے درود و سلام ہوتا رہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام مخلوقات پر اللہ تعالیٰ کی حجتیں ہیں۔ یہ سب تمہارے ایسے امام ہیں جن کے ذریعہ تمہیں نیکی کے ساتھ ہدایت ملی۔

اے فلان بن فلان / فلانہ بنت فلان

جب تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کے مقرب فرشتے اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہارے لیے پیغام لے کر آئیں۔ تم سے تمہارے رب، تمہارے رسول ﷺ، تمہارے دین، تمہاری کتاب، تمہارے قبلہ اور تمہارے ائمہ علیہم السلام کے بارے میں پوچھیں۔ تو ڈرنا نہیں،

غمگین نہ ہونا۔ ان کے جواب میں کہنا:

☆ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے۔

☆ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ میرے نبی ہیں۔

☆ اسلام میرا دین ہے۔

☆ قرآن میری کتاب ہے۔

☆ کعبہ میرا قبلہ ہے۔

☆ امیر المومنین حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام میرے امام ہیں۔

☆ حسن مجتبیٰ بن علی علیہ السلام میرے امام ہیں۔

☆ کربلا میں شہید ہونے والے حضرت حسین بن علی میرے امام ہیں۔

☆ حضرت زین العابدین علی بن حسین علیہ السلام میرے امام ہیں۔

☆ حضرت محمد باقر علیہ السلام میرے امام ہیں۔

☆ حضرت جعفر صادق علیہ السلام میرے امام ہیں۔

☆ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام میرے امام ہیں۔

☆ حضرت علی رضا علیہ السلام میرے امام ہیں۔

☆ حضرت محمد تقی جواد علیہ السلام میرے امام ہیں۔

☆ حضرت علی نقی ہادی علیہ السلام میرے امام ہیں۔

☆ حضرت حسن عسکری علیہ السلام میرے امام ہیں۔

☆ حضرت حجۃ منتظر علیہ السلام میرے امام ہیں۔

یہ سب کے سب کہ ان سب پر اللہ تعالیٰ کا درود و سلام ہو میرے امام، میرے

سردار، میرے رہبر و رہنما اور میرے شفیع ہیں۔

دنیا و آخرت میں، مَیں ان ہی سے محبت کرتا / کرتی ہوں اور ان کے دشمنوں سے ہر حال میں دور رہتا / رہتی ہوں۔

پھر جان لو! اے فلان بن فلان / فلانہ بنت فلان

☆ اللہ تعالیٰ سب سے بہتر پالنے والا ہے۔

☆ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بہترین رسول ہیں۔

☆ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام اور ان کی معصوم اولاد علیہم السلام بارہ کے بارہ امام، بہترین امام ہیں۔

☆ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ جو دین لے کر آئے، وہ حق ہے۔

☆ موت حق ہے۔

☆ قبر میں منکر و نکیر کا سوال حق ہے۔

☆ قبر سے نکالا جانا حق ہے۔

☆ پل صراط حق ہے۔

☆ میزان حق ہے۔

☆ نامۂ اعمال کا روزِ حشر ہاتھوں میں دیا جانا حق ہے۔

☆ جنت حق ہے۔

☆ جہنم حق ہے۔

☆ آنے والی گھڑی (قیامت) میں کوئی شک نہیں ہے۔

☆ جو لوگ قبر میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو ضرور اٹھائے گا۔

اے فلان بن فلان / فلانہ بنت فلان

تم نے اچھی طرح سمجھ لیا۔

اللہ تعالیٰ تمہیں اس مستند اور سچے قول پر ثابت قدم رکھے۔ صراطِ مستقیم کی جانب تمہاری ہدایت فرماتا رہے۔ اپنی رحمت کے سایہ میں تمہارے اولیاء سے تمہارا بہترین تعارف کروائے۔

اے اللہ!

زمین کو اس کے دونوں پہلوؤں سے کشادہ فرما دے۔ اس کی روح کو اپنی جانب بلند فرمالے۔ اپنی جانب سے اسے دلیل و برہان عطا فرما دے۔

اے اللہ!

ہم سب تیری عفو و مغفرت کے بھکاری ہیں۔ ہم سب تیری عفو و مغفرت کے بھکاری ہیں.....

نماز وحشت یا ھدیۂ میت

مستحب ہے کہ میت کو دفن کرنے کے بعد پہلی رات دو رکعت نماز پڑھ کر اس کا ثواب، میت کو ہدیہ کیا جائے۔ اس نماز کا طریقہ یہ ہے کہ:

☆ پہلی رکعت میں حمد کے بعد ایک مرتبہ آیت الکرسی۔

☆ دوسری رکعت میں حمد کے بعد ۱۰ مرتبہ سورۂ قدر۔

قنوت، تشہد اور سلام کے بعد یہ دعا پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَابْعَثْ ثَوَابَھَا اِلٰی قَبْرِ فُلَانٍ

"پروردگار! تو محمد و آل محمد پر درود بھیج اور اس نماز کا ثواب

فلاں شخص کی روح کو پہنچا دے۔"

تیمم

تعریف :

دونوں ہاتھوں کو زمین، خاک یا گرد پر رکھ کر، پیشانی کے بال اُگنے کی جگہ سے ابرو تک پھیرنا پھر بائیں ہتھیلی کو دائیں ہتھیلی کی پشت پر اس کے بعد، دائیں ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر پھیرنا تیمم کہلاتا ہے۔

احکام :

اگر کسی شخص کے لیے پانی کا استعمال ممکن نہ ہو (یعنی پانی موجود نہ ہو یا پانی کا استعمال اس کے لیے مضر ہو تو اسے وضو یا غسل کے بدلے تیمم کرنا چاہیے۔

تیمم خاک پر ہونا چاہیے، پتھر، ٹھیکریاں، ریت اور بجری وغیرہ بھی خاک کے حکم میں آتے ہیں۔ اس لیے ان پر تیمم جائز ہے۔

سیمنٹ، مٹی، پتھر وغیرہ کو پیس کر پکائی جاتی ہے۔ یہ زمین میں شمار ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے تیمم جائز ہے۔ اس پر سجدہ بھی جائز ہے۔

اینٹ، مٹی کے کچے یا پکے ہوئے برتن یا ایسی دیوار جو زمین یا زمین کے متعلقات سے بنی ہو، زمین کے حکم میں ہے۔ ان سے تیمم جائز ہے۔ ان پر سجدہ جائز ہے۔

ضروری ہے کہ جس چیز پر تیمم کیا جائے وہ پاک اور مباح ہو۔

پانی کا استعمال ممکن نہ ہو۔ پانی موجود نہ ہو یا اس کا استعمال ضرر رکھتا ہو۔ نماز

کے آخری وقت تک پانی کے استعمال کا کوئی امکان نہ ہو۔

ایسی صورت میں اگر تیمم کر کے نماز پڑھے تو نماز صحیح ہے۔ اس نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔ نہ ہی اس کی قضا ہے۔ اگر اس صورت حال میں نماز ادا کرنے کے بعد، وقت ختم ہونے سے پہلے عذر دور ہوجائے یا پانی مل جائے تب بھی اس نماز کا دہرانا ضروری نہیں۔

روحانی وجسمانی

عبادتیں :

☆ نماز

☆ روزہ

نماز

الٰہی فرائض و واجبات میں سے سب سے اہم فریضہ نماز ہے۔ نماز اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکرانہ ہے۔ نماز کا ترک کرنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا کفران و ناشکری ہے۔

حدیث نبوی میں وارد ہوا ہے کہ:

تَارِکُ الصَّلَاۃِ کَافِرٌ

نماز ترک کرنے والا کافر ہے۔

جو شخص نماز نہیں پڑھتا وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نظر انداز کرتا۔ کفرانِ نعمت کا مرتکب ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّ الصَّلَاۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتَاباً مَوْقُوْتاً

''بے شک نماز مومنین کا ایک ایسا معین فریضہ ہے جس کو معین شرطوں اور آداب کے ساتھ معین اوقات میں ادا کرنا ضروری ہے۔''

نماز ملکوتی اور روحانی پہلو کی حامل ہے۔ یہ انسان کو کمال کے بلند ترین مراتب تک پہنچا کر اسے ملکوت اعلیٰ کی سیر کراتی ہے۔ معراج تک پہنچاتی ہے۔

نماز میں بندۂ خدا، اپنے پروردگار سے مناجات اور راز و نیاز کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور خضوع و خشوع اور عاجزی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بزرگی اور

بڑائی کا اعلان و اقرار کرتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے ۔ اپنی حاجتوں اور ضرورتوں کو اس کی بارگاہ میں پیش کرتا ہے ۔

مختصر یہ کہ،

مومن ، نماز کی حالت میں جمال و جلال الٰہی میں ڈوب جاتا ہے ۔ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عظمت و بزرگی کے اتھاہ سمندر میں غوطہ زن نیز اس کی گوناگوں نعمتوں میں غرق دیکھتا ہے ۔ مومن ، نماز کے موقعہ پر اپنے آپ کو دنیا و مافیہا سے جدا کر کے صرف اور صرف اللہ تعالیٰ سے متصل کر لیتا ہے ۔

حدیث نبوی میں آیا ہے :

اَلصَّلَاۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِ

''نماز مومن کی معراج ہے ۔ یعنی ملکوت السموات کی طرف پرواز ہے ۔''

قرآن حکیم نے نماز کے فوائد کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا ہے کہ :

اَقِمِ الصَّلَاۃَ ، اِنَّ الصَّلَاۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ،
وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ .

''نماز ادا کیا کرو ۔ نماز ، اگر صحیح طریقہ سے ادا کی جائے تو ہر قسم کی برائیوں ، گمراہیوں اور غلطیوں سے نجات دیتی اور روکتی ہے ۔''

اس کا ایک بڑا فائدہ ، نتیجہ اور اثر یہ ہے کہ :

اللہ تعالیٰ یاد رہتا ہے ۔ انسان خود کو اللہ تعالیٰ کے سامنے پاتا ہے ۔ اس کے دربار میں حاضر محسوس کرتا ہے ۔

اس فریضہ کی اہمیت کیلئے اس سے بڑھ کر اور کیا ہو سکتا ہے کہ صاحب شریعت ، حضرت رسول اکرم ﷺ نیز رئیس مذہب ، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ، دونوں

بزرگوں نے اپنے سفرِ آخرت کے حساس ترین موقعہ پر نماز کی پابندی اور توجہ کے ساتھ ادائیگی کی پر زور وصیت فرمائی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام سے پوچھا گیا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری گفتگو کیا تھی؟

کہا: سفرِ آخرت کے آخری لمحہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس میرے سینہ پر تھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اَلصَّلَاۃ، اَلصَّلَاۃ، اَلصَّلَاۃ

نماز، نماز، نماز۔

یہی فرماتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفرِ آخرت پر روانہ ہو گئے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے سفرِ آخرت کے موقع پر حکم دیا۔ تمام عزیزوں کو جمع کیا جائے۔ سب آپ علیہ السلام کے نزدیک جمع ہو گئے۔ آپ علیہ السلام نے ان سے فرمایا:

لَا تَنَالُ شَفَاعَتُنَا مُسْتَخِفاً بِصَلَاتِہٖ

''جو شخص نماز کو اہمیت نہیں دے گا، قیامت کے دن ہم اس کی شفاعت نہیں کریں گے۔''

آپ علیہ السلام نے یہ فرماتے ہی آنکھیں بند کر لیں۔ دارِ فانی سے کوچ فرما گئے۔

حدیث نبویؐ میں ہے:

اَلصَّلَاۃُ عَمُوْدُ الدِّیْنِ، اِنْ قُبِلَتْ قُبِلَ مَا سِوَاھَا

وَ اِنْ رُدَّتْ رُدَّ مَا سِوَاھَا۔

''نماز دین کا ستون ہے، اگر یہ قبول ہو گئی۔ سب قبول ہو جائے گا۔ یہ قبول نہ ہوئی۔ سب نیکیاں ضائع ہو جائیں گی۔''

تعریف :

انسان کا اللہ جل جلالہٗ کے دربار میں حاضری کے ارادہ سے قبلہ رخ کھڑے ہوکر حکم خدا کے مطابق قیام وقعود و رکوع وسجود بجالانا نماز کہلاتا ہے ۔

واجب نمازیں

جو نمازیں شریعت نے بنیادی طور پر واجب قرار دی ہیں ، وہ یہ ہیں :

﴿ ۱ ﴾ نماز پنجگانہ :

روزانہ کی نمازیں ، جنہیں نماز پنجگانہ بھی کہا جاتا ہے ، ان کی تفصیل یہ ہے :

ظہر ——— چار رکعت

عصر ——— چار رکعت

مغرب ——— تین رکعت

عشاء ——— چار رکعت

فجر ——— دو رکعت

سفر میں تمام چار رکعتی نمازیں قصر یعنی ۲ رکعت ہو جاتی ہیں ۔

اوقات :

روزانہ کی پانچ نمازیں ان کے معین اور محدود اوقات میں ادا کرنا ضروری ہیں ۔

﴿ نماز صبح ﴾

نماز صبح کا وقت ، طلوع صبح صادق سے طلوع آفتاب تک ہے ۔

صبح صادق :

صبح دم مشرق سے تیر کی مانند ایک سفیدی یا روشنی نکلتی ہے ۔ یہ روشنی چند لمحہ بعد ختم ہوجاتی ہے ۔ یہ سفیدی یا روشنی ''صبح کاذب'' کہلاتی ہے ۔ اس کے کچھ لمحہ بعد مشرقی افق کے پھیلاؤ پر مستطیل شکل کی ایک سفیدی یا روشنی نمودار ہوتی ہے ۔ یہ آہستہ آہستہ آسمان پر چھانا شروع کرتی ہے ۔ یہ سفیدی یا روشنی ''صبح صادق'' کہلاتی ہے ۔

نماز صبح یا فجر کیلئے صبح کاذب کے بعد اتنا ٹھہرنا اور انتظار کرنا ضروری ہے کہ صبح صادق طلوع ہوجائے ۔

﴿ نماز ظہر و عصر ﴾

نماز ظہر وعصر کا وقت سورج کے زوال (یعنی سورج کے نصف النہار سے گذرنے کے بعد) سے غروب آفتاب تک ہے ۔

ضروری ہے کہ نماز ظہر، نماز عصر سے پہلے پڑھی جائے ۔

﴿ نماز مغرب و عشاء ﴾

نماز مغرب وعشاء کا وقت سورج کے مکمل غروب ہونے کے بعد سے طلوع فجر تک ہے ۔

نیز، نماز مغرب کا نماز عشاء سے پہلے پڑھنا ضروری ہے ۔

احکام :

اگر کسی نماز کے وقت سے پہلے اس خیال سے نماز شروع کر دی جائے کہ وقت

ہو چکا ہے،

تو، اگر نماز کے دوران اس نماز کا وقت داخل ہوجائے تو نماز صحیح ہے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

لیکن، اگر نماز ختم ہونے تک نماز کا وقت نہ آیا ہو تو فریضہ ادا نہیں ہوگا۔ وہ نماز دوبارہ ادا کرنا ضروری ہوگی۔

کسی شخص کو خیال ہو کہ وہ ظہر یا مغرب کی نماز ادا کر چکا ہے۔ وہ ظہر سے پہلے عصر یا مغرب سے پہلے عشاء کی نماز شروع کر دے۔

اگر نماز کے دوران اسے یاد آئے کہ ابھی ترتیب کے لحاظ سے پہلی نماز یعنی ظہر یا مغرب ادا نہیں کی ہے۔ تو جب تک نیت پلٹنے کا امکان ہو، یعنی مثلاً عصر کی نماز میں چوتھی رکعت کا سلام ادا نہ کیا ہو یا عشاء کی نماز میں چوتھی رکعت کے رکوع میں نہ گیا ہو، ایسی صورت میں اپنی نیت کو عصر سے ظہر اور عشاء سے مغرب کی طرف پلٹا لینا کافی ہوگا۔

لیکن اگر نیت پلٹانے کا موقع باقی نہ رہا ہو یا نماز تمام کرنے کے بعد یاد آئے تو پہلے والی نماز بعد میں پڑھ لے۔ دونوں نمازیں ادا شمار ہوں گی۔

اگر کوئی شخص اس خیال سے کہ اس نے ابھی ظہر یا مغرب کی نماز نہیں پڑھی ہے، ظہر یا مغرب کی نماز دوبارہ شروع کر دے۔ نماز کے دوران اسے یاد آجائے کہ پڑھ چکا ہے۔ تو بعد کی نماز کی نیت نہیں کرسکتا۔ ایسی صورت میں اسے یہ نماز توڑ کر اگلی نماز پڑھنا ہوگی۔

اگر کسی کو عصر یا عشاء میں شک ہو جائے کہ اس نے ظہر یا مغرب ادا کی یا نہیں؟ ایسی صورت میں:

وہ چاہے تو نیت بدل سکتا ہے، اور چاہے تو یہ اعتماد پیدا کرلے کہ گذشتہ نماز

پڑھ چکا ہے۔ اپنی وہی نماز پوری کرے۔

اذان و اقامت

مرد و زن دونوں کے لیے مستحب موکد ہے کہ روزانہ کی پانچوں واجب نمازوں سے پہلے اذان اور اقامت کہیں۔

نماز جمعہ سے پہلے بھی اذان و اقامت مستحب ہے۔

دوسری نمازوں میں اذان اور اقامت مشروع نہیں ہے۔

عید فطر و عید الاضحیٰ کی نمازوں میں مستحب ہے کہ تین مرتبہ "الصلاۃ" کہا جائے۔

اذان:

اذان کا طریقہ یہ ہے:

اللہ اکبر ۴ مرتبہ

"اللہ سب سے بزرگ و برتر ہے۔"

اشھد ان لا الہ الا اللہ ۲ مرتبہ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت و پرستش کے لائق نہیں ہے۔"

اشھد انّ محمدا رسول اللہ ۲ مرتبہ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ، اللہ کے رسول ہیں۔"

حیّ علی الصلاۃ ۲ مرتبہ

''نماز کے لیے تیار ہو جاؤ۔''

حیّ علی الفلاح ۲ مرتبہ

''بھلائی اور کامیابی کی طرف دوڑو۔''

حیّ علیٰ خیر العمل ۲ مرتبہ

''بہترین عمل کے لیے تیزی سے بڑھو۔''

اللہ اکبر . ۲ مرتبہ

''اللہ سب سے بزرگ و برتر ہے۔''

لا الہ الا اللہ ۲ مرتبہ

''اللہ کے علاوہ کوئی عبادت و پرستش کے لائق نہیں ہے۔''

اقامت :

اقامت کے الفاظ بھی یہی ہیں۔

فقط فرق یہ ہے کہ:

ابتداء میں:

اللہ اکبر . ۲ مرتبہ

حی علی کے بعد،

قد قامت الصلاۃ ۲ مرتبہ

''نماز کھڑی ہوگئی۔''

آخر میں،

لا الہ الا اللہ ۱ مرتبہ

☆اذان و اقامت میں رسالت کی گواہی یعنی :

اشھد انّ محمدا رسول اللہ کے بعد ،

"اشھد ان علیا ولی اللہ "

کہا جا سکتا ہے ۔

یہ اذان یا اقامت کا جزء نہیں ہے ۔

اگر دو یا کئی نمازیں پے در پے پڑھی جائیں تو شروع میں ایک مرتبہ اذان کہنا کافی ہے۔لیکن ہر نماز کیلئے الگ اقامت کہنا چاہیے ۔

اگر کوئی مسجد میں نماز پڑھنے جائے اور ابھی جماعت کی صفیں پوری طرح منتشر نہ ہوئی ہوں تو اس پر اذان و اقامت ساقط ہے ۔

جو شخص مسجد یا شہر کی اذان سن لے اس پر سے اذان ساقط ہو جاتی ہے ۔

﴿ ۲ ﴾ نمازِ جمعہ :

اھمیت :

نماز جمعہ کا قیام اسلام کے اہم امتیازات میں سے ہے۔ضروری ہے کہ شہروں کے مرکزی مقامات اور اہم مسجدوں میں نماز جمعہ قائم کی جائے ۔ عام مسلمانوں کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ اس میں حاضر ہوں ۔ اسلام کے اس اہم رکن میں شرکت کریں ۔

افراد کی تعداد :

نماز جمعہ کے قیام کے لیے کم سے کم سات نمازیوں کا ہونا ضروری ہے ۔ امام ان ساتوں میں شامل ہے ۔

امامت :

نماز جمعہ کے امام یا پیش نماز کے لیے ضروری ہے کہ:

﴿۱﴾ ظاہری طور پر نیک ہو۔

﴿۲﴾ علم اور اخلاقی فضائل کا حامل ہو۔

﴿۳﴾ لوگ اسے احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہوں۔

وقت :

نماز جمعہ کا وقت سورج کے زوال یعنی دوپہر ڈھلتے ہی ہوجاتا ہے۔

اذان :

نماز جمعہ کی اذان یہ ہے کہ تین مرتبہ:

الصلاۃ الصلاۃ الصلاۃ کہا جائے۔

ادائیگی کا طریقہ :

خطبے :

نماز جمعہ کی پہلی دو رکعتیں دو خطبوں پر مشتمل ہیں۔

یہ خطبے امام جمعہ کو اس زبان میں دینا چاہیے جو نمازی سمجھ سکیں۔

پہلا خطبہ :

﴿۱﴾ تقویٰ، پرہیزگاری، محرمات سے اجتناب اور واجبات کی ادائیگی کی تاکید۔

﴿۲﴾ دنیا کے مجموعی حالات سے آگاہی، نیز

﴿۳﴾ قرآن کے کسی مختصر سورہ کی تلاوت پر مشتمل ہونا چاہیے۔

امام جمعہ پہلا خطبہ دے کر تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جائے۔

دوسرا خطبہ :

﴿۱﴾ تقویٰ ، پرہیزگاری ، محرمات سے اجتناب اور واجبات کی ادائیگی کی تاکید۔

﴿۲﴾ محمد و آل محمد ﷺ پر درود و سلام

نیز

﴿۳﴾ اخلاقی امور اور نصیحتیں ،

﴿۴﴾ قرآن مجید کا کوئی مختصر سورہ ،

﴿۵﴾ مومنین و مومنات ، مسلمین و مسلمات کی مغفرت ، حاجات کی برآری

اور

﴿۶﴾ اسلام و مسلمین کی سربلندی کی دعا پر مشتمل ہونا چاہیے۔

نمازیوں کے لیے ضروری ہے کہ دونوں خطبوں کو غور سے سنیں ۔ دعاؤں پر آمین کہیں۔ یہ دونوں خطبے دو رکعت نماز کے برابر ہیں ۔

رکعتیں :

دونوں خطبوں کے بعد دو رکعت نماز ادا کی جائے ۔

بہتر ہے پہلی رکعت میں سورہ جمعہ (۶۲) اور دوسری رکعت میں سورہ منافقون (۶۳) کی تلاوت کی جائے ۔

﴿ ۳ ﴾ نماز عیدین :

عید فطر و عید اضحیٰ کی نمازوں کی تمام شرطیں نماز جمعہ جیسی ہیں ۔

فرق صرف یہ ہے کہ:

﴿۱﴾ نماز عیدین کا وقت طلوع آفتاب کے فوراً بعد ہے۔

﴿۲﴾ نماز عیدین کے دونوں خطبے دو رکعت نماز کے بعد ہیں۔

نماز عیدین کی دونوں رکعتوں کی ادائیگی کا طریق کار یہ ہے:

پہلی رکعت:

سورۂ حمد کے بعد کوئی سورہ پڑھے۔ بہتر ہے کہ سورۂ والشمس (۹۱) یا سورۂ اعلیٰ (۸۷) پڑھے۔

پھر پانچ تکبیریں کہے۔ ہر تکبیر کے بعد قنوت پڑھے۔

قنوت میں کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے۔

عام طور سے یہ دعا پڑھی جاتی ہے:

اَللّٰھُمَّ اَھْلَ الْکِبْرِیَاءِ وَالْعَظَمَةِ وَ اَھْلَ الْجُوْدِ وَالْجَبَرُوْتِ ، وَ اَھْلَ الْعَفْوِ وَالرَّحْمَةِ وَ اَھْلَ التَّقْوٰی وَالْمَغْفِرَةِ . اَسْئَلُکَ بِحَقِّ ھٰذَا الْیَوْمِ الَّذِیْ جَعَلْتَهٗ لِلْمُسْلِمِیْنَ عِیْداً وَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَسَلَّمَ ذُخْراً وَ شَرَفاً وَّ کَرَامَةً وَّ مَزِیْداً اَنْ تُصَلِّیَ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِ مُحَمَّدٍ وَاَنْ تُدْخِلَنِیْ فِیْ کُلِّ خَیْرٍ اَدْخَلْتَ فِیْهِ مُحَمَّداً وَّ آلَ مُحَمَّدٍ وَ اَنْ تُخْرِجَنِیْ مِنْ کُلِّ شَرٍّ اَخْرَجْتَ مِنْهُ مُحَمَّداً وَّ آلَ مُحَمَّدٍ صَلَوَاتُکَ عَلَیْهِ وَ عَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ .

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا سَئَلَکَ بِهٖ عِبَادُکَ الصَّالِحُوْنَ وَ اَعُوْذُ بِکَ مِمَّا اسْتَعَاذَ مِنْهُ عِبَادُکَ الْمُخْلَصُوْنَ .

ترجمہ:

"اے اللہ!

اے صاحب کبر و عظمت!

اے سخی اور طاقتور!

اے عفو و رحمت کے مالک!

اے تقویٰ و مغفرت کے خزانہ دار!

میں، تجھ سے آج کے دن کے حق کا واسطہ دے کر تیری بارگاہ میں سوال کرتا ہوں!

آج کا دن وہ دن ہے جسے تو نے مسلمانوں کے لیے عید قرار دیا ہے۔

تو نے ہی آج کے دن کو محمد و آل محمد علیہم السلام کے لیے عزت و شرف و کرامت کا ذخیرہ و خزانہ اور اس میں مسلسل اضافہ کا سبب قرار دیا ہے۔

تیری بارگاہ میں میری التجا اور سوال یہ ہے کہ:

تو مجھے ہر وہ بھلائی عطا کر دے جو بھلائی تو نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو عطا کی ہے۔ مجھے ہر اس برائی سے محفوظ رکھ جس سے تو نے محمد و آل محمد علیہم السلام کو محفوظ رکھا ہے۔

اے میرے اللہ!

میں تجھ سے ہر وہ چیز مانگتا ہوں جو تجھ سے تیرے نیک بندے طلب کرتے ہیں اور تجھ سے ہر اس چیز سے پناہ مانگتا ہوں جن سے تیرے مخلص بندوں نے تجھ سے پناہ طلب کی ہے۔"

پانچ تکبیروں اور قنوت کے بعد ایک رکوع اور دو سجدے بجالائے۔

دوسری رکعت :

☆سورۂ حمد کے بعد کوئی سورہ پڑھے۔

☆بہتر ہے اگر پہلی رکعت میں سورۂ والشمس (۹۱) پڑھا ہے تو دوسری رکعت میں سورۂ غاشیہ (۸۸) پڑھے۔

اگر پہلی رکعت میں سورۂ اعلیٰ (۸۷) پڑھا ہو تو دوسری رکعت میں سورۂ والشمس (۹۱) پڑھے۔

☆پھر چار تکبیریں کہے۔

☆ہر تکبیر کے بعد قنوت پڑھے۔

☆قنوت میں کوئی بھی دعا پڑھی جاسکتی ہے۔ عام طور سے جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ پہلی رکعت کے ذیل میں بیان کی جا چکی ہے۔

☆چار تکبیروں اور قنوت کے بعد ایک رکوع اور دو سجدے بجا لائے۔

☆تشہد اور سلام کے ساتھ نماز ختم کرے۔

﴿۴﴾ نماز آیات :

یہ نماز دو رکعتی ہے۔

زلزلہ، چاند گرہن، سورج گرہن یا شدید اور ہولناک سماوی آفات کے موقع پر ادا کی جاتی ہے۔

اس کی ہر رکعت میں پانچ رکوع ہیں۔

ہر رکوع سے پہلے حمد و سورہ پڑھنا ضروری ہے۔

اس نماز میں یہ سہولت عطا کی گئی ہے کہ سورۂ حمد کے بعد جو سورہ پڑھا جائے،

اس کی آیتوں کو پانچ رکوعوں کے درمیان تقسیم کر کے پڑھا جا سکتا ہے۔

یعنی، سورۂ حمد کے بعد پہلے رکوع سے پہلے پڑھے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دوسرے رکوع سے پہلے پڑھے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ.

تیسرے رکوع سے پہلے پڑھے

اَللّٰهُ الصَّمَدُ.

چوتھے رکوع سے پہلے پڑھے

لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ.

پانچویں رکوع سے پہلے پڑھے

وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ.

﴿۵﴾ نماز میت :

پانچ تکبیروں پر مشتمل ہے۔ اس کی تفصیل بیان کی جا چکی ہے۔

﴿۶﴾ نماز طواف :

خانہ کعبہ کے طواف کے سات شوط مکمل کرنے کے بعد دو رکعت نماز، مقام ابراہیم علیہ السلام کے پیچھے ادا کرنا ضروری ہے۔

نمازِ طواف، نمازِ صبح کی طرح ہے۔

﴿۷﴾ نماز والدین :

بڑے بیٹے پر اپنے مرحوم والدین خصوصاً باپ کی قضا نمازوں اور روزوں کا ادا

کرنا واجب ہے۔

﴿ ۸ ﴾ نماز نذر و عہد و قسم :

اگر کوئی شخص کسی کام کے لیے نماز کی نذر، قسم یا عہد کرے تو یہ نماز اس پر واجب ہو جائے گی۔

﴿ ۹ ﴾ نماز اجارہ :

اگر کوئی شخص کسی میت کی قضا نمازیں اجرت پر پڑھنے کا معاہدہ کرے یعنی اجارہ پر قضا نمازیں لے۔ تو ان نمازوں کی ادائیگی اس پر واجب ہو جائے گی۔

نماز کے عمومی احکام

﴿ ۱ ﴾ لباس :

ضروری ہے کہ نماز کی حالت میں نماز گذار کا لباس اور بدن پاک ہو۔

لباس کا حلال ہونا ضروری ہے۔

نماز کے وقت ضروری ہے کہ لباس مردار کی کھال یا حرام گوشت کے بال یا اون کا بنا ہوا نہ ہو۔

مرد کے لیے ضروری ہے کہ اس کا لباس خالص ریشم کا نہ ہو۔

مرد کے لیے اس کا لباس، اس کے عورتین (آگے پیچھے کی شرم گاہ) کو چھپا سکے۔ بہتر یہ ہے کہ انسان مکمل اور اچھے لباس کے ساتھ نماز پڑھے۔

آیۂ مبارکہ:

خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ

میں اس کی طرف بھی اشارہ ملتا ہے۔

خواتین کے لیے ضروری ہے کہ نماز میں ان کا لباس ایسا ہو کہ ان کے چہرے، کلائیوں تک ہاتھوں اور پیر کے پنجوں کے علاوہ ان کا پورا جسم اور سر کے بال چھپے ہوئے ہوں۔

اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ اس کا لباس غصبی ہے،

یا، معلوم تو ہو مگر بھول گیا ہو؛

اسے نماز کے بعد معلوم ہو یا یاد آئے

تو،

اگر خود اس نے غصب نہ کیا ہو تو اس کی نماز صحیح ہے۔

جو لباس حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے وہ غصبی شمار ہوگا۔

اگر کسی کو معلوم نہ ہو کہ اس کا لباس مردار یا حرام گوشت جانور کے اعضا سے بنا ہوا ہے یا بھول جائے۔ نماز کے بعد علم ہو یا یاد آئے تب بھی اس کی نماز صحیح ہے۔

اگر لباس کے نجس ہونے کا علم نہ ہو۔ نماز کے بعد معلوم ہو کہ لباس نجس ہو چکا تھا تو نماز صحیح ہے۔

لیکن اگر لباس نجس ہو۔ معلوم ہو کہ نجس ہے۔ بھول کر اس میں نماز پڑھ لے۔ تو نماز صحیح نہیں ہے۔ دوبارہ نماز پڑھے۔

اگر نمازی کے جسم پر زخم وغیرہ ہو تو جب تک اس کا رِسنا بند نہ ہو جائے، نماز کے لیے اپنے بدن اور لباس سے اس خون کا دھونا ضروری نہیں ہے۔

اگر کوئی ایسی چیز نمازی کے پاس یا اس کی جیب میں ہو جو نجس ہوگئی ہو جیسے پرس، رومال وغیرہ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر نمازی کے پاس یا اس کی جیب وغیرہ میں کوئی نجس العین، مردار یا حرام جانوروں کا کوئی ٹکڑا ہو تو نماز درست نہیں ہوگی۔ نماز کے وقت اس کا الگ کرنا ضروری ہے۔

اگر بدن یا لباس میں درہم یعنی انگوٹھے کے ناخن کے برابر خون ہو اور یہ خون حیض و نفاس یا نجس العین جانور کا نہ ہو تو اس میں نماز ہو سکتی ہے۔

اگر خون کسی مائع کے ساتھ ملنے کے بعد بھی درہم یعنی انگوٹھے کے ناخن کے برابر ہو تب بھی نماز صحیح ہوگی۔

مرد کے لیے سونا پہننا حرام ہے۔ اس کو پہن کر نماز پڑھنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔

مرد سونا خواہ چھپا کر ہی کیوں نہ پہنے یعنی لباس کے نیچے چھپا ہوا ہو تب بھی پہننا حرام ہے۔ اسے پہن کر نماز پڑھنے سے نماز باطل ہو جائے گی۔

اگر، سونا جیب میں یا ساتھ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے۔

اگر کسی مرد کو سونے سے متعلق مسئلہ معلوم نہ ہو یا بھولے سے سونا پہن کر نماز پڑھ لے تب کوئی حرج نہیں ہے۔

خواتین کے لیے سونا پہننا، سونے کے زیور سے آرائش کرنا نیز اس کے ساتھ نماز پڑھنا جائز ہے۔

﴿۲﴾ مکان:

﴿الف﴾ مباح ہونا:

ضروری ہے کہ جس جگہ نماز پڑھی جائے وہ مباح ہو یعنی غصبی نہ ہو۔

بڑی زراعتی زمینوں یا عام طور سے مومنین کے گھروں یا حکومتی اداروں میں زمین یا گھر کے مالک یا حکومتی کارکنوں کی اجازت ضروری نہیں ہے۔

غصبی زمین پر نماز باطل ہے۔ خواہ مصلّی یا بچھا ہوا فرش یا تخت مباح ہی کیوں نہ ہو۔

اسی طرح غصبی فرش، تخت یا جاء نماز پر بھی نماز باطل ہے۔ خواہ اصل زمین یا جگہ مباح ہی کیوں نہ ہو۔

اگر کوئی غصبی جگہ یا فرش پر لاعلمی کے سبب یا بھولے سے نماز پڑھ لے تو نماز درست ہے۔

﴿ب﴾ پاک ہونا :

ضروری ہے کہ سجدہ کے وقت جس جگہ پیشانی رکھی جائے وہ جگہ پاک ہو۔

سجدے کے دوسرے اعضاء کی جگہ کا پاک ہونا ضروری نہیں ہے۔

اگر سجدہ کے دوسرے اعضاء کی جگہ نجس ہو، تو ان اعضاء اور جگہ کا خشک ہونا ضروری ہے۔ تاکہ اعضائے سجدہ نجس نہ ہوجائیں۔

مسجد یا اس کی چیزوں فرش وغیرہ کا نجس کرنا حرام ہے۔ اگر نجس ہو جائیں تو فوراً پاک کرنا ضروری ہے۔

واجبات نماز

تعریف :

نماز کے وہ اعمال جن کی ادائیگی نماز کا حصہ ہے اور ان کے بغیر نماز مکمل نہیں ہوتی، واجبات نماز کہلاتے ہیں۔

تعداد :

واجبات نماز چودہ ہیں :

﴿۱﴾ طہارت

﴿۲﴾ استقبال

﴿۳﴾ نیت

﴿۴﴾ قیام

﴿۵﴾ استقرار

﴿۶﴾ تکبیرۃ الاحرام

﴿۷﴾ قرائت

﴿۸﴾ اذکار

﴿۹﴾ رکوع

﴿۱۰﴾ سجود

﴿۱۱﴾ تشہد

﴿۱۲﴾ سلام

﴿۱۳﴾ ترتیب

﴿۱۴﴾ موالات

ارکان نماز :

تعریف :

نماز کے واجبات میں سے کچھ ایسے ہیں جو نماز کے لیے بنیاد اور ستون کی

حیثیت رکھتے ہیں ۔

ان واجبات کو'' ارکانِ نماز'' کہا جاتا ہے ۔ یہ واجب اعمال خواہ کسی بھی وجہ سے یعنی جان بوجھ کر چھوڑ دیئے جائیں ،

یا ، بھولے سے رہ جائیں ،

حتی کہ ،

اگر لاعلمی یا مسئلہ نہ جاننے کی وجہ سے ہی کیوں نہ رہ جائیں ، نماز باطل ہے ۔

باقی واجبات اگر بھولے سے یا لاعلمی کی وجہ سے چھوٹ جائیں تو نماز باطل نہیں ہوگی ۔ اس صورت میں نماز کی اصلاح کے مداوے کے احکام بعد میں بیان کئے جائیں گے ۔

ارکانِ نماز کی تعداد :

ارکان نماز کی تعداد پانچ ہے ۔

﴿۱﴾ طہارت (وضو)

﴿۲﴾ نیت

﴿۳﴾ تکبیرۃ الاحرام

﴿۴﴾ رکوع

﴿۵﴾ دو سجدے

واجبات نماز کی تفصیل

﴿۱﴾ طہارت :

واجب ہے کہ نماز کے وقت انسان کا جسم اور لباس پاک ہو ۔ وہ باوضو ہو ۔

﴿۲﴾ استقبال :

ضروری ہے کہ انسان نماز پڑھتے وقت قبلہ رخ ہو۔ نماز کی حالت میں قبلہ رخ رہنا ضروری ہے۔

﴿۳﴾ نیت :

نیت سے مراد یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور خوشنودی کی خاطر نماز کا ارادہ کرے۔ یہ ایک قلبی اور فکری معاملہ ہے۔ اس کا زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔

ضروری ہے کہ ہر نماز کے وقت اسی نماز یعنی ظہر یا عصر، مغرب یا عشاء، یا فجر کا ارادہ کیا جائے۔

﴿۴﴾ قیام :

قیام سے مراد ہے نماز کے دوران حمد و سورہ پڑھتے وقت سیدھا حرکت کھڑے رہنا۔

جو شخص کھڑا ہو سکتا ہے، اس کے لیے واجب ہے کہ وہ نماز کھڑے ہو کر پڑھے۔ حتی الامکان کمر سیدھی کر کے کھڑا ہو۔

مریض، کمزور یا جو لوگ کسی سبب سے نماز کی ضرورت بھر کھڑے نہ ہو سکتے ہوں، وہ اپنی قوت کے مطابق بیٹھ یا لیٹ کر نماز پڑھ سکتے ہیں۔

﴿۵﴾ استقرار :

ضروری ہے کہ واجب اذکار کی ادائیگی کے وقت انسان سکون سے ہو۔ ہلے جلے نہیں۔

﴿۶﴾ تکبیرۃ الاحرام :

ضروری ہے کہ نیت کے بعد قیام کی حالت میں بآواز بلند تکبیر کہی جائے ۔ اس کے ساتھ نماز کا آغاز ہو جاتا ہے ۔ یہ تکبیر، تکبیرۃ الاحرام کہلاتی ہے ۔ یعنی اس تکبیر کے ادا کرتے ہی وہ تمام چیزیں حرام ہو جاتی ہیں جو نماز کے باطل ہونے کا سبب ہیں ۔

﴿۷﴾ قرأت :

قرأت سے مراد نماز کی مختلف رکعتوں ، خاص طور سے پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد وغیرہ کا پڑھنا ۔

احکام :

ہر نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں سورۂ حمد اور ایک مکمل سورہ کا پڑھنا ضروری ہے ۔

ہماری نظر میں '' سورہ والضحیٰ '' اور '' سورہ انشراح '' اسی طرح '' سورہ فیل '' اور سورہ ایلاف '' ایک سورہ شمار ہوتے ہیں ۔

جن سوروں میں سجدہ واجب ہے ، نماز میں ان کا نہ پڑھنا واجب ہے ۔ یہ چار سورے ہیں ۔ ان کے نام یہ ہیں :

﴿۱﴾ سورہ ۳۲ '' السجدہ ''

﴿۲﴾ سورہ ۴۱ '' فصلت ''

﴿۳﴾ سورہ ۵۳ '' النجم ''

﴿۴﴾ سورہ ۹۶ '' العلق ''

اگر حمد یا سورہ پڑھنا بھول جائیں ۔ رکوع میں یاد آجائے تو نماز صحیح ہے ۔

مردوں کے لیے واجب ہے کہ نماز فجر، مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں حمد اور سورہ بالجہر یعنی باآواز بلند پڑھے۔ جہر سے مراد یہ ہے کہ آواز اتنی بلند ہو کہ اردگرد کے لوگوں کو سنائی دے۔ خواہ پوری طرح سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔

ظہر وعصر کی نماز میں مرد و زن دونوں پر حمد وسورہ میں اخفات یعنی آہستہ آہستہ پڑھنا واجب ہے۔

اخفات سے مراد یہ ہے کہ اتنا آہستہ پڑھا جائے کہ خود اپنی آواز سن سکے۔

یعنی،

ایسا نہ ہو کہ زیرلب پڑھے اور خود بھی نہ سن سکے۔

اگر لاعلمی و جہالت، سہو یا بھول کی وجہ سے جہر کی جگہ اخفات یا اخفات کی جگہ جہر کرے تو نماز صحیح ہے۔

قرأت کے سلسلہ میں ضروری ہے کہ صحیح ہو۔عربی لہجہ کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ اس لیے جو شخص اپنے علاقہ کے لہجہ میں صحیح طور پر پڑھے، اس کے لیے کافی ہوگا۔اس کی نماز درست ہوگی۔

ضروری ہے کہ قرأت روایت حفص یعنی متداول مطبوعہ قرآنِ حکیم کے مطابق ہو۔

غیر متداول قرآن یا دوسرے قُرّاء کی روایت کے مطابق قرأت نماز کے بطلان کا سبب ہوگی۔

کیونکہ،

☆ ایک روایت تو یہ کہ امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام جس متن کی تلاوت کرتے تھے وہ یہی ہے جو حفص کے ذریعہ مسلمانوں تک پہنچا ہے۔تمام متداول قرآنی نسخے اسی

کے مطابق لکھے اور چھاپے گئے ہیں۔

☆ دوسرے یہ کہ تمام مسلمانوں کے نزدیک یہی قرأت ومتن درست ہے۔

﴿۸﴾ اذکار :

ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی تیسری اور چوتھی رکعت میں نمازی کو اختیار ہے کہ سورہ حمد یا تسبیحات اربعہ کو آہستہ پڑھے۔

تسبیحات اربعہ یہ ہیں:

"سُبْحَانَ اللهِ وَالْحَمْدُ للهِ وَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ وَاللهُ اَكْبَرُ"

"اللہ کی ذات پاک و پاکیزہ ہے۔ تمام حمد وثناء اس کے لیے ہے۔ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ اللہ سب سے بزرگ و برتر ہے۔"

بہتر ہے کہ تسبیحات اربعہ تین مرتبہ پڑھے۔

مستحب ہے کہ تسبیحات اربعہ کے بعد استغفار کرے۔

مثلاً یہ کہے:

اَسْتَغْفِرُ اللهَ رَبِّیْ وَ اَتُوْبُ اِلَیْهِ

"میں اللہ سے جو میرا رب ہے اپنے گناہوں کی بخشش کا طلبگار ہوں۔ اس کی طرف پلٹتا ہوں۔"

مستحب ہے کہ اخفات کے موقعہ پر ہر سورہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بالجہر یعنی بلند آواز سے پڑھے۔

مستحب ہے کہ اگر سورۂ توحید پڑھے تو اس کے اختتام پر تین مرتبہ پڑھے:

كَذٰلِكَ اللهُ رَبِّیْ

یعنی:

''میرا رب اللہ ایسا ہی ہے''

یا کَذٰلِکَ اللّٰہُ رَبُّنَا

''ہمارا رب اللہ ایسا ہی ہے۔''

قنوت

تعریف:

نماز کے دوران دعا کرنا۔

احکام:

ہر نماز کی دوسری رکعت میں حمد و سورہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا مستحب ہے۔ اس میں جو دعا چاہے مانگے۔

﴿۹﴾ رکوع:

تعریف:

رکوع سے مراد یہ ہے کہ اگر کھڑے ہو کر نماز ادا کی جائے تو نماز کے دوران گھٹنوں کے بل اس طرح جھکا جائے کہ کمر سیدھی ہو اور ہاتھ گھٹنوں پر ٹکے ہوں۔

لیکن،

اگر نماز بیٹھ کر ادا کی جائے تو اتنا جھکا جائے کہ سر زانو کے برابر آئے یا سر زانو کے سامنے اور سجدہ گاہ کے برابر آجائے۔

احکام :

نماز کی ہر رکعت میں قرأت یا تسبیحات اربعہ کے بعد رکوع ، واجب رکنی ہے ۔

رکوع میں ذکر واجب ہے ۔

ذکر رکوع سے مراد یہ ہے کہ ایک بار کہے :

" سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ وَ بِحَمْدِہٖ "

یا تین مرتبہ کہے :

"سُبْحَانَ اللّٰہِ "

جتنا زیادہ ذکر کیا جائے اتنا زیادہ ثواب ملے گا ۔

مستحب ہے کہ رکوع میں جانے سے پہلے رکوع کے لیے نیز رکوع سے اٹھنے کے بعد سجدہ سے پہلے سجدہ کے لیے کھڑے ہو کر سکون کے ساتھ تکبیر کہی جائے ۔

مرد کے لیے مستحب ہے کہ رکوع کے دوران ہاتھ گھٹنوں پر رکھ کر گھٹنوں پر دباؤ ڈالے ۔

مستحب ہے کہ رکوع سے سر اٹھانے کے بعد کھڑے ہو کر کہے :

" سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ "

" جس اللہ کی حمد کی جا رہی ہے وہ خود سن رہا ہے ۔"

﴿۱۰﴾ سجود :

تعریف :

نماز کے دوران جسم کے سات اعضاء کو اللہ تعالیٰ کے حضور زمین پر ٹکانے کے عمل کو سجدہ کہا جاتا ہے ۔

یہ سات اعضاء:

﴿۱﴾ و﴿۲﴾ دونوں پیر کے انگوٹھے

﴿۳﴾ و﴿۴﴾ دونوں گھٹنے

﴿۵﴾ و﴿۶﴾ دونوں ہتھیلیاں

﴿۷﴾ پیشانی

احکام:

نماز کی ہر رکعت میں رکوع کے بعد دو سجدے واجب رکنی ہیں۔

سجدہ میں ضروری ہے کہ پیشانی خاک یا خاک جیسی کسی چیز پر ٹکائی جائے۔

جن چیزوں پر سجدہ جائز ہے وہ یہ ہیں:

﴿۱﴾ زمین اور زمین کے متعلقات جیسے، خاک، مٹی، ریت، پتھر، بجری وغیرہ۔

﴿۲﴾ زمین سے متعلق وہ چیزیں جن کی صورت تو بدل گئی ہو لیکن ماہیت نہ بدلی ہو جیسے، اینٹ، سیمنٹ، چونا، پلاسٹر آف پیرس وغیرہ۔

البتہ،

معدنیات خواہ تارکول یا دھات یعنی لوہا، سونا، چاندی وغیرہ کی صورت میں ہوں ان پر سجدہ جائز نہیں ہے۔

﴿۳﴾ زمین سے اگنے والی ان چیزوں پر جو انسانی خوراک یعنی گندم، جو، میوہ جات یا انسانی پوشاک جیسے روئی وغیرہ کے ذیل میں نہ آتی ہوں۔

﴿۴﴾ جو کاغذ لکڑی، لکڑی کے گودہ یا بھوسہ وغیرہ سے بنایا جاتا ہو۔

پوری طرح سجدہ میں جاکر اطمینان اور ٹھہراؤ حاصل کر لینے کے بعد ذکر کرنا ضروری ہے۔

ذکر سجدہ سے مراد یہ ہے کہ ایک مرتبہ کہے:

"سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلیٰ وَ بِحَمْدِہٖ"

"میرے بلند و برتر رب کی ذات پاکیزہ اور اسی کی حمد و ثناء کی جاتی ہے۔"

یا تین مرتبہ کہے:

"سُبْحَانَ اللّٰہِ"

﴿۱۱﴾ تشہد :

تعریف :

دوسری یا آخری رکعت کے بعد اطمینان سے بیٹھ کر شہادتین کا پڑھنا تشہد کہلاتا ہے۔

احکام :

ہر نماز کی دوسری اور مغرب کی تیسری نیز ظہر و عصر و عشاء کی چوتھی رکعتوں کے دوسرے سجدوں کے بعد واجب ہے کہ انسان اطمینان سے بیٹھ جائے۔ تشہد پڑھے۔ تشہد میں یہ عبارت پڑھی جاتی ہے:

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ وہ یکتا و یگانہ ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک محمد ﷺ اللہ کے بندے
اور اس کے رسول ہیں۔
اے اللہ! تو محمد اور ان کی آل پر درود بھیج۔

﴿۱۲﴾ سلام:

تعریف:

نماز کی آخری رکعت میں سلام کا پڑھنا۔

احکام:

ہر نماز کی آخری رکعت میں تشہد کے بعد ۳ سلام پڑھنا چاہیے۔ جو یہ ہیں:

﴿۱﴾ السلام علیک ایها النبی و رحمة الله و برکاتهٗ

اے نبی اکرم ﷺ آپ پر اللہ کی طرف سے سلامتی، رحمت اور برکتیں ہی برکتیں نازل ہوں۔

یہ سلام مستحب ہے۔

﴿۲﴾ السلام علینا و علیٰ عباد الله الصالحین

ہم پر اور اللہ تعالیٰ کے سب نیک بندوں پر سلامتی ہو۔

یہ سلام واجب ہے۔ اس سلام کے بعد نماز ختم ہو جاتی ہے۔

﴿۳﴾ السلام علیکم و رحمة الله و برکاتهٗ

تم سب پر اللہ کی طرف سے سلامتی ہی سلامتی نازل ہو۔

یہ سلام دراصل نماز ختم ہونے کے بعد کہا جاتا ہے۔ اس لیے اسے چھوڑا جا سکتا

ہے۔لیکن، دوسرے سلام کو چھوڑنا اور فقط تیسرے سلام کو پڑھنا جائز نہیں ہے۔

﴿۱۳﴾ ترتیب :

ضروری ہے کہ نماز کے تمام اعمال ترتیب سے انجام دیئے جائیں۔

﴿۱۴﴾ موالات :

ضروری ہے کہ نماز کے تمام اعمال پے در پے یعنی بغیر وقفہ کے مسلسل انجام دیئے جائیں۔

مبطلات نماز

جن چیزوں سے نماز باطل ہوجاتی ہے وہ یہ ہیں :

﴿۱﴾ فَقْد :

یعنی اگر نماز کی ضروری شرطوں میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہوجائے تو نماز باطل ہوجاتی ہے۔

مثلاً :نماز کی حالت میں ایسی نیند آجائے کہ جس سے وضو باطل ہوجائے یعنی نہ کان سن سکے نہ آنکھ دیکھ سکے۔

کوئی بھی مبطل وضو عمل صادر ہوجائے۔

قبلہ کی طرف پشت ہوجائے خواہ ارادتاً ہو یا سہواً یا بے اختیار۔

دائیں یا بائیں طرف متوجہ ہونے یا فقط منہ کے دائیں بائیں موڑ لینے سے نماز باطل نہیں ہوتی۔

﴿۲﴾ گفتگو :

نماز کے دوران عمداً گفتگو سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

دعا یا درود کے پڑھنے یا سلام کا جواب ان ہی الفاظ میں دینے سے جن الفاظ میں سلام کرنے والے نے سلام کیا ہو، نماز باطل نہیں ہوتی۔

سلام کا جواب واجب ہے۔

اگر نماز میں سلام کا جواب نہ دیا جائے تو نماز پر اس کا کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

﴿۳﴾ بلند آواز سے رونا یا ہنسنا :

دنیوی معاملات کے سلسلے میں باآواز رونے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

قہقہہ یعنی بلند آواز سے ہنسنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

﴿۴﴾ نماز کی صورت بگڑنا :

کوئی ایسا کام کرنے سے نماز باطل ہوجاتی ہے، جس سے نماز کی شکل بگڑ جائے۔ مثلاً اچھلنا، دوڑنا وغیرہ۔

کسی چیز کے اس طرح کھانے سے کہ نماز کی شکل نہ بگڑے، نماز باطل نہیں ہوتی۔

﴿۵﴾ رکعات میں شک :

اگر دو رکعتی یا تین رکعتی نماز یعنی صبح یا مغرب کی نماز کی رکعتوں میں ایسا شک ہو جو غور وفکر کے بعد دور نہ ہو تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

اگر چار رکعتی نماز کی رکعتوں میں ایسا شک ہو کہ یہی نہ معلوم ہو کہ کتنی رکعتیں ادا کی ہیں تو بھی نماز باطل ہوجاتی ہے۔

نماز کے دوران شک کے احکام

﴿ ۱ ﴾ افعال یا اذکار نماز میں شک :

اگر یہ شک ایسے وقت میں ہو کہ ابھی اس عمل یا ذکر کا وقت نہیں گذرا ہو تو اس عمل یا ذکر کو بجالانا چاہیے ۔جیسے ، رکوع میں جانے سے پہلے شک کہ سورہ پڑھا ہے یا نہیں؟ تو پہلے سورہ پڑھے پھر رکوع کو بجالائے

یا

سجدہ سے سر اٹھانے اور تشہد شروع کرنے سے پہلے شک ہو کہ دوسرا سجدہ کیا یا نہیں ؟ تو پہلے دوسرا سجدہ کرے پھر تشہد ادا کرے

یا

تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت شک ہو کہ تشہد پڑھا یا نہیں ؟ تو بیٹھ جائے، تشہد کو پڑھے پھر بقیہ نماز کو ادا کرے ۔

اگر کسی ذکر یا عمل کا وقت گذرنے کے بعد اس کے بجالانے یا نہ بجالانے کے سلسلہ میں شک ہو تو اس شک پر توجہ دینے کی ضرورت نہیں ہے ۔

جیسے رکوع میں جانے کے بعد شک ہو کہ سورہ پڑھا تھا یا نہیں ؟

یا

سجدہ میں جانے کے بعد شک ہو کہ رکوع ادا کیا تھا یا نہیں ؟

یا

تشہد پڑھتے وقت شک ہو کہ دوسرا سجدہ کیا تھا یا نہیں ؟ اس شک پر توجہ دیئے بغیر نماز تمام کرلینا چاہیے ۔نماز صحیح ہے ۔

اگر نماز کا وقت گزرنے کے بعد شک ہو کہ نماز پڑھی تھی یا نہیں؟ یا شک ہو کہ نماز کو کامل ادا کیا یا نہیں؟ تو بھی شک پر توجہ نہ دے۔ نماز صحیح ہے۔

کثیر الشک یعنی جس شخص کو زیادہ شک ہوتا ہو اس کے لیے بھی ضروری ہے کہ وہ شک پر زیادہ توجہ نہ دے۔ عمل کے بجالانے پر اعتماد رکھے۔ اس کی نماز صحیح ہے۔

کثیر الشک ہونے کا معیار یہ ہے کہ پے در پے تین نمازوں میں ایک ہی طرح کا شک ہو یا ایک ہی نماز میں تین مرتبہ شک ہو۔ خواہ یہ شک کسی پریشانی یا خوف کی وجہ سے ہی کیوں نہ ہو۔

نماز جماعت میں شک کی صورت میں امام یا ماموم میں سے جو بھی دوسرے کی یاد دہانی پر توجہ دے، کافی ہے۔

﴿۲﴾ رکعتوں کی تعداد میں شک :

﴿الف﴾ جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے واجب نمازوں میں سے دو رکعتی یا تین رکعتی نمازوں کی رکعت میں کسی بھی قسم کے شک سے نماز باطل ہوجاتی ہے۔

﴿ب﴾ مستحب نمازوں کی رکعتوں میں شک بے ضرر ہے۔ نمازی کو اختیار ہے کہ جس پر جی چاہے بناء رکھ کر نماز تمام کرے۔

﴿ج﴾ اگر چار رکعتی نماز کی رکعتوں میں اس طرح شک ہو کہ اصلاً معلوم نہ ہوسکے کہ کتنی رکعتیں ادا کی ہیں

تو بھی نماز باطل ہے۔

﴿د﴾ اگر دوسرے سجدہ سے سر اٹھانے کے بعد شک ہو کہ ۲ رکعتیں بجالایا ہے یا ۳ تو تین پر بنا رکھ کر نماز پوری کرے اور سلام کے بعد ۲ رکعت بیٹھ کر یا ایک رکعت

کھڑے ہو کر بجالائے ۔ اس رکعت میں صرف سورہ حمد کی تلاوت کرے ۔

﴿ہ﴾ اگر ۲ یا ۴ کے درمیان شک ہو تب بھی ۴ پر بناء رکھ کر نماز پوری کرے اور سلام کے بعد ۲ رکعتیں کھڑے ہو کر نماز احتیاط بجالائے اور اس میں صرف سورۂ حمد کی تلاوت کرے ۔

﴿و﴾ اگر شک ہو کہ ۴ رکعتیں ادا کی ہیں یا ۵ ؟ تو :

☆ اگر شک دوسرے سجدے سے سر اٹھانے کے بعد ہو تو تشہد و سلام ادا کر کے نماز تمام کرے ، دو سجدے سہو بجالائے ۔

☆ اگر شک کھڑے ہوتے وقت یا قیام کی حالت ہو تو بیٹھ کر تشہد و سلام بجا لائے ۔ پھر نماز کے بعد ایک رکعت کھڑے ہو کر یا دو رکعت بیٹھ کر نماز احتیاط ادا کرے ۔

﴿ز﴾ اگر شک ۲ ، ۳ یا چار میں ہو تو چار پر بناء رکھ کر نماز تمام کرے ۔ پھر ایک رکعت کھڑے ہو کر یا دو رکعت بیٹھ کر نماز احتیاط بجا لائے ۔

نماز احتیاط اور اصل نماز کے درمیان فاصلہ نہیں ہونا چاہیے نیز اس میں نماز کی تمام شرائط ضروری ہیں ۔

سجدۂ سہو کے احکام

نماز میں بھولے سے بات کرنے یا بے موقعہ ایک سجدہ یا تشہد یا سلام بجا لانے کو '' سہوی زیادتی '' کہتے ہیں ۔ ان صورتوں میں نماز کے بعد دو سجدۂ سہو بجا لانا چاہیں ۔

نماز میں ایک سجدہ یا تشہد بھول جانے کی صورت میں نماز مکمل کر کے بھولے ہوئے سجدہ یا تشہد کی قضا بجا لائے ۔ پھر دو سجدۂ سہو بجا لائے ۔

سجدۂ سہو کا طریقہ :

سجدۂ سہو کا طریقہ یہ ہے :

نماز کے سلام کے فوراً بعد تکبیر کہہ کر سجدہ میں جائے ۔ پھر سجدہ سے سر اٹھا کر دوبارہ سجدہ کرے ۔ دونوں سجدوں کے بعد تشہد پڑھے ۔ تشہد کے بعد سلام پڑھے ۔

سجدۂ سہو کے سلام میں فقط :

السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاتہ کہنا کافی ہے ۔

مستحب ہے کہ ان سجدوں میں :

بسم اللہ و باللہ السلام علیک ایھا النبی و رحمة اللہ و برکاتہ

پڑھے ۔ کوئی اور ذکر بھی پڑھا جا سکتا ہے ۔

سجدۂ سہو میں نماز کے بعد جتنی بھی دیر ہو جائے ، کوئی حرج نہیں ۔

مسافر کی نماز

مسافر کے لیے ضروری ہے کہ وہ مذکورہ شرائط کے مطابق روزانہ کی واجب نمازوں میں سے چار رکعتی یعنی ظہر و عصر اور عشاء کی نمازوں کو قصر یا شکستہ یعنی دو رکعت بجالائے ۔

﴿ ۱ ﴾ اس کا سفر ۸ فرسخ یعنی ۴۸٫۸۵ / کیلو میٹر سے کم نہ ہو

البتہ ، اگر یہ ۴۴ کلو میٹر کا فاصلہ رفت و آمد دونوں فاصلے ملا کر ہو تب بھی کافی ہے ۔

ضروری نہیں کہ آنے اور جانے کے فاصلے برابر ہوں ۔ اگر ایک طرف کا فاصلہ تین فرسخ یعنی ۱۸٫۹۶ کیلو میٹر اور دوسری طرف کا پانچ فرسخ یعنی ۳۱٫۱۶ کیلو میٹر ہو تب

بھی کافی ہے۔

ضروری نہیں ہے کہ اسی دن واپس پلٹے۔

سفر کے مجموعی فاصلہ کی ابتداء گھر (یا جس جگہ سے سفر کا آغاز کیا جائے وہاں) سے منزل (یعنی جہاں ٹھہرا جائے) تک لحاظ کی جائے گی۔

اس میں شہر یا محلّہ کی انتہاء سے شہر کے دروازہ تک کا فاصلہ شرط نہیں ہے۔

﴿۲﴾ ضروری ھے کہ سفر کے آغاز ھی سے معین مسافت کا ارادہ رکھتا ھو۔

اگر شروع میں کم مسافت طے کرنے کا ارادہ ہو بعد میں باقی کا ارادہ کرے تو کافی نہیں ہوگا۔

اگر دوسرے ارادہ میں پوری مسافت کا ارادہ کرلے تو کافی ہوگا۔

اگر شروع میں مسافت کا ارادہ نہ کرے لیکن سفر کرتے کرتے ایسی جگہ پہنچ جائے جہاں سے واپسی کی مسافت آٹھ فرسخ یعنی ۴۸،۸۵ کیلومیٹر ہو تو اسی وقت سے قصر پڑھنا شروع کردے۔

مسافت کے ارادہ یا قصد سے مراد مسافت کا علم ہے، خواہ کسی کے ساتھ سفر کرنے کے سبب ہی کیوں نہ ہو۔

اگر راستہ میں ارادہ بدل لے، باقی راستہ نیز واپسی کا راستہ ملا کر ۸/فرسخ یعنی ۴۸،۸۵ کیلومیٹر کے برابر ہو تو نماز قصر ہے۔ ورنہ پوری نماز ادا کرے۔

جو نمازیں سفر کی تکمیل کے ارادہ سے پلٹنے سے پہلے ادا کی جا چکی ہوں انکی قضا یا اعادہ یعنی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

احتیاطاً یا استحباباً اعادہ یا قضا کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿۳﴾ سفر حرام نہ ہو :

اگر خدانخواستہ حرام عمل انجام دینے یا ماں باپ یا شوہر کی رضایت کے بغیر (یعنی ماں باپ کو اس کے سفر سے تکلیف اور رنج نہیں ہونا چاہیے) سفر کرے تو نماز پوری پڑھے۔

واجب سفر جیسے حِجَّۃُ الْاِسلام (یعنی واجب حج) کے سفر میں والدین یا شوہر کی اجازت و رضایت ضروری نہیں ہے۔

اگر سفر کا اصلی مقصد گناہ یا معصیت کا ارتکاب نہ ہو لیکن خدانخواستہ سفر کے دوران عمل حرام انجام پاجائے تو یہ سفر حرام نہیں ہوگا۔ نماز قصر رہے گی۔

اگر سفر تفریح اور شکار کے لیے کیا جائے تو حرام نہیں ہوگا۔ نماز قصر ہوگی۔

﴿۴﴾ خانہ بدوش نہ ہو :

نماز کے قصر ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسافر خانہ بدوش نہ ہو۔ خانہ بدوشوں کی آمد و رفت سفر شمار نہیں ہوتی۔

﴿۵﴾ سفر، مسافر کے پیشے کی ماہیت کا جزو نہ ہو :

نماز قصر ہونے کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ جو سفر انجام پا رہا ہو وہ مسافر کے پیشہ کی ماہیت میں داخل نہ ہو۔

بسوں، ٹیکسیوں اور ٹرکوں کے وہ ڈرائیور یا وہ پائیلٹ اور ملاح جو مسافر اور سامان کے نقل و انتقال کا کام انجام دیتے ہیں یا ڈاکیے جو ایک شہر سے دوسرے شہر ڈاک لے جاتے ہیں، یا چوپان یا اس قسم کے دوسرے پیشہ والے لوگ اپنے فریضہ یا

ڈیوٹی کی ادائیگی کے لیے جو سفر کرتے ہیں ۔ ان کو اپنے سفر کے دوران نماز پوری پڑھنا چاہیے ۔

وہ لوگ جن کے لیے سفر ان کے پیشہ کی ماہیت میں نہیں ہے لیکن انہیں مجبوراً سفر کرنا پڑتا ہے ۔ جیسے ،

تاجر ، جسے سامان خریدنے کے لیے بار بار سفر کرنا پڑتا ہے یا ملازم جسے اپنی ملازمت کی خاطر یا ملازمت کے دوران بعض ذمہ داریوں کی ادائیگی کے لیے سفر کرنا پڑتا ہے ۔

ان لوگوں کا سفر ان کے پیشہ کی ماہیت شمار نہیں ہوگا ۔ یہ سفر میں نماز قصر کریں گے ۔

جس کا سفر اس کے مشغلہ کی ماہیت کا جزو ہو ، وہ اگر تفریح ، زیارت ، حج یا اسی نوعیت کے کسی ذاتی سفر پر جائیں تو اس سفر میں اس کی نماز قصر ہوگی ۔

﴿۶﴾ مسافر کا حدّ ترخص تک پہنچنا :

اگرچہ سفر کی مسافت کا آغاز گھر یا اس مقام سے ہوگا جہاں سے سفر شروع کیا جائے ۔

لیکن ،

نماز اسی وقت قصر کی جا سکتی ہے جب مسافر حد ترخص تک پہنچ جائے ۔

حد ترخص سے مراد وہ مقام ہے جہاں سے شہر کی معمولی اذان مسافر کے کانوں تک نہ پہنچے اور شہر کی دیوار کے کنارے کے لوگ مسافر کو نہ دیکھ سکیں ۔ عموماً یہ مسافت ایک کیلو میٹر ہوتی ہے ۔

محل اقامت

تعریف :

سفر کے دوران اگر کسی جگہ دس دن یا اس سے زیادہ رہنے کا ارادہ ہو تو اس جگہ کو شرعی اصطلاح میں ''محلِ اقامت'' کہتے ہیں۔

احکام :

محل اقامت میں پنجگانہ نمازیں پوری پڑھنا چاہیے۔ روزہ بھی رکھنا چاہیے۔

کسی جگہ قصد اقامت کے معانی یہ نہیں ہیں کہ انسان دس دن وہاں اس طرح رہے کہ وہاں سے باہر نہ جائے۔

مراد یہ ہے کہ وہ اس جگہ کو اپنے رہنے اور اقامت کی جگہ قرار دے۔ خواہ اس دوران تفریح یا دوسرے کاموں کیلئے اطراف کے شہروں میں آمد و رفت بھی رکھے۔ اس آمد و رفت میں رات بھر شہر سے باہر رہ سکتا ہے۔ ضروری ہے کہ اپنی واپسی کی جگہ اسی شہر کو قرار دے۔

اگر کوئی شخص کسی شہر یا جگہ کو ملازمت یا تحصیل (پڑھائی) کے لیے محل اقامت (ٹھہرنے یا رہنے کی جگہ) قرار دے لیکن راتیں گذارنے کے لیے یا ہفتہ وار یا ہر چند دنوں کے بعد کچھ دن کے لیے اپنے وطن یا والدین کے پاس واپس جائے تو محل اقامت یعنی اپنی ملازمت یا تحصیل کی جگہ یا شہر میں اس کی نماز پوری ہوگی۔ روزہ بھی رکھنا ہوگا۔

خواہ :

ہر مرتبہ وہ اس جگہ دس دن سے کم ہی کیوں نہ ٹھہرے یا اس کی تحصیل یا ملازمت کے سلسلہ میں اوقات کی مدت چند سالوں پر ہی مشتمل کیوں نہ ہو۔

اگر کسی کا کارخانہ یا زراعتی زمین اس کے وطن سے دور ہو۔ یہ فاصلہ ۸ فرسخ یعنی ۴۴ کیلو میٹر یا اس سے زیادہ ہو۔ اسے اس جگہ کئی مرتبہ جانا پڑتا ہو۔ اب اگر سال میں مجموعی طور پر اس کا وہاں جانا چھ مہینے یا ۱۸۰ دن پر مشتمل ہو

تو وہاں اس کی نماز پوری ہوگی۔ وہ جگہ اس کے لیے وطن شمار ہوگی۔

اگر کوئی شخص کسی جگہ دس دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے۔ بعد میں ارادہ بدل دے اور دس دن سے پہلے سفر کا ارادہ کرے تو:

﴿الف﴾: اگر وہ کوئی ایک نماز پوری پڑھ چکا ہو تو اسے باقی دنوں میں بھی پوری نمازیں پڑھنا ہوں گی۔

لیکن،

﴿ب﴾: اگر اس نے ارادہ بدلنے سے پہلے کوئی نماز پوری ادا نہ کی ہو تو اسے سب نمازیں قصر ادا کرنا ہوں گی۔

دس دن ٹھہرنے کے ارادے سے مراد:

﴿الف﴾: پہلے دن کی صبح سے دسویں دن کے غروب تک یا،

﴿ب﴾: پہلے دن کی دوپہر سے دسویں دن کی دوپہر تک ہے۔

ضروری نہیں ہے کہ دس دن اور راتوں تک ٹھہرنے کا ارادہ کرے۔

اگر کوئی شخص کسی جگہ دس دن ٹھہرنے کا ارادہ کرے۔ بعد میں مزید ٹھہرنے کا ارادہ کرے تو اس پر اقامت کا حکم لاگو ہوگا۔ اسے پوری نماز پڑھنا ہوگی۔

اگر کوئی مسافر کسی جگہ دس دن سے کم ٹھہرے۔ اسے اپنے کام کے سبب مزید رکنا پڑ جائے لیکن، اس دوران وہ دس دن رکنے کا فیصلہ بھی نہ کر سکے

چنانچہ ، اگر یہ صورت لمبی مدت تک برقرار رہے تو اسے تیس دن تک اپنی نمازیں قصر ادا کرنا ہوں گی ۔

البتہ ، اگر یہی صورت تیس دن سے زیادہ بڑھ جائے تو تیس دن کے بعد خواہ کم ہی دن کیوں نہ رکے ۔ نمازیں پوری ادا کرنا ہوں گی ۔

اماکن اربعہ

مشہور ہے کہ چار مقامات پر مسافر کو اختیار ہے کہ وہ چاہے نماز پنجگانہ پوری پڑھے چاہے قصر ۔

یہ چار مقامات :

﴿۱﴾ مسجد الحرام

﴿۲﴾ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

﴿۳﴾ مسجد کوفہ

﴿۴﴾ حرم حسینی علیہ السلام

یہ حکم تین مسجدوں کیلئے خواہ وہ کتنی بھی وسیع ہو جائیں نیز حرم امام حسین علیہ السلام کے لیے ثابت ہے ۔لیکن ،بہتر ہے مسافر ان مقامات پر دس دن رہنے کا ارادہ کر کے مکمل نماز ادا کرے ۔

نماز جماعت

اسلام میں پنجگانہ نمازوں یعنی ظہر وعصر ومغرب وعشاء کو جماعت خصوصاً مسجد میں جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے ۔

جو شخص نماز جماعت میں شرکت کے سلسلہ میں سستی برتے اسے برا بھلا کہا گیا ہے۔

جماعت کی نماز کا ثواب امام اور ماموم دونوں کیلئے کئی گنا لکھا جاتا ہے۔ کبھی کبھی تو اس ثواب کا شمار بھی ممکن نہیں ہوتا۔

امام جماعت کی شرائط

امام جماعت یا پیشنماز کیلئے کچھ شرائط ہیں کہ وہ:

﴿۱﴾ مومن ہو

﴿۲﴾ احکام اسلام کو جانتا ہو

﴿۳﴾ ان پر اعتقاد رکھتا ہو

ضروری ہے۔ جماعت میں:

﴿۱﴾ ماموین مل کر کھڑے ہوں

﴿۲﴾ صفیں سیدھی رہیں

﴿۳﴾ امام اور مرد ماموین کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو۔

﴿۴﴾ اگر خواتین جماعت میں شرکت کریں تو:

﴿الف﴾: یا تو مردانہ صفوں کے پیچھے کھڑی ہوں

﴿ب﴾: اگر مردوں کے برابر کھڑی ہوں تو بیچ میں پردہ ڈالا جائے۔

اگر امام میں وہ تمام اوصاف نہ ہوں جو ذکر کئے جاچکے ہیں تو ماموم کو چاہیے کہ وہ حمد و سورہ کو آہستہ آہستہ پڑھے۔

امام جماعت، ماموین سے بلند جگہ پر کھڑا نہ ہو۔ اگر امام ماموین سے نیچے ہو تو درست ہے۔

جب تک امامِ جماعت رکوع میں ہو جماعت میں شامل ہوا جا سکتا ہے۔

اگر امام اور ماموم کی رکعتیں مختلف ہوں تو ماموم کے لیے مستحب ہے کہ امام کے تشہد پڑھتے وقت بیٹھے بیٹھے تھوڑا سا بلند ہو اور امام کے ساتھ تشہد پڑھے۔

اگر امام کی تیسری رکعت کے دوران ماموم کی دوسری یا پہلی رکعت ہو تو ماموم کو چاہیے کہ حمد و سورہ کو آہستہ آہستہ پڑھے۔ ضروری نہیں ہے کہ مکمل کرے۔

اگر حمد یا سورہ کے مکمل ہونے سے پہلے امام رکوع میں چلا جائے تو ماموم کو چاہیے کہ حمد و سورہ کو اسی جگہ پر چھوڑ کر رکوع میں چلا جائے۔

قضاء نمازیں

جس شخص نے اپنی واجب نمازیں نہ پڑھی ہوں یا غلط پڑھی ہوں، اس کے لیے واجب ہے کہ قضاء بجا لائے۔

قضا نمازوں کی ادائیگی کے لیے ضروری ہے کہ جس طرح قضا ہوئی ہو اسی طرح ادا کی جائیں۔ حالت سفر کی قضا نمازیں قصر ادا کی جائیں۔ اقامت کی قضا نمازیں مکمل ادا کی جائیں۔ خواہ ادا کے وقت سفر میں ہو یا حضر میں۔

البتہ کوئی نماز ایسی صورت میں قضا ہوئی ہو کہ حضر میں نماز کا وقت آچکا ہو اور نماز ادا کرنے بھر حضر میں رہنے کے بعد سفر پر گیا ہو تو اس قسم کی قضا نماز کو پوری ادا کرے۔ حالانکہ اگر اسے وقت پر حالت سفر میں ادا کرتا تو قصر ہی ادا کرتا۔

اماکن اربعہ میں قضا ہونے والی نمازیں پوری ادا کرنا چاہیے۔

قضا نمازوں کو تیمم یا جبیرہ کے ساتھ ادا کیا جاسکتا ہے۔

جو نمازیں اس وقت قضا ہوئی ہوں جب انسان قیام کی حالت میں نماز ادا کرنے کے قابل ہو تو انسان کو اسی حالت قیام میں ان کی قضا ادا کرنا چاہیے۔ البتہ اگر ایسی صورت ہو کہ قیام ممکن نہ ہو تو صحت یاب ہونے کا انتظار کرے۔

البتہ اگر اس طرح بیمار ہو کہ ٹھیک ہونے کی امید نہ ہو تو بیٹھ کر ادا کر سکتا ہے۔

جو نمازیں عذر کی حالت میں تمام شرعی ضوابط کو مدنظر رکھ کر پڑھی جائیں۔ عذر برطرف ہونے کے بعد ان کا دوبارہ پڑھنا یا بجا لانا ضروری نہیں۔ یعنی اگر عذر کی حالت میں نماز ادا کرنے کے بعد عذر برطرف ہو جائے اور وقت باقی ہو تب بھی نماز دہرانے کی ضرورت نہیں بشرطیکہ اسے پہلے سے یہ اندازہ نہ ہو کہ عذر جلدی برطرف ہو جائے گا۔

قضا نمازوں کی ادائیگی میں دنوں کی ترتیب کی رعایت شرط نہیں ہے۔ ایک ہی دن کی نمازوں میں اوقات کی ترتیب سے ادا کرنا ضروری ہے۔

والدین کی قضا نمازوں کی ادائیگی میں جہر و اخفات کی مراعات میں ادا کرنے والے کے فریضہ کی مطابقت شرط ہے نہ کہ مرحومین کے فریضہ کی مطابقت، مثلاً باپ کی قضا نمازیں اگر بیٹی ادا کرے تو اخفات کرے یا ماں کی قضا نمازیں اگر بیٹا ادا کرے تو جہر کرے۔

والدین کی قضا نمازوں کی ادائیگی احتیاط واجب کے طور پر بڑے فرزند پر واجب ہے۔ بشرطیکہ والدین نے یہ نمازیں جان بوجھ کر قضا نہ کی ہوں۔

ضروری نہیں ہے کہ اولاد اکبر یہ نمازیں خود ادا کرے بلکہ اپنے پیسوں سے کسی

کو اجرت دے کر ادا کرواسکتا ہے۔

اگر ماں باپ وصیت کریں کہ ان کے ثلث مال سے نمازیں ادا کی جائیں تو یہ وجوب فرزند اکبر سے ساقط ہو جائے گا۔

روزہ

تعریف :

حکم خدا کی بجا آوری کی خاطر فجر صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک کھانے پینے نیز ارادتاً مجنب ہونے سے پرہیز کرنے کا نام روزہ ہے۔

وجوب :

بنیادی طور پر ہر مکلف پر ہر سال ماہ رمضان کے روزے واجب ہیں۔

ان روزوں کے وجوب کی چند شرطیں ہیں۔

﴿۱﴾ بلوغ :

بلوغ سے مراد:

لڑکوں کا محتلم ہونا یا سولہویں سال میں داخل ہونا ہے۔

لڑکیوں کا حیض دیکھنا یا چودھویں سال میں داخل ہونا ہے۔

﴿۲﴾ رؤیتِ ھلال :

رؤیت ہلال سے مراد شعبان کی ۲۹ تاریخ کو پہلی ماہ رمضان کا چاند دیکھا جانا یا ماہ شعبان کے تیس دن مکمل ہوجانا ہے۔

ثبوت رؤیت ہلال :

رؤیت ہلال چند طریقوں سے ثابت ہوتا ہے :

﴿۱﴾ ماہ شعبان کی انتیسویں شب کو :

☆خود چاند دیکھنا

☆ کسی ایک ایسے عادل شخص (خواہ مرد ہو یا عورت) کی گواہی جو مکلف کے نزدیک قابل اعتماد ہو بشرطیکہ مکلف کو اطمینان ہو کہ وہ غلطی نہیں کر رہا ہے۔

☆حاکم شرع کے نزدیک عادل گواہوں کی گواہی کے بعد اس کی طرف سے رسمی اعلان۔

کسی ایک جگہ پر رؤیت ہلال، دوسری جگہوں کیلئے اس صورت میں حجت ہے جب وہ جگہیں آپس میں ہم افق ہوں۔

اگر ان جگہوں کے افق میں زیادہ اختلاف ہو تو ایک جگہ کی رویت دوسری جگہ کے لیے حجت نہیں ہوگی۔

﴿۲﴾ مہینے کے تیس دن پورے ہوجانے پر :

ماہ شعبان کی ۲۹ ویں تاریخ کو رویت یا ۳۰ ر دن پورے ہونے پر ماہ رمضان کے روزے واجب ہوجاتے ہیں۔

عید فطر اور عید قربان کے دن روزہ رکھنا حرام ہے۔

جس دن شک ہو کہ ماہ رمضان ہے یا نہیں؟ اس دن روزہ رکھے مگر ماہ رمضان کے روزہ کی نیت نہ کرے۔

البتہ اگر بعد میں معلوم ہو کہ ماہ رمضان تھا تو وہ روزہ کافی ہوگا۔ اس دن کے

روزے کی قضا ضروری نہیں ہوگی۔

جس کے لیے روزہ نقصان دہ ہو وہ روزہ نہیں رکھ سکتا۔

ایسا شخص اگر روزہ رکھ لے اور روزہ کے سبب اس کا کوئی عضو خراب ہوجائے جیسے اندھا ہو جائے یا کسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہو جائے تو اس دوران رکھے ہوئے روزے باطل ہوں گے۔

لیکن اگر اس کے کسی عضو کو نقصان نہ پہنچے تو اس نے برا کام ضرور کیا ہے مگر اس کا روزہ صحیح ہے۔

اگر نقصان کا اندیشہ ہو تو روزہ چھوڑا جاسکتا ہے۔ اس کے لیے یقین شرط نہیں ہے۔ البتہ اندیشہ عقلی طور پر واقعی ہونا چاہیے یا کسی متدین ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق ہو۔

احکام:

انجکشن یا ڈرپ لگوانے سے روزہ باطل نہیں ہوتا۔ خواہ وہ کسی بھی نوعیت کے ہوں۔

سانس کے مریض جو اسپرے استعمال کرتے ہیں اس سے بھی روزہ باطل نہیں ہوتا۔

حیض اور نفاس کے خون دیکھنے سے روزہ باطل ہو جاتا ہے۔ خواہ غروب آفتاب سے کچھ ہی دیر پہلے کیوں نہ ہو۔ اس دن کے روزہ کی قضا واجب ہے۔

اگر طلوع فجر سے پہلے مجنب ہو جائے یا حیض و نفاس سے پاک ہوجائے تو طلوع فجر سے پہلے غسل کرنا ضروری ہے۔ اگر غسل ممکن نہ ہو تو تیمم کرے۔

جو چیزیں روزہ دار پر حرام ہیں وہ اگر روزہ دار سہواً یعنی بھولے سے انجام دے تو روزہ باطل نہیں ہوگا۔

خواہ روزہ واجب ہو یا مستحب۔

مریض اور مسافر ماہ رمضان میں روزہ نہیں رکھ سکتا۔ قضا واجب ہے۔

اگر مسلمان کسی عذر کے بغیر عمداً یعنی سوچ سمجھ کر اپنے ارادے سے روزہ نہ رکھے تو اس پر قضا کے علاوہ کفارہ بھی واجب ہے۔ عمداً روزہ نہ رکھنے کا کفارہ پے در پے ساٹھ روزے رکھنا یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔

اگر کوئی شخص بڑھاپے یا مستقل بیماری کے سبب روزہ نہ رکھ سکے تو اسے ہر روزہ کے بجائے ایک مُد یعنی ۷۵۰ گرام گندم یا اسی جیسی کوئی چیز فدیہ کے طور پر فقیر کو دینا چاہیے۔

☆ جو شخص عذر کے سبب ماہ رمضان کے روزے نہ رکھے۔ سال کے اختتام تک بغیر عذر کے قضا نہ بجالائے۔ اسے قضا کے علاوہ ہر روز کے بدلے ایک مد طعام یعنی ۶۵۰ گرام گندم وغیرہ فدیہ بھی فقیر کو دینا ہوگا۔

☆ جو شخص عذر کے سبب ماہ رمضان کے روزے نہ رکھے اور یہ عذر آئندہ برس تک باقی رہے، جس کے سبب وہ سال کے دوران روزوں کی قضا نہ کرسکے تو ایسی صورت میں آئندہ برس اسے فقط ''فدیہ'' یعنی فقیر کو ایک مُد یعنی ۶۵۰ گرام گندم دینا ہوگی۔ قضا بجالانا ضروری نہیں ہے۔

☆ ماں باپ کے روزہ کی قضا بھی احتیاطاً بڑے بیٹے پر واجب ہے۔

روحانی و مالی

عبادتیں :

☆ خمس ☆ صدقه

☆ زکوٰة ☆وقف

☆ هبه ☆وصیت

خمس

تعریف :

خالص منافع یعنی سال بھر کی بچت کا پانچواں حصہ نکال کر راہِ خدا میں دینا خمس کہلاتا ہے۔

خمس مالی عبادات میں سے اہم عبادت ہے۔

احکام :

ہر مکلّف کے لیے ضروری ہے کہ وہ کسی بھی ملازمت، تجارت، کھیتی باڑی، مویشی پروری، باغبانی، معدنیات، وراثت، ہبہ وغیرہ سے حاصل ہونے والے خالص منافع سے پانچواں حصہ یعنی ۲۰% اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اس کے راستہ میں نکالے۔

خالص منافع سے مراد وہ مال، شئے، جنس یا رقم ہے جو کسی بھی مکلّف کے ضروریات زندگی اور سال بھر کے ضروری اخراجات کے بعد اس کے پاس بچے۔ خواہ یہ چیزیں ان کاموں کی تکمیل کی خاطر کئی برس تک جمع رہیں۔ نیز یہ چیزیں خواہ جنس کی شکل میں ہوں یا رقم کی شکل میں۔

بعض اموال اور چیزیں جو عام طور سے لازمی ضرورتوں مثلاً بیٹی کا جہیز، شادی بیاہ، مکان وغیرہ کے لیے جمع کی جاتی ہیں۔ ان پر خمس ضروری نہیں ہے۔

عام طور سے روز مرہ ضرورتوں کی جو چیزیں ماہانہ یا ہفتہ وار خریدی جاتی ہیں۔

خمس کی تاریخ آنے پر اگر ان میں سے کچھ بچا ہو تو اس پر بھی خمس نہیں ہے۔ بشرطیکہ اس کی مقدار متعارف حد تک ہو۔ مثلاً ۱۰ رکیلو چاول سے ۵ رکیلو بچ گئے۔ ایک کیلو چائے سے آدھا کیلو بچ گئی وغیرہ۔

لیکن،

اگر سالانہ بنیادوں پر خریداری کی جاتی ہو اور خمس کی تاریخ آنے پر اس میں سے باندازۂ کافی بچ جائے تو اس پر خمس ادا کرنا ضروری ہے۔

جو اموال ارث یا ہبہ کے ذریعہ ملیں۔ وہ سال کے فوائد میں شمار ہوں گے۔ ان میں سے سال بھر کے مخارج کے بعد جو کچھ بچے اس پر بھی خمس واجب ہے۔

جس مال میں نعوذ باللہ حرام کی ملاوٹ ہو وہ ''مالِ مخلوط بالحرام'' کہلاتا ہے۔ اگر خدانخواستہ کسی کے پاس ایسا مال ہو جس میں حرام مال مل گیا ہو۔ اسے اس حرام مال کی مقدار اور اس کا اصل مالک معلوم نہ ہو تو اس پر خمس نکالنے کے بعد اس شخص کے لیے اس مال کا استعمال جائز ہے۔

لیکن اگر مقدار تو معلوم نہ ہو لیکن یہ معلوم ہو کہ ملے ہوئے حرام مال کی مقدار خمس سے زیادہ ہے تو زیادہ مال نکالنا ہوگا۔

اسی طرح اگر اجمالی طور پر حرام طریقہ سے ملے ہوئے مال کے مالک کا علم ہو یا اجمالی طور پر اس کی مقدار مثلاً چوتھا یا تیسرا حصہ معلوم ہو تو ضروری ہے کہ امکان کی صورت میں مالک کو دیا جائے، یا مالک کو راضی کیا جائے، یا اگر مالک تک دسترسی نہ ہو تو اجمالی طور پر معلوم مقدار کی رقم مالک کی طرف سے صدقہ کے طور پر دی جائے۔

ادائیگی :

ضروری ہے کہ خمس ، سہم امام علیہ السلام اور سہم سادات دونوں حصے فقیہ جامع الشرائط کو دیئے جائیں ۔

اگر سہم سادات خود دینا ضروری ہو تو فقیہ جامع الشرائط سے اجازت لے کر دیا جائے ۔ کیونکہ ان کے مخارج کی صحیح تشخیص وہی دے سکتا ہے ۔

خمس کے مخارج :

فقیہ جامع الشرائط یا ولی امر مسلمین کو چاہیے کہ نص قرآنی کے مطابق خمس دو بڑے حصوں میں تقسیم کر کے خرچ کرے :

﴿۱﴾ سہم امام :

اللہ تعالیٰ یا ولی امر مسلمین کا حصہ جسے فقہی اصطلاح میں سہم امام کہتے ہیں ۔

یہ حصہ دین کی ترویج ، استحکام اور تبلیغ و تعلیم کے کاموں یعنی علماء ، فقہاء ، مدارس وغیرہ کے اخراجات کی تامین کے لیے خرچ کیا جائے ۔

﴿۲﴾ سہم سادات :

رسول و آل رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ جو فقہی اصطلاح میں سہم سادات کہلاتا ہے ۔

یہ حصہ سادات بنی فاطمہ و سادات بنی ہاشم کے یتیموں ، ضرورتمندوں اور مسافروں وغیرہ کی سرپرستی نیز ان کے مخارج کی تکمیل یا قرضوں کی ادائیگی کے لیے خرچ کیا جانا چاہیے ۔

زکاۃ

زکاۃ اسلام کے اہم مالی واجبات میں سے ہے۔ اس کے ادا نہ کرنے والے کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا گیا ہے۔

زکاۃ کی دو قسمیں ہیں:

﴿۱﴾ زکاۃ فطر

﴿۲﴾ زکاۃ مالی

﴿الف﴾ زکاۃ فطر:

زکاۃ فطر ماہ رمضان کے تیس روزے مکمل کرنے کے شکرانہ کے طور پر مسلمان پر واجب ہے۔

اس کی مقدار ایک صاع (=۴ر مُد) یعنی ۲ء۷۲۳ کیلوگرام کے برابر طعام یعنی گندم، جو، چاول یا خرما ہے۔

زکاۃ فطر کی ادائیگی ہر اس مکلف پر واجب ہے۔ جو شب عید فطر بالغ ہو جائے۔

ہر مکلف کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی اور ان تمام افراد کی جانب سے زکاۃ فطر ادا کرے جو اس کی کفالت میں ہوں۔ جن کا نان و نفقہ یعنی کھانا پینا اور رہائش وغیرہ اس کے ذمہ ہو۔ خواہ وہ ایسا بچہ ہو جو ماہِ رمضان کی آخری تاریخ یعنی شب عید کے غروب آفتاب سے پہلے پیدا ہوا ہو۔

مہمان کا فطرہ خود مہمان پر ہے۔

مہمان کا فطرہ صرف اس صورت میں میزبان پر واجب ہے جب وہ عرف میں

میزبان کے اہل وعیال میں شمار ہوتا ہو۔ یعنی اس کا نان ونفقہ اور رہائش وغیرہ میزبان کے ذمہ ہو۔

جو مہمان کسی میزبان کی کفالت میں ہو وہ اگر اپنا فطرہ خود نکالنا چاہے تو بہتر یہ ہے کہ وہ میزبان کی طرف سے نیت کر کے نکالے۔ اس صورت میں میزبان پر سے اس کے فطرہ کی ادائیگی ساقط ہوجائے گی۔

زکاۃ فطر ضروری ہے کہ عمومی خوراک کی جنس یعنی گیہوں، چاول، گوشت وغیرہ سے ہو۔ لیکن ان چیزوں کے بجائے ان کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔

زکاۃ فطر مومنین میں سے فقراء کو دی جانا چاہیے۔ خاص طور سے عزیز و اقربا اور ہمسایہ وغیرہ کو۔ زکاۃ فطر جن لوگوں کو دی جائے ان کے لیے واضح ہونا چاہیے کہ وہ اسے حرام میں خرچ نہیں کریں گے۔

ایک شخص کو کئی اشخاص کا فطرہ دیا جاسکتا ہے۔

زکاۃ فطر ان لوگوں کو نہیں دیا جاسکتا جو خود فطرہ نکالنے والے کی کفالت میں ہوں۔

زکاۃ فطر کے لیے ضروری ہے کہ عید کے دن نماز ظہر سے پہلے نکال دیا جائے۔ اسی طرح فطرہ عید کے دن نماز ظہر سے پہلے مستحق افراد تک پہنچانا بھی ضروری ہے۔

اگر زیادہ مستحق افراد کی تلاش کے سلسلہ میں دیر کے سبب ادائیگی میں تاخیر یا دیر ہو جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ دیر خواہ کتنی ہی طولانی کیوں نہ ہو۔

فطرہ نکال دینے کے بعد اگر جنس کو پیسے میں تبدیل کر دیا جائے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿ب﴾ زکاۃ مالی :

زکاۃ مالی :

﴿۱﴾ ہر مسلمان پر واجب نہیں ۔

﴿۲﴾ صرف ان لوگوں پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہوں ۔

﴿۳﴾ ہر چیز پر واجب نہیں ۔ صرف نو چیزوں پر اس وقت واجب ہے جب وہ نصاب کی حد تک پہنچ جائیں ۔

﴿۴﴾ یہ نو چیزیں اور ان کا نصاب رسول اکرم ﷺ نے معین فرما کر حد قائم کر دی ہے ۔

﴿۵﴾ کسی کو حق نہیں ہے کہ ان کی تعداد یا نصاب میں رد و بدل کرے ۔

زکاۃ کا تعلق انسان کے ذمہ سے ہے ۔ یعنی ایسا نہیں ہے کہ زکاۃ کا تعلق فقط مال سے ہے کہ اگر زکاۃ واجب ہونے کے بعد ادا کرنے سے پہلے مال ضائع ہو جائے تو زکاۃ معاف ہو جائے گی ۔ بلکہ جب کسی پر زکاۃ واجب ہو چکی ہو اور کسی سبب سے اس نے زکاۃ ادا نہ کی ہو ۔ پھر مال ضائع ہو جائے ۔ تب بھی اسے زکاۃ ادا کرنا ہوگی ۔

یہاں ہم ان نو چیزوں کے نام اور ان کے نصاب کی تفصیل بیان کریں گے ۔

اشیاءِ نُہ گانہ :

جن نو (۹) چیزوں پر زکاۃ واجب ہے ، ان کے نام یہ ہیں :

﴿۱﴾ سونا

﴿۲﴾ چاندی

﴿۳﴾ گندم

﴿۴﴾ جو

﴿۵﴾ خرما

﴿۶﴾ منقیٰ

﴿۷﴾ بھیڑ، بکری

﴿۸﴾ گائے

﴿۹﴾ اونٹ

ان نو چیزوں کے علاوہ باقی چیزوں مثلاً چاول، بھینس، دالوں، پھلوں یا سونے چاندی کے علاوہ کاغذ، چمڑے یا دوسری دھاتوں کے بنے ہوئے رائج الوقت سکوں پر زکاۃ واجب نہیں ہے۔

نصاب :

ان نو چیزوں پر زکوٰۃ کے وجوب کے شرائط اور نصاب الگ الگ ہیں :

(۱ و ۲) سونا اور چاندی :

شرطیں :

سونے اور چاندی پر زکوٰۃ کی شرطیں درج ذیل ہیں :

﴿۱﴾ سونا یا چاندی رائج الوقت سکہ کی شکل میں ہو۔

﴿۲﴾ بازار میں ان سکوں سے خرید وفروخت رائج ہو۔

﴿۳﴾ ان سکوں کا وزن معین نصاب کے مطابق ہو۔

﴿۴﴾ نصاب بھر کے سکے سال بھر تک ایک ہی حالت میں محفوظ رہیں۔ زیور

کے طور پر استعمال نہ ہوں ۔ نہ ہی قرض دیئے جائیں ۔ نہ کم ہوں ۔ بدلے ، بیچے اور خریدے نہ جائیں ۔ نہ تحفہ یا ہدیہ کے طور پر دیئے جائیں ۔ سال سے مراد چاند کے گیارہ مہینوں کا مکمل ہو کر بارہویں مہینہ کا شروع ہے ۔ یعنی اگر یہ سکے گیارہ مہینے تک ایک ہی حالت میں رہیں تو بارہویں مہینے کے آغاز پر زکوٰۃ ادا کرنا ہوگی ۔ لیکن ، نئے سال کا آغاز بارہویں مہینے کی تکمیل کے بعد ہوگا ۔

نصاب :

﴿الف﴾ سونے کا نصاب :

سونے کے دو نصاب ہیں :

﴿۱﴾ سونے کے رائج الوقت سکہ کا پہلا نصاب یہ ہے

کہ ان کا مجموعی وزن ۲۰ مثقال شرعی یعنی ۸۵ گرام ہو (آج کل کے اوزان کے مطابق مثقال شرعی تقریباً ۴٫۲۵ گرام کے برابر ہے) ۔

﴿۲﴾ سونے کے رائج الوقت سکہ کا دوسرا نصاب چار مثقال شرعی یعنی ۱۷ گرام ہے ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب ۲۰ مثقال یعنی ۸۲ گرام پر مزید چار مثقال یعنی ۱۷ گرام اضافہ ہو تو ۲۴ / مثقال یعنی ۱۰۲ گرام پر زکوٰۃ ہے ۔ اگر ۲۳٫۷۵ مثقال یا اس سے کم ہو تو فقط ۲۰ / مثقال ۸۲ گرام پر زکوٰۃ ہے ۔ باقی پر نہیں ہے ۔ اسی طرح چار چار مثقال یعنی ہر ۱۷ گرام کے اضافہ پر زکوٰۃ ہوگی اس سے کم اضافہ پر زکوٰۃ نہیں ہوگی ۔

مثلاً : ۲۴ / ۲۸ / ۳۲ / ۳۶ / ۴۰ / ۴۴ مثقال پر زکوٰۃ ہوگی لیکن اگر ۲۳ ، ۲۷ / ۳۱ / ۳۵ / ۳۹ / یا ۴۳ تو ۲۰ / ۲۴ / ۲۸ / ۳۲ / ۳۶ / ۴۰ مثقال پر زکوٰۃ ہوگی ، زائد ۳

رمثقال پر زکوٰۃ نہیں ہوگی۔

﴿ب﴾ چاندی کا نصاب :

چاندی کے بھی دو نصاب ہیں۔

﴿۱﴾ چاندی کے رائج الوقت سکوں کا پہلا نصاب یہ ہے کہ ان کا مجموعی وزن ۱۰۵ مثقال شرعی یعنی ۴۴۶٫۲۵ گرام ہو۔

﴿۲﴾ چاندی کے رائج الوقت سکوں کا دوسرا نصاب ۲۱ رمثقال شرعی یعنی ۸۹٫۲۵ گرام ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر چاندی کے رائج الوقت سکوں کا وزن ۱۰۵ سے بڑھ کر ۱۲۶، ۱۴۷، ۱۶۸، ۱۸۹، ۲۱۰ مثقال ..... ہو جائے اور اس کا مکمل وزن ۱۰۵ سے بڑھ کر ۱۲۵، ۱۴۶، ۱۶۷، ۱۸۸ یا ۲۰۹ ہو تو اس سے پہلے والے مکمل وزن یعنی ۱۰۵، ۱۲۶، ۱۴۷، ۱۶۸، ۱۸۹ پر زکوٰۃ واجب ہوگی اور باقی ۲۰ رمثقال پر معاف ہوگی۔

مقدار :

سونے اور چاندی کے متداول سکوں پر زکوٰۃ کی مقدار چالیسواں حصہ یعنی ۲.۵ % ہے۔

(۳-۶) گندم، جو، خرما، منقیٰ :

شرطیں :

﴿۱﴾ ان چار چیزوں پر زکوٰۃ اس وقت واجب ہوتی ہے جب ان کی فصل پک کر کٹے۔

یعنی پکی ہوئی گندم، جو، خرما اور منقیٰ اگر سال بھر تک محفوظ رہے تو اس پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

﴿۲﴾ فصل پکنے اور کٹنے کے وقت جس شخص کی ملکیت میں ہو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ جو فصل کاٹ یا پھل اتار رہا ہو اس نے فصل بوئی یا پھل اگائے بھی ہوں۔ اگر اس نے لگی ہوئی فصل خریدی ہو اور اب کاٹ رہا ہے، تو نصاب پورا ہونے پر زکوٰۃ دے۔

﴿۳﴾ فصل کٹنے یا پھل اتارنے اور فصل پر آنے والے اخراجات اس کے کل وزن سے نکالنے کے بعد، ان کا وزن معین نصاب کے برابر ہو۔

نصاب :

گندم، جو، خرما اور منقیٰ کا نصاب ۸۵۰ کیلوگرام ہے۔

مقدار :

ان چاروں چیزوں پر زکوٰۃ کی مقدار کا تعین پانی کے استعمال کی نوعیت کے مطابق ہے۔

﴿الف﴾ : بارانی یا نہری :

جو زمین بارشوں، نہر یا چشمہ یعنی قدرتی پانی سے سیراب ہو اس پر پکنے والی فصلوں یا پھلوں کی زکوٰۃ نصاب کا دسواں حصہ (۱۰%) یعنی ۸۵ کیلو ہوگی۔

﴿ب﴾ : کنویں، ٹیوب ویل یا کاریز :

جو زمین انسانی وسائل یعنی کنویں، ٹیوب ویل یا کاریز وغیرہ سے سیراب ہو، اس پر اگنے والی فصلوں یا پھلوں کی زکوٰۃ نصاب کا پانچواں حصہ (۵%) یعنی ۴۲ کیلو ہوگی۔

(۷-۹) بھیڑ ، بکری ، گائے اور اونٹ :

شرطیں :

﴿۱﴾ یہ جانور اپنے اپنے معین نصاب کے برابر ہوں ۔

﴿۲﴾ یہ جانور نصاب کے برابر اپنے مالک کے پاس سال بھر یعنی پورے گیارہ مہینے رہیں ۔

﴿۳﴾ سال بھر ان جنگلوں اور چراگاہوں سے چریں جو قدرتی ہوں ۔ جن پر چرانے کی قیمت یا اجرت مالک کو نہ دینا پڑے ۔

﴿۴﴾ پورے سال یا اس کا بیشتر حصہ مالک کی خریدی ہوئی گھاس یا چارہ پر نہ پلیں ۔

نصاب :

﴿الف﴾ : بھیڑ اور بکری کا نصاب اور مقدار :

بھیڑ ، بکری کے ۵/نصاب ہیں ۔

یہ نصاب اور ان پر زکوٰۃ کی مقدار درج ذیل ہے :

نصاب	تعداد	مقدار
۱۔ پہلا نصاب	۴۰ / عدد	ایک بھیڑ یا بکری
۲۔ دوسرا نصاب	۱۲۱ / عدد	دو بھیڑیں یا بکریاں
۳۔ تیسرا نصاب	۲۰۱ / عدد	تین بھیڑیں یا بکریاں
۴۔ چوتھا نصاب	۳۰۱ / عدد	چار بھیڑیں یا بکریاں

۵۔ پانچواں نصاب	۴۰۰ اور اس سے زیادہ	جب بھیڑ یا بکریوں کی تعداد ۴۰۰ تک پہنچ جائے تو ہر سو بھیڑوں بکریوں پر ایک بھیڑ یا بکری کے حساب سے زکوٰۃ دی جائے گی۔

﴿ب﴾ : گائے کا نصاب :

شرطیں :

﴿۱﴾ جانور سال بھر بے کار رہا ہو۔ اس سے کوئی کام نہ لیا گیا ہو۔ یعنی اس پر سواری نہ کی گئی ہو، ہل یا بیل گاڑی میں جوتا نہ گیا ہو وغیرہ وغیرہ۔

جن جانوروں سے سال کے کسی حصہ میں کام لیا جاتا ہو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

﴿۲﴾ جانور سال بھر جنگل بیابان، پہاڑوں وغیرہ یعنی قدرتی چراگاہوں میں چرے۔ جو جانور مالک کے خرچہ پر پلیں، ان پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔

نصاب :

﴿الف﴾ : گائے کا نصاب :

گائے کے دو نصاب ہیں :

﴿۱﴾ پہلا نصاب :

گائے کے پہلے نصاب کی تعداد تیس ہے۔

﴿۲﴾ دوسرا نصاب :

گائے کے دوسرے نصاب کی تعداد چالیس ہے۔

دوسرے نصاب کے بعد جب جانوروں کی تعداد اس حد تک پہنچ جائے کہ وہ کسی ایک نصاب کی تعداد پر تقسیم ہو سکتے ہوں تو ان کی تعداد کو پہلے یا دوسرے نصاب کی تعداد پر تقسیم کر کے زکوٰۃ کی ادائیگی کا حساب کیا جائے گا۔

مثلاً اگر تعداد ۶۰ / یا ۶۵ ہے تو ۳۰ پر تقسیم کر کے ۲ / گروہوں سے

اگر تعداد ۸۰ یا ۸۵ ہے تو ۴۰ پر تقسیم کر کے ۲ / گروہوں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

اسی طرح اگر تعداد ۱۰۰ یا ۱۰۵ ہے تو ۳۰ پر تقسیم کر کے ۳ / گروہوں سے

اور اگر تعداد ۱۳۰ یا ۱۳۵ ہے تو ۴۰ پر تقسیم کر کے ۳ / گروہوں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

مقدار :

پہلے نصاب پر زکوٰۃ ایک ایسی بچھیا ہے جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔

دوسرے نصاب پر زکوٰۃ ایک ایسی بچھیا ہے جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔

جب جانوروں کی تعداد دونوں نصابوں سے بڑھ جائے اور ان کی زکوٰۃ نکالنے کے لیے انہیں پہلے یا دوسرے نصاب کی تعداد پر تقسیم کر کے گروہوں کی زکوٰۃ نکالی جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی اسی نصاب کے مطابق ہوگی جس کے مطابق گروہ بندی کی گئی ہے مثلاً اگر ۳۰، ۳۰ کے دو، تین یا چار گروہ ہوتے ہیں تو دو، تین یا چار بچھیاں یا اگر ۴۰، ۴۰ کے دو، تین یا چار گروہ ہوتے ہیں تو دو، تین یا چار بچھیاں زکوٰۃ کے طور پر دی جائیں گی۔

﴿ب﴾ : اونٹ کا نصاب :

اونٹ کے نصاب ۱۲ ہیں ۔ ان کی تعداد اور مقدار درج ذیل ہے :

نصاب	تعداد	مقدار
۱۔ پہلا نصاب	۵ / اونٹ	ایک بھیڑ
۲۔ دوسرا نصاب	۱۰ / اونٹ	دو بھیڑیں
۳۔ تیسرا نصاب	۱۵ / اونٹ	تین بھیڑیں
۴۔ چوتھا نصاب	۲۰ / اونٹ	چار بھیڑیں
۵۔ پانچواں نصاب	۲۵ / اونٹ	پانچ بھیڑیں
۶۔ چھٹا نصاب	۲۶ / اونٹ	''بنت مخاض'' یعنی اونٹ کی بچھیا جو دوسرے سال میں داخل ہوچکی ہو ۔
۷۔ ساتواں نصاب	۳۶ / اونٹ	''بنت لبون'' یعنی اونٹ کی بچھیا جو تیسرے سال میں داخل ہوچکی ہو ۔
۸۔ آٹھواں نصاب	۴۶ / اونٹ	''حقہ'' یعنی اونٹ کی بچھیا جو چوتھے سال میں داخل ہوچکی ہو ۔
۹۔ نواں نصاب	۶۱ / اونٹ	''جذعۃ'' یعنی ایسی اونٹنی جو پانچویں سال میں داخل ہو

		چکی ہو۔
۱۰۔ دسواں نصاب	۷۶ / اونٹ	''دو بنت لبون'' یعنی اونٹ کی دو ایسی بچھیاں جو تیسرے سال میں داخل ہوچکی ہوں۔
۱۱۔ گیارہواں نصاب	۹۱ / اونٹ	''دو حقہ'' یعنی اونٹ کی دو ایسی بچھیاں جو چوتھے سال میں داخل ہوچکی ہوں۔
۱۲۔ بارہواں نصاب	۱۲۱ / اونٹ جب اونٹوں کی تعداد ۹۱ سے آگے بڑھے تو جب تک ۱۲۱ تک نہ پہنچے گیارہویں نصاب کے مطابق زکوۃ نکالی جائے گی۔ تعداد کے ۱۲۱ تک پہنچ جانے یا اس سے زیادہ ہو جانے پر چالیس، چالیس اور پچاس پچاس کے گروہ بنا کر ان گروہوں کی تعداد کے مطابق زکوۃ ادا کی جائے	۴۰ کے ہر گروہ پر ایک'' بنت لبون'' یعنی اونٹ کی ایک ایسی بچھیا جو تیسرے سال میں داخل ہو چکی ہو۔ ۵۰ کے ہر گروہ پر ایک ''حقہ'' یعنی اونٹ کی ایک ایسی بچھیا جو چوتھے سال میں داخل ہو چکی ہو۔

	گی ۔مثلاً اگر تعداد ۱۲۱ ہو تو چالیس چالیس کے تین گروہ بنیں گے ۔ اگر ۱۴۰ ہو تو دو گروہ پچاس پچاس کے اور ایک ۴۰ کا بنے گا ۔	

ادائیگی :

ضروری ہے کہ زکاۃ ولی امر مسلمین یا فقیہ جامع الشرائط کو دی جائے تا کہ اس کے ہاتھ سے یا اس کی اجازت سے مستحقین کے درمیان تقسیم ہو ۔

مخارج :

قرآن حکیم کی واضح ہدایات کے مطابق فقیہ جامع الشرائط یا ولی امر مسلمین کے لیے ضروری ہے کہ زکوٰۃ درج ذیل ۸/ امور میں خرچ کرے :

﴿۱﴾ فقراء :

معاشرہ کے وہ افراد جو اتنا نہ کما سکتے ہوں جس سے ان کے اخراجات پورے ہوسکیں ۔

﴿۲﴾ مساکین :

معاشرہ کے شریف افراد جن کا کوئی بھی ذریعہ آمدنی نہ ہو ۔ کمانے کی قدرت نہ رکھتے ہوں یا معاشرتی مجبوریوں کے سبب کما نہ سکتے ہوں ۔

﴿۳﴾ عاملین :

وہ افراد جو زکوٰۃ کی جمع آوری کا فریضہ انجام دیتے ہوں۔

﴿۴﴾ غارمین :

قرض دار لوگوں کے قرضوں کی ادائیگی کے لیے۔

﴿۵﴾ فی سبیل اللہ :

اسلام کی تبلیغ و استحکام کے کاموں میں۔ مثلاً مسجد، مدرسہ کی تعمیر، شہر کی صفائی، تبلیغی امور وغیرہ۔

﴿۶﴾ ابن السبیل :

مسافروں کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے۔

﴿۷﴾ مؤلفة القلوب :

کفار و منافقین اور بے دین لوگوں کی مدد کے لیے۔ تاکہ ان کے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا ہو۔

﴿۸﴾ رقاب :

غلاموں کو خرید کر آزاد کرنے کے لیے۔

ھبہ اور صدقہ

تعریف :

ہبہ، ایسی بخشش اور عطا کو کہتے ہیں کہ اگر اس میں اللہ کی رضا اور خوشنودی کی

نیت ہو تو وہ صدقہ شمار ہوتا ہے۔

کیونکہ،

صدقہ ایسے تحفہ، ہدیہ، عطا اور بخشش کو کہا جاتا ہے جو سچائی اور صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے حصول کی خاطر انجام پائے۔

احکام:

ہبہ کرنے والے مالک کو ''واہب''۔ جس کو ہبہ کیا جائے اسے ''موہوب لہٗ'' کہتے ہیں۔

ہبہ، جب تک کے وصول نہ کر لیا جائے محقق نہیں ہوتا۔ یعنی موہوب لہ کو جب تک اس پر مکمل اختیار حاصل نہ ہو جائے، وہ مالک یعنی واہب کی ملکیت میں باقی رہتا ہے۔

ہبہ کے تحقق کے لیے ضروری ہے کہ ہبہ کی ہوئی چیز موہوب لہ یا اس کا وکیل اپنے قبضہ میں لے لے۔

اگر کوئی چیز پہلے سے عاریتاً یا قرض یا امانت کے طور پر کسی کے پاس موجود ہو۔ مالک وہ چیز اسی شخص کو ہبہ کر دے، تو اسے نئے سرے سے مالک کو دے کر واپس لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس صورت میں مالک کی جانب سے قصد یا اعلان کرتے ہی ہبہ متحقق ہو جائے گا۔

عام طور سے واہب اپنے ہبہ سے رجوع کر کے اس وقت تک عین ہبہ یعنی موہوبہ چیز کو واپس لے سکتا ہے جب تک عین ہبہ باقی ہو۔

لیکن،

مندرجہ ذیل صورتوں میں واہب کا حق رجوع ساقط ہو جاتا ہے۔ اسے عین ہبہ واپس لینے کا حق نہیں رہتا:

﴿۱﴾ عین موہوبہ استعمال کیا جا چکا ہو۔ اس کی ماہیت بدل چکی ہو۔ اسے بیچا جا چکا ہو۔ اسے کسی اور کو ہبہ کیا جا چکا ہو جیسے کپڑا سی کر پہن لیا گیا ہو چاول پکا کر کھا لیے گئے ہوں وغیرہ۔

﴿۲﴾ ہبہ کرتے وقت واہب نے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا کے حصول کی نیت کر لی ہو۔

﴿۳﴾ ہبہ کے وقت کوئی معاوضہ لیا گیا ہو۔ خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ جیسے تحفہ کے بدلے میں تحفہ، مثلاً

کسی نے زیور تحفہ میں دیا۔ اس کے بدلے میں رومال کا تحفہ قبول کر لیا۔

وقف

وقف بھی اللہ کی رضا کے حصول کی خاطر کیا جانا ضروری ہے۔ یہ بھی ایک قسم کا ہمیشہ باقی رہنے والا صدقہ ہے۔ اس کے منافع اللہ کے راستہ میں ضرورت مند لوگوں کے کام آتے ہیں۔

وقف کی دو قسمیں ہیں:

﴿۱﴾ وقفِ عام:

وقف عام، اس وقف کو کہتے ہیں جو سب کے لیے قابلِ استفادہ ہو۔ جیسے مسجد، امام بارگاہ، مدرسہ، اسکول، کالج، اسپتال، پل، کتابیں، عام لوگوں کے کام آنے والے وسائل وغیرہ۔

سب سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو واقف کی طرف سے وقف کی گئی چیز کے مقاصد کے مطابق اس سے استفادہ کے حقدار یا اہل ہوں۔

جیسے مسجد، نمازیوں کے لیے، امام بارگاہ، مجلس، محفل کرنے یا مجلسوں اور محفلوں میں شرکت کرنے والوں کیلئے، مدرسہ، اسکول یا کالج طلبہ و طالبات کے لیے وغیرہ۔

اس میں کسی خاص خاندان، قبیلہ یا ملک کے لوگ ہونے کی شرط نہیں ہوتی۔

﴿۲﴾ وقف خاص :

وقف خاص سے مراد وہ وقف ہے جس سے استفادہ کرنے والوں کے لیے کسی خاص نوعیت، خاندان، قبیلہ یا ملک وغیرہ سے تعلق رکھنا شرط ہوتا ہے۔ یہ بھی دو قسم کا ہوتا ہے:

﴿الف﴾ :

خاص نوعیت کے لوگوں کے لیے:

جیسے حج یا زیارت کے جانے والوں کے لیے کوئی جگہ وقف کی جائے تاکہ وہ وہاں قیام کریں۔

یا عزاداروں کے لیے کوئی چیز وقف کی جائے کہ وہ اس کی آمدنی سے عزاداری کے انتظامات کریں۔

یا

کوئی چیز محققین، علماء وغیرہ کے لیے وقف کی جائے کہ وہ اپنی تحقیق و مطالعہ کے لیے اس سے استفادہ کریں۔

یا

کوئی ایسا وقف کیا جائے جس کے نتیجہ میں ہر سال خاص علوم و فنون میں مہارت رکھنے والوں کو انعام دیا جائے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔

﴿ب﴾ : خاص خاندان یا قبیلہ ، ملک کے لوگوں کیلئے :

کبھی وقف اس لیے کیا جاتا ہے کہ خاص خاندانوں کے لوگ اس کی آمدنی یا اس سے حاصل ہونے والے فوائد سے استفادہ کریں ۔

جیسے کوئی اپنے خاندان کے ذہین طلبہ کے لیے کوئی عمارت وقف کرے ۔

یا سادات ، یا کسی خاص ملک کے لوگوں کے استفادہ کیلئے کوئی چیز وقف کی جائے ۔

وقف کیا ھے ؟

وقف درحقیقت ایک قسم کی محدود ملکیت یا تملیک ہے۔ یعنی واقف اپنی ملکیت کو اپنی ملکیت سے نکال کر اس قید و شرط کے ساتھ لوگوں کے ملکیت میں دے دیتا ہے کہ لوگ اس سے فیض حاصل کرتے رہیں ۔ لیکن ان کو یہ چیز ، دولت یا ملکیت اپنی یا کسی اور کی ملکیت قرار دینے یا بیچنے کا حق نہ ہو ۔

وقف میں وہ لوگ یا ادارے جن کے لیے کوئی چیز وقف کی جائے حقوقی طور پر موقوفہ کے مالک ہوتے ہیں ۔

ان کے بعد یہ خود بخود آنے والی نسلوں کی حقوقی ملکیت میں منتقل ہوتا رہتا ہے ۔

یہ ملکیت محدود اور قائم رہنے والی ہوتی ہے ۔

وقف اسی وقت لزوم اور واقعیت پیدا کرتا ہے جب وہ موقوف علیہم کے تصرف میں آجائے ۔

جیسے مسجد میں نمازی نماز پڑھنے لگیں ۔ مدرسہ میں بچے تعلیم حاصل کرنا شروع

کردیں وغیرہ۔

اگر موقوفہ شئے یا جائیداد واقف کے مرنے سے پہلے موقوف علیہم کے تصرف میں نہ آئی ہو تو وقف باطل ہو جاتا ہے۔ اب وہ ترکہ شمار ہوتا ہے۔

اگر کوئی چیز مسجد، امام بارگاہ، مدرسہ، اسپتال وغیرہ کیلئے وقف کی گئی ہو تو یہ ان عمارتوں یا اداروں کی ملکیت میں آجاتی ہے۔ اس لیے اگر وہ مسجد وغیرہ کے لیے کارآمد نہ ہو، یا کارآمد نہ رہے تو متولی اس کو بیچ کر مسجد وغیرہ کے دوسرے کام انجام دے سکتا ہے۔ اس کے لیے ضروری چیزیں خرید سکتا ہے۔

اس صورت میں اس بات کا لحاظ ضروری ہے کہ اس کی قیمت واقف کے مقاصد کے مطابق کاموں میں استعمال کی جائے۔

وقف خاص یعنی اولاد یا قبیلہ وغیرہ کے لیے وقف کی جانے والی چیز اگر اس سلسلہ میں استعمال کے قابل نہ رہے یا جھگڑے کا سبب بن جائے تو متولی اسے بیچ کر متعلقہ افراد کے درمیان تقسیم کر کے معاملہ ختم کر دے۔

اگر واقف نے متولی معین نہ کیا ہو تو حاکم شرعی اس کیلئے متولی معین کرے۔

اگر وقف کا متولی وقف نامہ کے مطابق عمل نہ کرے یا عمل نہ کر سکے تو وہ خود بخود عزل ہو جائے گا۔ حاکم شرعی کو اس پر متولی مقرر کرنا ہوگا۔

وصیت

تعریف :

وصیت سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے مرنے سے پہلے ہوش و حواس اور عقل و

فکر کی سلامتی کے ساتھ اپنے اختیار سے اپنے ترکہ یعنی چھوڑ کر جانے والے اموال کو وارثوں کو خاص موارد میں استعمال کرنے کی ہدایت دے۔

احکام :

یہ ہدایت ترکہ کے ایک تہائی حصہ تک نافذ ہوتی ہیں۔ ورثاء یا مرنے والے کی جانب سے معین کیے جانے والے وصی پر واجب ہوتا ہے کہ وہ ان ہدایات پر عمل کرے اور کروائے۔

وصیت سب کے لیے جائز ہے۔ خواہ وارث کے لیے کی جائے خواہ ان لوگوں کے لیے جو وارث نہ ہوں۔

اگر وارث کے لیے وصیت کی جائے تو اسے وراثت کا حق ملنے کے ساتھ ساتھ وہ مال بھی ملے گا جس کے بارے میں مرنے والے نے اس کے لیے وصیت کی تھی۔

وصیت موت سے پہلے تک منسوخ کی جاسکتی ہے۔

اگر مرنے والا دو وقت میں دو وصیتیں کرے۔ دونوں ثلث کی حد تک ہوں۔ تو پہلی وصیت منسوخ ہوجائے گی۔

دوسری پر عمل واجب ہوگا۔

اگر دونوں وصیتیں مل کر ثلث کے برابر ہوں۔ تو دونوں پر عمل کرنا ہوگا۔

اگر ایک ہی چیز کے بارے میں دو وصیتیں کرے۔ پہلی باطل اور دوسری واجب العمل ہوگی۔

اگر کسی چیز کے بارے میں وصیت کرے لیکن مرنے سے پہلے وہ چیز کسی اور کو دے۔ وصیت باطل اور فسخ ہوجائے گی۔

اگر، کوئی مرض الموت کے عالم میں اپنے اموال میں سے کچھ کسی کو بخش دے، تو یہ اس کے ثلث میں شمار ہوگی۔

روحانی و جسمانی

و مالی عبادتیں :

☆ حج

☆ امر بالمعروف

و نهی عن المنکر

☆ جهاد

حج

تعریف :

ماہ ذی الحجہ میں معین آداب کے ساتھ اللہ کی اطاعت کی خاطر خانہ کعبہ کی زیارت بجالانے کے عمل کو حج کہتے ہیں۔

اھمیت :

اللہ کے گھر یعنی خانہ کعبہ کا حج، اسلام کے اہم واجبات میں ہے۔ مستطیع مسلمان کا ارادتاً حج نہ کرنا کفر کے برابر ہے۔

خداوند بزرگ و برتر نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے :

وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلاً وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ .

"لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جس شخص میں استطاعت و قدرت ہو تو وہ بیت اللہ کا حج (قصد) کرے۔ اور جو بھی اس (حج) سے انکار کرے، وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔ [1]

اس آیت کریمہ میں حج سے پہلو تہی کیلئے کفر کا لفظ آیا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ کسی شخص کا شرعی عذر کے بغیر اور استطاعت کے باوجود حج کا ترک کرنا، اللہ تعالیٰ کے اہم حکم کی خلاف ورزی ہے۔

حدیث میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

---

[1] آل عمران : ۹۷

''استطاعت کے باوجود حج کو ترک کرنے والا کافر ہے۔''

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

جو شخص استطاعت کے باوجود حج کو ترک کرے گا، موت کے وقت اس سے کہا جائے گا کہ یہودی یا مسیحی دین پر مرو۔''

استطاعت

حج، استطاعت کی صورت میں واجب ہوتا ہے۔ استطاعت سے مراد ہے کہ:

﴿الف﴾: راستہ کھلا ہو، یعنی ویزہ وغیرہ کی سہولتیں موجود ہوں۔

﴿ب﴾: مالی امکانات فراہم ہوں، یعنی اپنے، نیز اپنے اہل و عیال کیلئے سختی اور دباؤ کے بغیر سفر حج کے لیے تمام ضروری وسائل و امکانات فراہم کرسکتا ہو۔

☆ کوئی شخص بغیر احسان جتائے کسی مکلف کے لیے حج کے مخارج کا انتظام کردے تو اس مکلف پر حج واجب ہوجاتا ہے۔

☆ حاجی کسی شخص کو اپنے کاموں کے لیے اجرت پر ساتھ لے جائے۔ اگر یہ کام ایسے نہ ہوں جو اعمالِ حج میں رکاوٹ بنیں، تو اس شخص پر حج واجب ہوجائے گا۔ اس کا یہی حج، حج استطاعت ہوگا۔ جیسے قافلوں کے ساتھ جانے والے علماء۔

☆ کوئی شخص مشکلیں اور سختیاں جھیل کر کسی نہ کسی طرح میقات تک پہنچ جائے۔ وہاں پہنچ کر حج کے باقی مخارج اور واپسی کے وسائل اس کے لیے مشکل نہ رہیں۔ اس کا حج، حج واجب ہوگا۔

☆جس کی زندگی کے مخارج شرعی وجوہات جیسے خمس و زکوۃ وغیرہ سے پورے ہوتے ہوں یا اس کی زندگی کے اخراجات کوئی دوسرا شخص مثلاً شوہر، ماں، باپ یا کوئی دوست یا عزیز پورے کرتا ہو ـــــــ ایسا شخص اگر کسی ذریعہ سے کسی سختی اور احسانمندی کے بغیر حج کے اخراجات نکال سکتا ہو تب بھی اس پر حج واجب ہے۔

☆جو شخص قرض لے کر حج کر سکتا ہو اس کے لیے قرض کی ادائیگی مشکل نہ ہو۔ اس پر بھی حج واجب ہے۔

☆مقروض شخص خواہ کسی بھی وجہ سے اگر قرضہ ادا کیے بغیر حج کو چلا جائے۔ یا ایسا شخص جس پر خمس و زکوۃ وغیرہ واجب ہوں۔ ان کو ادا کیے بغیر حج پر چلا جائے۔ اس قسم کے لوگوں کا حج درست ہوگا۔

البتہ وہ اپنے فرائض میں کوتاہی یعنی قرض یا خمس و زکوۃ کی ادائیگی میں تاخیر پر گناہگار ہوں گے۔

حج نیابتی

تعریف :

کسی شخص کا کسی اور شخص کی طرف سے کوئی حج انجام دینا، حج نیابتی کہلاتا ہے۔

احکام :

مستطیع شخص اگر کسی بھی سبب خواہ عذر کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے حج ادا نہ کرے، بعد میں بڑھاپے یا سنگین مرض کے سبب اس کے لئے حج ممکن نہ رہے تو اس پر واجب ہے کہ اپنی طرف سے کسی اور کو حج پر بھیجے۔

مستطیع شخص، خواہ کسی سبب سے حج ادا نہ کرے، حج کی ادائیگی سے پہلے مرجائے

تو اس کے اصل ترکہ میں سے اس کے لیے نائب کو حج پر بھیجنا ضروری ہے۔

نائب کو اگر میقات سے بھی اجیر کیا جائے تو کافی ہے۔

اگر میت کے ورثاء میں سب کے سب نابالغ ہوں یا کوئی ایک نابالغ بچہ موجود ہو تو ترکہ سے فقط میقات سے حج کا خرچہ نکالا جاسکتا ہے۔ میقات سے پہلے حج کے مخارج ترکہ سے نہیں نکالے جاسکتے۔

نائب کے لیے ضروری ہے کہ فقط نیت میں اس شخص کا ذکر اور ارادہ کرے جس کی نیابت میں حج انجام دے رہا ہے۔ باقی تمام اعمال میں نائب کا اپنے فریضہ کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔ مثال کے طور پر اگر نائب مرد ہے اور عورت کی طرف سے حج بجالا رہا ہے تو خود مرد ہونے کے سبب مرد کے واجبات پر عمل کرے یا اس کے برعکس۔ اسی طرح نائب کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے فتوی یا اپنے مرجع تقلید کے فتوی کے مطابق حج انجام دے۔

اگر نائب نے اپنا واجب حج انجام نہ دیا ہو لیکن انجام دینے کے قابل ہو، پھر بھی کسی کی نیابت میں حج کرے، تو اس کا نیابی حج صحیح ہوگا۔ نیز جس طرف سے اس نے نیابی حج کیا ہے اس کا واجب ادا ہوجائے گا۔ البتہ اپنا واجب حج ادا نہ کرنے پر یہ شخص گنہگار ہوگا۔

واجب حج میں کسی زندہ شخص کی نیابت صرف اس صورت میں جائز ہے جب اس کے لیے حج کرنا ممکن نہ رہا ہو۔

مستحب حج میں ضروری نہیں ہے کہ جس کی طرف سے حج کیا جائے وہ حج کرنے کے قابل نہ رہا ہو۔

اگر نائب، حج کے دوران ایسا عمل بجالائے جس پر کفارہ ضروری ہو تو اس پر

واجب ہے کہ وہ کفارہ اپنے مال سے ادا کرے۔

واجب حج میں صرف ایک ہی شخص کی نیابت جائز ہے۔ مستحب حج میں کئی اشخاص کی نیابت جائز ہے۔

واجب حج میں ایک ہی سال کئی افراد ایک شخص کی طرف سے نیابتاً حج کر سکتے ہیں۔

نیابتاً حج کرنے والا اپنے لیے خود مستحب طواف کرسکتا ہے۔ اسی طرح مناسکِ حج ادا کرنے کے بعد اپنے لیے یا کسی اور کے لیے نیابتاً عمرہ بجا لاسکتا ہے۔

حج کی قسمیں

حج کی تین قسمیں ہیں:

﴿۱﴾ تمتع

﴿۲﴾ اِفراد

﴿۳﴾ قِران

﴿۱﴾ حجِ تمتع:

حج تمتع، عمرہ کے ساتھ انجام پاتا ہے۔ اس میں پہلے عمرہ کیا جاتا ہے پھر مناسکِ حج ادا کیے جاتے ہیں۔

حج تمتع میں قربانی واجب ہے۔

﴿۲﴾ حجِ اِفراد:

حج افراد میں فقط حج کے مناسک ادا کیے جاتے ہیں۔ لیکن حج کے بعد سال بھر کے اندر کسی بھی وقت عمرہ انجام دیا جاسکتا ہے۔ البتہ یہ عمرہ جتنی جلدی ادا کیا جائے

بہتر ہے۔

حج افراد میں قربانی واجب نہیں ہے۔

﴿۳﴾ حج قِرآن :

حج افراد ہی کی طرح ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ حج قِرآن میں احرام باندھنے کے ساتھ قربانی کو ساتھ ساتھ لے کر منٰی تک جانا ہوتا ہے تاکہ دس ذی الحجہ کو منٰی میں قربانی کی جائے۔

آج کل حج قِرآن ممکن نہیں ہے۔ چونکہ اس کی ضرورت نہیں ہے اس لیے کوئی انجام بھی نہیں دیتا۔

واجب حج میں، قِرآن و اِفراد فقط ان لوگوں کا فریضہ ہے جو مکہ کے رہنے والے ہوں یعنی خانہ کعبہ سے ۸۵ کیلومیٹر کے اندر اندر رہتے ہوں۔

مستحب حج میں اِفراد یا قِرآن انجام دیئے جاسکتے ہیں۔

حج تمتع ان لوگوں کا فریضہ ہے جو خانہ کعبہ سے ۸۵ کیلومیٹر سے زیادہ فاصلہ پر رہتے ہوں۔

عمرہ کی قسمیں :

عمرہ کی دو قسمیں ہیں :

﴿۱﴾ تمتع

﴿۲﴾ مفردہ

﴿۱﴾ عمرہ تمتع :

عمرۂ تمتع وہی عمرہ ہے جو حج تمتع میں حج سے پہلے ادا کیا جاتا ہے۔

﴿۲﴾ عمرہ مفردہ :

عمرۂ مفردہ سال کے کسی بھی حصہ میں بجالایا جاسکتا ہے ۔ البتہ ماہِ رجب میں فضیلت رکھتا ہے ۔

عمرۂ مفردہ اور عمرۂ تمتع کے تمام مناسک ایک جیسے ہیں ۔ صرف فرق یہ ہے کہ عمرۂ تمتع میں طوافِ نساء نہیں ہے جبکہ عمرۂ مفردہ میں تقصیر کے بعد طواف نساء واجب ہے ۔

عمرہ مفردہ کے اعمال :

﴿۱﴾ احرام :

جو لوگ مکہ سے باہر سے آئیں ان کے لیے میقات سے احرام باندھنا ضروری ہے ۔

جو لوگ مکہ میں ہوں خواہ مسافر و زائر ہوں یا مقیم ، وہ حرم کے باہر ، نزدیک ترین جگہ مثلاً مسجدِ تنعیم سے بھی احرام باندھ سکتے ہیں ۔

﴿۲﴾ خانہ کعبہ کا طواف :

خانہ کعبہ کے گرد سات چکر (شوط) لگانا ۔

﴿۳﴾ نمازِ طواف :

طواف کے بعد حتی الامکان مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرنا ۔

﴿۴﴾ سعی :

صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ دوڑنا ۔

﴿۵﴾ تقصیر :

سعی کے بعد سر، مونچھوں یا داڑھی کے بالوں کو تراشنا۔

﴿۶﴾ طوافِ نساء :

تقصیر کے بعد طوافِ نساء کی نیت سے خانہ کعبہ کے سات مرتبہ چکر (شوط) لگانا۔

﴿۷﴾ نمازِ طوافِ نساء :

طواف نساء کے بعد دو رکعت نماز طواف نساء پڑھنا۔ ان تمام مناسک کی تفصیل حج کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ!

مُحرِم، طواف نساء اور نماز طواف کے بعد احرام سے باہر آجاتا ہے۔ اب اس پر وہ تمام چیزیں حلال ہوجاتی ہیں جو احرام کی وجہ سے حرام ہوئی تھیں۔

عمرہ مفردہ سال کے کسی بھی حصہ میں مستحب ہے۔ عمرہ مفردہ ہر مہینے ایک مرتبہ، ہر دس دن میں ایک مرتبہ بلکہ صاحبِ جواہر کی رائے کے مطابق ایک ہی دن میں کئی مرتبہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ ظواہر ادلّہ یعنی روایات، صاحبِ جواہر کی اس رائے کی تائید کرتی ہیں۔ [1]

بعض افراد نے صاحبِ جواہر کی رائے سے اختلاف کیا ہے۔ یہ بات شہرت حاصل کر چکی ہے حالانکہ ان پر جو اعتراض کیا گیا ہے اس کی دلیل اور بنیاد کمزور ہے۔

یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ صاحبِ جواہر تو اس شخص کے لیے بھی ایک دن میں کئی مرتبہ عمرہ کرنے میں کوئی حرج خیال نہیں کرتے جو خود اپنے لیے یا کسی ایک ہی شخص کے لیے ادا کر رہا ہے۔

---

[1] جواہر ج ۲ ص ۳۶۶

لیکن اگر کوئی شخص ایک ہی دن میں کئی عمرے کئی افراد مثلاً ماں باپ وغیرہ کی جانب سے بجالانا چاہے تو اس میں کسی فقیہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں ہے۔

متذکرہ بالا نقطۂ نظر کے مطابق یعنی ایک ہی دن میں کئی عمرہ بجا لانے کے جواز کی صورت میں، حج کے مناسک انجام دینے کے فوراً بعد عمرۂ مفردہ ادا کیا جا سکتا ہے۔

لیکن عمرہ تمتع کے انجام دینے اور حج کے مناسک ادا کرنے سے پہلے عمرہ مفردہ ادا نہیں کیا جا سکتا۔

اور اگر نادانستہ طور پر ایسا کرے تو پہلا عمرہ باطل ہو جائے گا۔ اس لیے اب اسے اس عمرہ کو عمرۂ تمتع کے طور پر انجام دینا ہوگا۔ اس میں عمرۂ تمتع کی تمام شرطوں کا خیال رکھنا ہوگا۔ اس عمرہ میں وہ طوافِ نساء انجام نہیں دے سکے گا۔

مکہ میں داخلہ

مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کیلئے خواہ سال کے کسی بھی حصہ میں کیوں نہ ہو، واجب ہے کہ احرام کی حالت میں داخل ہو۔ طواف وسعی وتقصیر وطوافِ نساء کرے یعنی عمرہ بجا لائے۔

اگر عمرۂ مفردہ ہو تو طوافِ نساء بھی بجالائے۔

لیکن، اگر عمرہ تمتع ہو تو طوافِ نساء انجام نہ دے۔

البتہ، اگر ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں احرام کے ساتھ داخل ہو چکا ہو تو ایک مہینہ کے اندر اندر دوبارہ بغیر احرام کے داخل ہو سکتا ہے۔

ایک مہینہ کے گذرنے کے بعد دوبارہ داخلہ کی صورت میں، حالتِ احرام میں داخل ہونا اور عمرہ بجالانا ضروری ہے۔

میقات

میقات یا مواقیت ان مقامات کو کہا جاتا ہے جہاں پر مکہ میں داخلہ سے پہلے احرام کا باندھنا ضروری ہے۔

میقات ۴ ہیں۔

﴿۱﴾ ذوالحلیفہ :

مدینہ منورہ کے نزدیک ایک آبادی کا نام ہے۔ اسی نام کا ایک بیابان بھی ہے جو مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس میقات کا نام شجرہ ہے۔ اسی نام سے وہاں ایک مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔

ذوالحلیفہ اہل مدینہ کا میقات ہے جو بھی اس راستہ سے حج یا عمرہ کا ارادہ کرے اسے یہیں سے احرام باندھنا چاہیے۔

اس پوری سرزمین (یعنی دشتِ شجرہ) [1] میں کسی بھی جگہ سے احرام باندھنا جائز ہے۔ اگرچہ افضل ''مسجدِ شجرہ'' ہے۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ مسجدِ شجرہ ہی میں احرام کا لباس پہن کر نیت فرماتے تھے۔ لیکن عقدِ احرام جو تلبیہ سے شروع ہوتا ہے، آنحضرت ﷺ وادی بیداء پر پہنچ کر انجام دیتے تھے۔ یہ مسجد سے ۷ رکیلومیٹر کے یہ سنت ہے۔ فقط استحباب کی حیثیت رکھتا ہے۔

---

[1] اس بیابان میں ایک خاردار درخت اگتا ہے جس کا نام ''سَمُرہ'' ہے اس کی پتیاں باریک اور پھل زرد رنگ کا، کھانے کے قابل ہوتا ہے۔ اس درخت کی لکڑی چھت بنانے کے لیے بہت عمدہ ہے۔ مدینہ کے لوگ گھر بنانے میں اس لکڑی کو استعمال کرتے ہیں۔ اسماء بنت ابی بکر اسی درخت کے نزدیک پیدا ہوئی تھیں۔

بعض اکابر اسی جگہ کی نسبت سے ''شجری'' کہلاتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی جگہ پر احرام باندھا تھا نیز اسی جگہ احرام باندھنے کی تشویق فرمائی تھی۔

﴿۲﴾ وادی عتیق :

عراق سے اس زمانہ میں سفر کرنے والے حاجیوں کا میقات ہے جو جنگلوں اور بیابانوں کے راستہ سے آتے تھے۔

﴿۳﴾ جحفہ :

شام، مصر اور مغرب سے آنے والوں کا میقات جو آج کل جدہ کے قریب ہے۔ عام طور سے حجاج وہاں سے احرام باندھتے ہیں۔

﴿۴﴾ یَلَمْلَمُ :

ایک جگہ کا نام ہے جو اہل یمن یا یمن کی جانب سے آنے والے حاجیوں کے لیے میقات معین کیا گیا ہے۔

﴿۵﴾ قِرْنُ الْمَنَازِل :

یہ وہ جگہ ہے جو طائف کی طرف سے آنے والوں کے لیے میقات معین ہوا ہے۔

آج کل ان میقات کی حدیں اچھی طرح معین اور معلوم ہیں۔ جو شخص جس سمت سے حج یا عمرہ کے لیے آئے وہ اپنے راستہ کے میقات پر احرام باندھ سکتا ہے۔

ان مقامات پر جو مسجدیں بنائی گئی ہیں وہ بعد میں تعمیر کی گئی ہیں۔ ضروری نہیں ہے کہ مسجد میں احرام باندھا جائے۔

﴿۶﴾ محاذات :

محاذات یعنی کسی میقات کے برابر کی جگہ۔ جو لوگ جدید راستوں کے سبب ان میقات سے نہ گذر سکیں، ان کے لیے ہر وہ جگہ میقات کی حیثیت رکھتی ہے جو ان کے

راستہ کے میقات کے محاذات میں یعنی برابر ہو۔

﴿۷﴾ حرمِ مکہ کے باھر :

جو لوگ حرمِ مکہ سے باہر رہتے ہیں وہ اسی جگہ سے احرام باندھ سکتے ہیں۔

﴿۸﴾ مکہ کی حدود سے باھر :

جو لوگ عمرۂ مفردہ کے لیے شہرِ مکہ سے باہر جا کر احرام باندھنے کا ارادہ کریں، ان کے لیے حُدَیْبِیَّہ، جُعرَانَہ اور تَنْعِیْمْ کے مقامات، میقات کے طور پر معین ہیں۔ یہاں بھی مسجدیں بنی ہوئی ہیں۔

﴿۹﴾ شھر مکہ :

حج تمتع کے لیے مکہ کا پورا شہر حتی کہ اس میں شامل کیے گئے نئے علاقے بشرطیکہ وہ حرم کی حدود سے باہر نہ ہوں، میقات کا حکم رکھتے ہیں۔ حج تمتع کا احرام شہر مکہ میں کہیں پر بھی باندھا جا سکتا ہے۔

البتہ، مسجد الحرام خصوصاً حجرِ اسماعیل کے مقامات حج تمتع کے احرام کے لیے سب سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔

میقات سے پہلے احرام

دو صورتوں میں میقات پہنچنے سے پہلے احرام باندھا جا سکتا ہے :

﴿۱﴾ عھد و نذر :

اگر کوئی شخص اللہ کی کسی نعمت کے شکرانہ یا کسی بلا سے نجات کی خاطر اللہ تعالیٰ سے نذر یا عہد کرے کہ کسی خاص جگہ سے یا اپنے وطن یا اقامت کی جگہ مثلاً پاکستان،

ہندوستان، کراچی، لاہور، پشاور، کوئٹہ، اسلام آباد، نئی دلی، ممبئی، لکھنؤ وغیرہ سے احرام باندھے گا، تو اس کا یہ عہد و نذر صحیح اور نافذ ہے نیز اس کی وفا ضروری ہے۔

البتہ،

بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ احتیاطاً میقات پہنچ کر دوبارہ نیت کرے اور تلبیہ دہرائے۔

﴿۲﴾ ماہِ رجب گذر جانے کا خوف :

اگر کوئی شخص ماہِ رجب میں عمرۂ مفردہ بجالانے کا ارادہ کرے لیکن اسے خوف ہو کہ کسی سبب میقات پہنچنے سے پہلے ماہِ رجب ختم ہوجائے گا۔

ایسی صورت میں اسے ماہِ رجب کے اختتام اور میقات پہنچنے سے پہلے احرام باندھ لینا چاہیے۔

اس موقع پر بھی بعض فقہاء یہ احتیاط ضروری سمجھتے ہیں کہ میقات پہنچ کر نیت اور تلبیہ دہرائی جائے۔

جو شخص میقات سے پہلے احرام باندھنے کی نذر کرے، وہ اگر اپنی نذر کی وفا نہ کرے تو اس کا احرام درست ہوگا۔

البتہ،

نذر یا عہد سے تخلف کا گنہگار ہوگا۔ اس لیے اس کا کفارہ ادا کرنا ضروری ہوگا۔

جو شخص میقات پر احرام باندھنا بھول جائے یا جہالت و نادانی کے سبب نہ باندھے، اسے چاہیے حرم پہنچ کر ہی کیوں نہ معلوم ہو یا یاد آئے، ضروری ہے کہ وہ میقات پر واپس جائے اور احرام باندھ کر دوبارہ حرم آئے۔

البتہ،

اس موقع پر اگر وقت تنگ ہو تو حرم سے باہر نکل کر ممکن حد تک دور جائے اور احرام باندھے۔

احرام کے واجبات

﴿۱﴾ قصدِ قُربت کے ساتھ نیت :

مُحرِم کے لیے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجالانے اور اس کی خوشنودی کے حصول کی خاطر احرام باندھنے کی نیت کرے۔

یعنی،

دل میں ارادہ کرے کہ اس کام یا عبادت کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فقط اللہ تعالیٰ ہی کے لئے انجام دے رہا ہے۔

نیز،

اس میں کسی قسم کے دکھاوے یا خودنمائی کو دخل نہیں ہے۔

اسی طرح ضروری ہے کہ ارادہ میں معین کرے کہ یہ احرام :

حج کے لیے ہے یا عمرہ کے لیے؟

نیز،

کس حج یا عمرہ کے لیے؟

یعنی حجِ تمتع، واجب، مستحب، نیابتی وغیرہ

یا

عمرۂ تمتع ، واجب ، مستحب ، نیابتی وغیرہ

یا

حجِ افراد یا قِرآن ، واجب ، مستحب ، نیابتی وغیرہ

یا

عمرۂ مفردہ ، واجب ، مستحب ، نیابتی وغیرہ ۔

البتہ ، ضروری نہیں ہے کہ ان سب باتوں کو الگ الگ اور تفصیل کے ساتھ دل میں گذارے ۔ بلکہ اجمالی طور پر ان تمام باتوں کا ارادہ کافی ہے ۔

نیت کا زبان سے ادا کرنا بھی ضروری نہیں ہے ۔

بلکہ ، ارادہ کا دل میں موجود ہونا کافی ہے ۔

﴿۲﴾ احرام کے کپڑے پہننا :

نیت کے ساتھ یا اس سے پہلے مرد پر واجب ہے کہ وہ احرام کے دو کپڑے یعنی ردا اور لنگ پہنے ۔

لیکن ، خواتین اپنے عام لباس میں ہی مُحرِمہ ہو سکتی ہیں ۔

احرام کا لباس :

مردوں کے لیے احرام کا لباس دو چیزوں پر مشتمل ہونا چاہیے :

﴿الف﴾ لُنگ :

ایسا کپڑا جو کمر پر باندھا جائے اور زانو کے نیچے تک کے حصہ کو ڈھانپ لے ۔

﴿ب﴾ چادر :

ایسا کپڑا جو کندھے پر ڈالا جائے اور کہنی تک کے حصہ کو چھپا سکے ۔

البتہ، بہتر ہے کہ زانو تک پہنچے۔ جسم کے اگلے حصہ کو بھی چھپائے۔

☆ عورتیں اپنے عام لباس میں مُحرِم ہو سکتی ہیں۔ یہ لباس:

☆ عنصبی نہ ہو۔

☆ بدن نما نہ ہو۔

☆ پاک ہو۔

☆ مُردار کی کھال یا اجزاء سے نہ بنا ہو۔

☆ حتی الامکان خالص ریشم کا نہ ہو۔

☆ منہ اور ہاتھوں کو نہ چھپائے۔ یعنی نقاب اور دستانے نہ پہنے جائیں۔

لباسِ احرام کی شرطیں:

جو شرطیں نماز کے لباس کے لیے ضروری ہیں وہی احرام کے لباس میں بھی ضروری ہیں۔ یعنی:

﴿۱﴾ خالص ریشم کا نہ ہو:

احرام کے سلسلہ میں اس شرط میں مرد و زن دونوں مساوی ہیں۔

البتہ،

شدید ضرورت کے موقع پر خواتین احرام میں خالص ریشم کا لباس پہن سکتی ہیں۔

﴿۲﴾ ان جانوروں کی کھال سے نہ ہو جن کا گوشت کھانا حرام ہے۔

﴿۳﴾ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو۔

﴿۴﴾ بدن نما نہ ہو:

ضروری ہے کہ احرام کا لباس خصوصاً مردوں کا لنگ اور خواتین کا لباس اتنا

نازک نہ ہو کہ اس کے نیچے سے جسم جھلکے۔

﴿۵﴾ سفید اور کاٹن (سوتی) کا ہو:

بہتر ہے کہ احرام کا لباس سفید اور کاٹن کا ہو۔

مردوں کے لیے بہتر ہے کہ:

☆ احرام کے لباس کے دونوں سروں کو آپس میں گرہ نہ دیں۔

☆ لنگ کے روکنے کیلئے کمر بند یا بیلٹ نہ باندھیں عام طریق کار کے مطابق لنگ کو مضبوط باندھیں۔

☆ ردا کے ایک یا دونوں سروں کو اپنے اوپر ڈالے۔

☆ ہمیان (جس میں پیسے رکھنے کی جگہ ہوتی ہے) کا کمر میں باندھنا جائز ہے۔

☆ اگر کسی سبب احرام کا لباس نجس ہوجائے تو اس کو پاک کرنے یا عام حالات میں میلا ہوجانے کی صورت میں دھونے کے لیے اس کا اتارنا یا بدلنا جائز ہے۔

احرام کے متروکات

احرام باندھنے کے بعد محرم کو جن کاموں سے پرہیز کرنا ضروری ہے، وہ یہ ہیں:

﴿۱﴾ شکار:

جنگلی جانوروں کا شکار، ان کو آزار اور تکلیف پہنچانا، یہاں تک کہ:

شکاری کی مدد، خواہ فقط اشارہ ہی کے ذریعہ کیوں نہ ہو۔

اسی طرح

شکار کیے ہوئے جانور کو رکھنا یا اس کا گوشت کھانا ممنوع ہے۔

لیکن،

مچھلی کا شکار اور اس کا گوشت کھانا جائز ہے۔

﴿۲﴾ جنسی امور :

بیوی، شوہر یا کسی سے بھی جنسی بہرہ برداری خواہ کسی بھی طرح سے کیوں نہ ہو، حتی کہ ایک دوسرے کی طرف جنسی لذت کی نگاہ سے دیکھنا بھی ممنوع ہے۔

اپنے آپ یا کسی اور کے ساتھ ایسا کام، ملاعبہ یا بوس و کنار کرنا جو منی نکلنے کا سبب بنے خواہ ارادتاً گفتگو یا نگاہ ہی کیوں نہ ہو، ممنوع ہے۔

حالتِ احرام میں جنسی امور اس حد تک ممنوع ہیں کہ:

خود اپنے لیے عقدِ نکاح پڑھنا

یا کسی اور کے لیے عقدِ نکاح پڑھنا

یہاں تک کہ عقد کی محفل میں شرکت

یا عقدِ نکاح کی شہادت دینا بھی ممنوع ہے۔

﴿۳﴾ آرائش :

زیورات کا پہننا۔

سرمہ یا اس جیسی دوسرے لوازم آرائش مثلاً سرخی پاؤڈر وغیرہ لگانا۔

﴿۴﴾ خوشبو کا استعمال :

یہاں تک کہ:

عمدہ خوشبو کا سونگھنا (خواہ عطر کی صورت میں ہو یا تیل کی صورت میں) بھی ممنوع ہے۔

البتہ ،اگر راستہ میں خوشبو پھیلی ہو تو کوئی حرج نہیں ۔

﴿۵﴾ آئینہ دیکھنا :

آرائش کیلئے آئینہ دیکھنا ممنوع ہے ۔

لیکن ،اگر ضروری امور کے لیے مثلاً

ڈرائیور کا آئینہ دیکھنا جو ڈرائیونگ کے لیے ضروری ہو

یا

چہرہ سے موانعِ وضو دور کرنے کے لیے

یا

اس جیسے ضروری کاموں مثلاً علاج معالجہ وغیرہ کے لیے آئینہ دیکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔

اگر کوئی شخص انجانے میں آرائش یعنی کنگھی وغیرہ کے لیے آئینہ دیکھ لے تو فوراً تلبیہ کہے ۔

﴿۶﴾ ممنوع لباس :

عورتوں کے لیے ،

* دستانے اور نقاب

مردوں کیلئے ،

* سلا ہوا لباس پہننا

ممنوع ہے ۔

سلے ہوئے لباس سے مراد ،شلوار قمیض ، پینٹ کوٹ وغیرہ یا ایسا لباس جس میں

بٹن لگے ہوئے ہوں، ہے۔

لیکن وہ بیلٹ جسمیں پیسے رکھنے کی جگہ ہوتی ہے اور جسے اصطلاحاً "ھمیان" کہا جاتا ہے یا جوتے یا ہرنیہ کی بیلٹ وغیرہ جو بیماری کے سبب ضروری ہو اس میں شامل نہیں ہیں۔

﴿۷﴾ پیروں کے اوپر کا حصہ چھپانا :

مردوں کے لیے موزے یا ایسے جوتے پہننا جس سے پیروں کے اوپر کا حصہ چھپے، ممنوع ہے۔

﴿۸﴾ سر چھپانا :

مردوں کے لیے حالتِ احرام میں سر چھپانا ممنوع ہے یہاں تک کہ اگر پانی میں ڈبکی لگانے سے بھی سر پانی میں ڈوب جائے تو ایسا نہ کرے۔

اس لیے،

اگر کسی مرد سے سہواً کوئی ایسا کام انجام پائے جس کے سبب سر چھپ جائے تو فوراً تلبیہ کہے۔

اور اگر عمداً ہو

تو ایک مُد (۵۰ گرام) (گندم، چاول وغیرہ) فدیہ کے طور پر دے۔

﴿۹﴾ سایہ میں جانا :

مرد کے لیے سفر کے دوران ایسے سایہ کے نیچے سونا جو اس کے ساتھ رہے جیسے گاڑی یا جہاز وغیرہ کی چھت یا چھتری کے نیچے رہنا ممنوع ہے۔

البتہ، وہ سایہ یا چھتیں جو راستہ میں آتی ہیں جیسے سرنگ، زینے، پل وغیرہ۔

ان کے نیچے سے گذرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح اگر سواری سے اترنے کے بعد طواف میں راستہ چلتے ہوئے، بازار یا کسی چھت یا سرنگ کے سایہ سے گذرنا پڑے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ، چھتری وغیرہ سے سر پر سایہ کرنا ممنوع ہے۔

مختصر یہ کہ سایہ میں چلنے کی ممانعت سے مراد یہ ہے کہ سایہ ڈالنے والی چیز اس کے سر پر ہو لیکن اگر کسی ایسی چیز کے قریب سے گذر ہو جس کا سایہ سر پر پڑے تو اس سایہ میں رکنے یا چلنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اسی طرح اگر ہاتھ سے دھوپ کی گرمی کو روکے تب بھی کوئی حرج نہیں ہے۔

سایہ کے نیچے چلنا خواہ دھوپ سے بچاؤ کیلئے ہو یا بارش، سردی یا گرمی سے بچاؤ کی خاطر فقط دن میں ممنوع ہے۔ رات میں جائز ہے۔

دن میں ممنوع طریقوں سے حالت احرام میں سایہ کے نیچے چلنے کے سبب خواہ وہ ایک ہی احرام میں ایک مرتبہ ہو یا کئی مرتبہ، ایک بکرے کا فدیہ دینا ضروری ہے۔

﴿۱۰﴾ بال یا ناخن کاٹنا یا نوچنا :

مُحرِم کے لیے اپنے یا کسی دوسرے کے جسم سے خواہ وہ دوسرا شخص مُحرِم نہ بھی ہو، ناخن یا بالوں کا کاٹنا یا نوچنا ممنوع ہے۔

اگر سہواً ایسا کرے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

البتہ، اگر عمداً ایسا کرے تو ایک بکرا کفارہ دے۔

﴿۱۱﴾ فصد کھلوانا یا دانت نکلوانا :

مُحرِم کے لیے فصد کھلوانا یا دانت نکلوانا یا جسم پر کوئی بھی ایسی خراش لگوانا یا لگانا

ممنوع ہے جو خون نکلنے کا باعث ہو۔

﴿۱۲﴾ اسلحہ رکھنا :

محرم کے لیے شدید ضرورت کے علاوہ اسلحہ رکھنا بھی ممنوع ہے۔

﴿۱۳﴾ گھاس کا نوچنا :

حاجی کے لیے معمولی گھاس کا نوچنا ممنوع ہے۔

البتہ،

اگر قربانی کا جانور ساتھ ہو اور وہ گھاس نوچ کر کھائے تو کوئی حرج نہیں۔

اسی طرح،

بعض خوشبودار گھاس یا ان کی پتیوں کے نوچنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔

البتہ،

یہ فقط حرم یعنی مکہ ومنیٰ وعرفات ومشعر سے متعلق ہے۔ اس کا خود احرام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

﴿۱۴﴾ جدال و فسوق نیز خدا و پیغمبر اکرم ﷺ پر جھوٹ باندھنا:

☆ جدال یعنی اپنے حق کے ثابت کرنے یا دوسرے کی بات کی نفی کرنے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھانا، حرام ہے۔ خواہ یہ قسم جھوٹی ہو یا سچی، عربی میں ہو جیسے

((واللہ یا بَلٰی واللہ))

یا کسی اور زبان میں اس کا ترجمہ ہی کیوں نہ ہو۔

مختصر یہ کہ،

باہمی تکرار کو اس حد تک لے جانا حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نام درمیان میں

آئے۔

☆ کسی کی توہین کی خاطر برے الفاظ کا استعمال یا گالم گلوچ فسوق کہلاتا ہے۔ فسوق اگرچہ عام حالات میں بھی حرام ہے لیکن حالتِ احرام میں خاص طور سے اس کی حرمت کا حکم آیا ہے۔

﴿۱۵﴾ خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ائمہ علیہم السلام پر جھوٹ باندھنا :

حالتِ احرام میں مطلقاً جھوٹ بولنا حرام ہے۔ خاص طور پر خدا، رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اہلبیت اطہار علیہم السلام کے حوالے سے کوئی جھوٹی بات بیان کرنا، حدیث گھڑنا یا من گھڑت حدیثیں بیان کرنا حرام ہے۔

اگر ان میں سے کوئی کام انجام دے تو فوراً استغفار کرے۔

متروکاتِ احرام کے کفارے

﴿۱﴾ شکار کا کفارہ :

شکار کا کفارہ یہ ہے کہ:

الف: جو حیوان شکار کیا ہو اس جیسا کوئی اہلی حیوان کفارہ کے عنوان سے ذبح کرے۔ مثلاً ہرن کے بجائے بھیڑ یا بکری، وحشی گائے کے بجائے ایک اہلی گائے وغیرہ۔

ب: اگر متبادل جانور کی قربانی ممکن نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔

ج: اگر ساٹھ مسکینوں کو کھانا بھی نہ کھلا سکے تو ۱۸ روزے رکھے۔

شکار اگر پرندہ ہو اور چڑیا سے بڑا ہو تو اس کا کفارہ بکری یا بھیڑ کا اتنا بڑا بچہ ہے جس نے ابھی ابھی دودھ پینا چھوڑا ہو۔

اگر پرندہ چڑیا کے برابر یا اس سے چھوٹا ہو تو ایک مد طعام یعنی ۵۰۷ گرام گندم۔

شکار کا گوشت کھانے کا کفارہ شکار کے کفارے کے برابر ہے۔

اگر کوئی خود ہی شکار کر کے خود ہی اس کا گوشت بھی کھالے تو دو کفارے دے۔

شکار کے کفارہ میں عمد و سہو و جہل کا حکم ایک ہی ہے۔

﴿۲﴾ ازدواجی روابط کا کفارہ :

الف : عمرہ تمتع کے احرام میں :

اگر عمرہ کے اختتام اور تقصیر سے پہلے زن و شوہر، ازدواجی روابط قائم کرلیں تو، عمرہ باطل نہیں ہوگا۔

لیکن احتیاطاً، ایک اونٹ یا گائے کفارہ کے طور پر ذبح کریں۔

لیکن،

اگر عمرۂ تمتع کے درمیان زن و شوہر، ازدواجی تعلقات قائم کرلیں تو، عمرہ کو مکمل کریں۔ اس کے بعد دوبارہ جا کر احرام تمتع اور عمرۂ تمتع بجا لائیں۔

البتہ، اگر دوبارہ احرام تمتع کی فرصت نہ ہو تو اس عمرہ کو تمام کریں۔ حجِ افراد بجالائیں۔ اگلے برس حج و عمرہ کا اعادہ کریں۔

ب : حج کے احرام میں :

اگر وقوفِ عرفات سے پہلے زن و شوہر ازدواجی روابط قائم کریں تو حج باطل ہے۔

البتہ، حج کو مکمل کریں۔ اگلے برس دوبارہ قضا حج بجا لائیں۔

لیکن، اگر حج کے اختتام کے بعد، طوافِ نساء سے پہلے ازدواجی روابط انجام

دیں تو حج صحیح ہے۔ فقط کفارہ واجب ہے۔

اگر ازدواجی روابط دونوں کی باہمی رضامندی سے انجام پائے تو بطلان کی صورت میں دونوں کا حج باطل ہے۔ دونوں پر کفارہ واجب ہے۔

لیکن،

اگر ازدواجی روابط کسی ایک کی طرف سے زبردستی انجام پائے۔ دوسرا فریق راضی نہ ہو۔ تو زبردستی کرنے والے فریق کا حج باطل ہوگا۔ دونوں کا کفارہ اسی کی گردن پر ہوگا۔

دوسرے فریق کا حج صحیح ہوگا۔ خواہ وہ شوہر ہو یا بیوی۔

ج: عمرۂ مفردہ کے احرام میں:

اگر سعی سے پہلے ازدواجی روابط قائم کئے جائیں تو عمرہ بھی باطل ہے۔ کفارہ بھی واجب ہے۔

احرام کی تمام حالتوں میں شہوت کی نگاہ ڈالنے، یا ایسی شہوانی لذتوں کا کوئی کفارہ نہیں ہے جن سے منی نہ نکلے۔

﴿۳﴾ خوشبو کے استعمال کا کفارہ:

عطر وغیرہ یعنی خوشبو لگانے اور استعمال کرنے کا کفارہ ایک بھیڑ یا بکری ہے۔

البتہ، فقط خوشبو سونگھنے وغیرہ کے موقع پر استغفار کافی ہے۔

﴿۴﴾ آئینہ دیکھنے کا کفارہ:

بناؤ سنگھار کے لیے آئینہ دیکھنے کا کفارہ نہیں ہے۔ ضروری ہے کہ تلبیہ کا اعادہ کرے۔

﴿۵﴾ سلا ہوا لباس پہننے کا کفارہ :

مرد خواہ ضرورت ہی کے سبب سلا ہوا لباس کیوں نہ پہنے، اس پر ایک بھیڑ یا بکری کا کفارہ واجب ہے۔

﴿۶﴾ خواتین کے لیے دستانوں اور نقاب کا کفارہ :

خواتین اگر نقاب یا دستانے پہنیں تو ان پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔ ضروری ہے فوراً استغفار کریں۔

﴿۷﴾ جوتے یا موزے پہننے کا کفارہ :

ایسے جوتے جو پاؤں کے اوپر کے حصوں کو چھپالیں یا موزے پہننے پر کفارہ واجب نہیں۔ ضروری ہے فوراً استغفار کریں۔

﴿۸﴾ سر چھپانے کا کفارہ :

مرد کے لیے سر چھپانے کا کفارہ ایک بھیڑ یا بکری ہے خواہ ضرورت ہی کے سبب کیوں نہ چھپایا ہو۔

﴿۹﴾ سایہ میں سفر کا کفارہ :

عمرہ اور حج کے احرام میں خواہ ایک مرتبہ سایہ میں سفر کریں یا متعدد مرتبہ، ایک ہی کفارہ واجب ہوتا ہے۔ یہ کفارہ ایک بھیڑ یا بکری ہے۔

﴿۱۰﴾ بال نوچنے کا کفارہ :

اپنے بال نوچنے کا کفارہ ایک بھیڑ یا بکری ہے۔

لیکن،

کسی اور کے بال نوچنے کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔

﴿۱۱﴾ دانت نکالنے کا کفارہ :

دانت نکالنے کا کفارہ ایک بھیڑ یا بکری ہے۔ احتیاطاً فصد کھلوانے کا کفارہ بھی ایک بھیڑ یا بکری ہے۔

﴿۱۲﴾ اسلحہ ساتھ رکھنے کا کفارہ :

بلاضرورت اسلحہ ساتھ رکھنے کا کفارہ بطور احتیاط ایک بھیڑ یا بکری ہے۔

﴿۱۳﴾ حرم کی گھاس نوچنے کا کفارہ :

حرم کی گھاس نوچنے کا کوئی کفارہ نہیں ہے۔

﴿۱۴﴾ جدال و فسوق و کذب کا کفارہ :

جدال وفسوق و کذب کا کفارہ بطور احتیاط ایک بھیڑ یا بکری ہے۔

متفرق مسائل

☆ محرماتِ احرام کے تکرار کی صورت میں کفارہ بھی تکرار ہوگا سوائے سایہ میں سفر کی صورت میں۔ جس کا ذکر آچکا ہے۔

☆ عمرۂ مفردہ میں شکار کے کفارہ کو مکہ میں ،

نیز ، حج اور عمرۂ تمتع میں شکار کے کفارہ کو منیٰ میں ذبح کرنا چاہیے۔

مجبوری کی صورت میں کہیں بھی ذبح کیا جاسکتا ہے۔

☆ دوسرے کفاروں کے جانوروں کو کسی بھی جگہ ذبح کیا جاسکتا ہے۔

☆ شکار کے علاوہ باقی تمام محرمات میں کفارہ صرف ایسی صورت میں ہے جب

فعل عمداً انجام دیا جائے۔ بھول (نسیان)، لاعلمی (جہالت) یا غیر ارادی طور پر فعل کے انجام پا جانے پر کوئی کفارہ نہیں ہے۔

☆ کفارہ کا مصرف فقراء ہیں۔

طواف کے احکام

عمرہ میں دوسرا واجب عمل خانہ خدا کا طواف ہے۔اس میں طوافِ حج اور طوافِ نساء دونوں شامل ہیں۔

تعریف :

طواف سے مراد خانہ خدا کے چاروں طرف سات چکر لگانا ہے۔ ہر چکر ایک شوط کہلاتا ہے۔

احکام :

طواف کے لیے ضروری ہے کہ:

﴿الف﴾ : نیت اور

﴿ب﴾ : طہارت کے ساتھ

﴿ج﴾ : حجر الاسود کے سامنے سے اس طرح شروع کیا جائے کہ

﴿د﴾ : حجر الاسود اور

﴿ہ﴾ : خانہ خدا

طواف کرنے والے کے بائیں (الٹے ہاتھ کی) طرف ہو۔

﴿و﴾ : ہر مرتبہ حجر الاسود کے سامنے پہنچنے پر ایک شوط شمار ہوگا۔

﴿ز﴾ : یہ عمل (یعنی شوط مکمل کرنا) سات مرتبہ انجام دینا ہوتا ہے۔

﴿ح﴾ : سات شوط (چکر) مکمل ہونے پر طواف پورا ہو جاتا ہے۔

طہارت، واجب طواف میں صحت کی شرط ہے۔ مستحب طواف میں اسکی فضیلت کا سبب ہے۔

طواف کے دوران خانہ کعبہ سے زیادہ دور نہیں ہونا چاہیے۔

البتہ،

اگر اژدھام یا رش یا لوگوں کے ہجوم کے سبب مجبوراً خانہ کعبہ سے دور ہو۔

تو،

ضروری ہے کہ طواف کرنے والوں یعنی ہجوم کے درمیان رہا جائے۔

ایسا نہ ہو کہ،

فقط آسانی کی خاطر ہجوم سے دور ہو کر طواف کرے۔

یعنی، جس حد تک ممکن ہو کعبہ کے قریب رہنے کی کوشش کرے۔

واجب طواف کے چکر یا شوط پے در پے انجام پانا چاہیے ہیں۔

لیکن،

اگر کسی عذر (مثلاً تجدید وضو کے لیے) کے سبب طواف کے درمیان طواف سے نکلے اور واپس آئے،

تو اگر چوتھے شوط کے بعد نکلا ہو تو جہاں سے طواف توڑ کر نکلا ہو وہیں سے شروع کر کے باقی طواف کو پورا کر سکتا ہے۔

لیکن، اگر، چوتھے شوط سے پہلے نکلا ہو تو طواف باطل ہو جائے گا۔ نئے سرے سے طواف کرنا ہوگا۔

البتہ،

﴿الف﴾ : اگر نماز واجب کو فضیلت کے وقت ادا کرنے یا جماعت کی فضیلت حاصل کرنے کیلئے طواف کو ترک کرنا پڑے تو کسی شوط (چکر) میں ۔

خواہ پہلا چکر ہی کیوں نہ ہو ۔ترک کردے ۔ نماز کی ادائیگی کے بعد اسی جگہ سے شروع کرسکتا ہے ۔

اس صورت میں طواف صحیح ہوگا ۔

﴿ب﴾ : اگر واجب طواف کو کسی ضرورت مثلاً تکان کے سبب استراحت کے لیے اتنے مختصر وقت کیلئے رکنا پڑے جس کے سبب موالات یعنی (تسلسل) نہ ٹوٹے تب بھی کسی بھی چکر میں ایسا کرنے سے طواف نہیں ٹوٹے گا ۔

مستحب طواف کو کسی بھی چکر کے دوران ترک کرکے دوبارہ اسی جگہ سے شروع کیا جاسکتا ہے ۔

ضروری ہے کہ حجرِ اسماعیلؑ کو خانہ کعبہ کے ساتھ طواف میں شامل رکھا جائے ۔

اس لیے ، اگر کوئی شخص طواف کے دوران حجرِ اسماعیلؑ کے اندر چلا جائے تو اس کا طواف ٹوٹ جائے گا ۔ اسے دوبارہ اسی جگہ سے طواف شروع کرنا ہوگا جہاں سے اس کا طواف ٹوٹا ہے ۔

مسجد الحرام کی چھت سے طواف صحیح نہیں ہے ۔

شوط میں کمی :

اگر بھولے سے کچھ چکر کم لگا کر طواف کو مکمل کرے ، بعد میں یاد آئے ، اس صورت میں اگر ایک ، دو یا تین شوط کی کمی ہو یا کسی شوط کا ایک حصہ کم رہ گیا ہو تو یاد

آتے ہی باقی شوط پورا کرے۔

لیکن،

اگر تین سے زیادہ چکر کم ہوگئے ہوں، ابھی زیادہ وقت نہ گذرا ہو تب بھی باقی شوط فوراً انجام دینے سے طواف صحیح ہوگا۔

البتہ، تین سے زیادہ شوط بھولنے کی صورت میں طواف مکمل کرنے اور یاد آنے کے درمیان فاصلہ زیادہ ہو چکا ہو تو طواف باطل ہے۔ نئے سرے سے طواف کرنا ہوگا۔

شوط میں اضافہ :

اگر غلطی سے سات سے زیادہ شوط انجام پائے یعنی ساتویں شوط کے مکمل کرنے کے بعد سہواً طواف کی نیت سے بڑھتا رہے۔ اس صورت میں اگر رکنِ عراقی تک پہنچنے سے پہلے یاد آجائے تو وہیں پر طواف ختم کردے۔ طواف صحیح ہوگا۔

اگر رکنِ عراقی سے آگے بڑھنے کے بعد یاد آئے تو ضروری ہے کہ ایک مکمل طواف اور انجام دے۔

اس کے بعد دو طوافوں کے لیے دو نمازِ طواف بجا لائے۔

طواف میں شک :

طواف کے درست انجام دینے یا نہ دینے میں اگر وقت گذرنے کے بعد شک ہو، تو یہ شک بے بنیاد ہے۔ اس پر توجہ کی ضرورت نہیں ہے۔ طواف صحیح ہے۔

لیکن، اگر، اسی موقع پر شک ہو تو اسی وقت اصلاح کرے۔

مثلاً، اگر طواف مکمل کرنے کے بعد شک ہو کہ طواف کے دوران پشت یا منہ خانہ کعبہ کی طرف تھا تو اس شک پر توجہ نہ دے۔ طواف صحیح ہے۔

لیکن،

اگر، طواف کے دوران شک ہو کہ پشت یا منہ خانہ کعبہ کی طرف ہے تو فوراً توجہ دے کر اپنا رخ درست کرے۔

اسی طرح، اگر ساتویں شوط کے مکمل ہونے کے بعد شک ہو کہ طواف کے دوران طواف کی تمام شرطوں پر عمل کیا یا نہیں؟ تو اس شک پر توجہ نہ دے۔ طواف صحیح ہے۔

واجب طواف میں خواہ کسی بھی شوط میں شک پیدا ہو، طواف باطل ہوجائے گا۔ نئے سرے سے طواف کرنا ہوگا۔ خواہ یہ شک پہلے اور دوسرے کے درمیان ہو یا چھٹے اور ساتویں کے درمیان۔

لیکن، اگر ساتویں شوط کے مکمل کرنے پر یہ شک ہو کہ ساتواں ہے یا آٹھواں؟ تو شک پر توجہ نہ دے۔ طواف مکمل اور صحیح ہے۔

مستحب طواف میں اگر شوط کے عدد میں شک ہو تو کم یا زیادہ جس پر دل چاہے بنا کر کے طواف مکمل کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً، اگر پہلے اور دوسرے میں شک ہو تو اختیار ہے کہ پہلے پر بناء کر کے باقی چھ شوط انجام دے یا دوسرے پر بناء کر کے باقی پانچ شوط انجام دے۔ طواف صحیح ہوگا۔

نمازِ طواف:

طواف مکمل کرنے کے بعد واجب ہے کہ مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے دو رکعت نماز بجا لائے۔ اس نماز کی ہر رکعت میں حمد کے بعد کوئی ایک سورہ پڑھے۔

واجب طواف میں، نمازِ طواف مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے پڑھنا ضروری ہے۔ مجمع کی زیادتی کی صورت میں حتی الامکان مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے رہنے کی کوشش کرے۔

مستحب طواف میں نمازِ طواف مسجد الحرام میں کسی بھی جگہ پڑھی جا سکتی ہے۔

نمازِ طواف بھول جانے کی صورت میں :

☆ اگر سعی کے دوران یاد آئے تو سعی روک کر (واجب طواف کی صورت میں مقامِ ابراہیمؑ کے پیچھے) نمازِ طواف بجا لائے۔ پھر واپس آ کر وہیں سے سعی کو مکمل کرے جہاں چھوڑ کر نماز پڑھنے گیا تھا۔

☆ اگر اعمالِ حج کے بعد یاد آئے تو فوراً بجا لائے۔

☆ اگر مکہ سے نکلنے کے بعد یاد آئے اور مکہ واپسی ممکن نہ ہو تو جہاں بھی ہو وہاں بجا لائے۔

نمازِ طواف میں قرأت کا حکم وہی ہے جو روزانہ کی نمازوں میں ہے۔

یعنی جس حد تک ممکن ہو صحیح انجام دی جائے۔ ہر حاجی کے لیے اس کی روزانہ نمازوں جیسی قرأت کافی ہے۔ اس نماز کے لیے کسی کو نائب بنا کر نماز پڑھوانے کی ضرورت نہیں ہے۔

سعی کے احکام

تعریف :

سعی سے مراد عمرہ یا حج کے طواف کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ گذرنا۔

احکام :

سعی، صفا سے مروہ کی طرف شروع ہوتی ہے۔ سعی میں صفا سے مروہ کی طرف جانا ایک شوط۔ نیز مروہ سے صفا کی طرف واپسی دوسرا شوط حساب ہوتا ہے۔ اس لیے

سعی مروہ سے شروع ہو کر صفا پر ختم ہوتی ہے۔

سعی سواری پر بیٹھ کر بھی انجام دی جاسکتی ہے۔

لیکن،

چھت کے اوپر سعی درست نہیں ہے۔

سعی کے ساتوں شوط کا پے در پے انجام پانا ضروری ہے۔ سعی کے شوط کے درمیان نماز کا وقفہ کیا جاسکتا ہے۔ نماز ختم ہوتے ہی دوبارہ شروع کرنا ضروری ہے۔

سعی میں شوط کے اختتام پر مروہ یا صفا پر استراحت کی جاسکتی ہے۔

اگر بھولے سے ایک شوط زیادہ ہوجائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

لیکن بہتر ہے کہ اس صورت میں سات شوط مکمل کئے جائیں۔ البتہ اس وقفہ کا ساتواں شوط صفا پر ختم ہوگا۔

اگر بھولے سے ایک یا زیادہ شوط کم ہو جائیں تو جب بھی یاد آئے مکمل کئے جائیں۔

سعی کے درمیان شوط کی گنتی میں شک سے سعی باطل ہوجاتی ہے۔

صرف اگر شک ساتویں یا نویں شوط کے درمیان ہو تو اس شک کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ سعی صحیح ہوگی۔

تقصیر کے احکام

عمرۂ تمتع اور عمرۂ مفردہ میں سعی کے بعد تقصیر ضروری ہے۔

تعریف :

تقصیر سے مراد تھوڑے سے بال یا ناخن کاٹنا ہے۔ البتہ بال کا کاٹنا افضل ہے۔

احکام :

سعی کے بعد بال یا ناخن کاٹنے کے بعد مُحرم عمرہ کے احرام سے باہر آجاتا ہے۔

عمرۂ مفردہ میں مُحِل ہونے کیلئے تقصیر کے بجائے سر منڈایا جاسکتا ہے۔

اگر محرم حج انجام دینے تک تقصیر بھول جائے تو ایک گوسفند کفارہ واجب ہے لیکن اس کا عمرہ اور حج صحیح ہے۔

حج کا احرام :

حج تمتع میں عمرہ بجالانے کے بعد ضروری ہے کہ حج کیلئے دوبارہ مکہ مکرمہ سے احرام باندھا جائے۔

حج کے احرام کے لیے افضل یہ ہے کہ احرام مسجد الحرام سے اور سب سے افضل حجرِ اسماعیل علیہ السلام سے باندھا جائے۔

بہتر ہے کہ حج کا احرام روز ترویہ یعنی ۸ ر ذی الحجہ کو قبل از ظہر باندھا جائے۔ اس کے بعد عرفات روانہ ہوں۔ رات عرفات میں بسر کریں۔

عرفات میں وقوف :

حج کے دوران ۹ ر ذی الحجہ کو ظہر سے غروب آفتاب تک عرفات میں ٹھہرنا (وقوف) واجب ہے۔

عرفات میں فقط رکنا، رکن کی حیثیت رکھتا ہے۔ باقی معین وقت یعنی ظہر سے غروب تک عرفات میں ٹھہرنا صرف واجب ہے۔ رکن نہیں ہے۔

مشعر کی طرف روانگی :

غروبِ آفتاب کے بعد عرفات سے مشعر کی طرف روانہ ہونا چاہیے۔ پھر طلوع

آفتاب تک مشعر میں رہنا چاہیے ۔ مناسب ہے کہ رات کو رمی جمرات کے لیے پتھر جمع کر کے ساتھ رکھ لیے جائیں ۔

منٰی سے روانگی :

دسویں ذی الحجہ کی صبح طلوع آفتاب کے بعد رمی جمرات اور قربانی کے لیے منٰی کی طرف کوچ کرنا چاہیے ۔

خواتین ، کمزور اور بوڑھے لوگ طلوع آفتاب سے پہلے منٰی کی طرف جا سکتے ہیں ۔

منٰی کے مراسم :

منٰی میں چار کام انجام دینا ہوتے ہیں :

﴿۱﴾ رمی جمرات

﴿۲﴾ قربانی

﴿۳﴾ حلق یا تقصیر

﴿۴﴾ قیام

﴿۱﴾ رمی جمرات :

تعریف :

جمرات ان تین ستونوں کو کہتے ہیں جو منٰی کے آخر میں ہیں ۔ عام طور سے انہیں شیطان بھی کہا جاتا ہے ۔

رمی سے مراد ہے ——— مارنا ۔

رمی جمرات ، یعنی تین معین ستونوں پر کنکر مارنا ۔

احکام :

مناسکِ منٰی کے پہلے دن یعنی ۱۰ ر ذی الحجہ کی صبح کو سب سے آخری ستون یعنی جمرۂ عقبٰی پر سات کنکر مارنا ضروری ہے۔

ساتوں کنکریوں کا ستون پر جا کر لگنا ضروری ہے۔ اگر شک ہو کہ کوئی کنکر لگا یا نہیں تو اسے دوبارہ مارا جائے۔

دوسرے اور تیسرے دن بالترتیب پہلے، دوسرے پھر تیسرے یعنی پچھلے ستون کو جسے جمرۂ عقبٰی کہا جاتا ہے۔ سات سات کنکریاں ماری جائیں۔

وقت :

رمی جمرات کا وقت پورا دن یعنی طلوعِ آفتاب سے غروبِ آفتاب تک ہے۔

لیکن، بہترین وقت ظہر کے نزدیک ہے۔

جو لوگ کسی بھی سبب طلوعِ آفتاب سے پہلے منٰی پہنچیں وہ رات ہی کو رمی کر سکتے ہیں۔

﴿۲﴾ قربانی :

تعریف :

اللہ تعالٰی کے نام پر اس کے حکم کے مطابق بھیڑ، بکری، گائے یا اونٹ وغیرہ منٰی میں ذبح یا نحر کرنا۔

احکام :

دس ذی الحجہ یعنی عیدِ قربان کے دن منٰی میں قربانی واجب ہے۔ ضروری ہے کہ جمرۂ عقبٰی کی رمی کے بعد منٰی میں اونٹ، گائے، بھیڑ یا بکری میں سے کوئی جانور جو

قربانی کے قابل ہو، اللہ کی راہ میں قربان کیا جائے۔

قربانی کے جانور کا سالم ہونا ضروری ہے۔

اگر اونٹ، گائے، بھیڑ یا بکری کے بجائے ان کے بچے نحر یا ذبح کیے جائیں تو ان کا چھ ماہ کا ہونا ضروری ہے۔

قربانی کا گوشت ممکنہ حد تک فقراء میں تقسیم کیا جانا چاہیے۔ خواہ اس کے لیے گوشت کو منیٰ سے باہر ہی کیوں نہ لے جانا پڑے۔

جو شخص قربانی دینے کے قابل نہ ہو اسے قربانی کے بجائے روزے رکھنا ہوں گے۔ ان روزوں کا طریقہ یہ ہے:

☆ اگر ذی الحجہ میں مکہ میں روزہ رکھے تو تین دن مسلسل بغیر وقفہ کے روزہ رکھے۔

☆ اگر ذی الحجہ کے بعد اور مکہ سے باہر یا وطن پہنچ کر روزہ رکھے تو سات روزے رکھے۔

لیکن ان کا مسلسل رکھنا ضروری نہیں ہے۔

﴿۳﴾ حلق یا تقصیر:

عید قربان کے دن منیٰ میں تیسرا واجب عمل، حلق یا تقصیر ہے۔

تعریف:

حلق: اللہ تعالیٰ کے حکم کی خاطر قربانی کے بعد سر منڈانا۔

تقصیر: اللہ تعالیٰ کے حکم کی خاطر قربانی کے بعد سر کے بال یا ناخن کاٹنا۔

احکام:

قربانی کے بعد حاجی کے لیے اسی دن حلق یا تقصیر کرنا ضروری ہے۔ جو لوگ

پہلی دفعہ حج پر آئے ہوں ان کے لیے حلق یعنی سر کا منڈانا ضروری ہے۔ وہ تقصیر نہیں کر سکتے۔ خواہ ان کا حج نیابتی ہو یا واجب۔

جو لوگ دوسری مرتبہ حج کے لیے مشرف ہو رہے ہوں یا کئی بار مشرف ہو چکے ہوں، ان کو اختیار ہے چاہے تقصیر کریں یا حلق۔

حلق یا تقصیر کے بعد حاجی مُحِل ہو جاتا ہے۔

طوافِ نساء سے پہلے اس پر مرد و زن (یعنی مرد پر عورت اور عورت پر مرد) کے علاوہ سب حلال ہو جاتا ہے۔

بہتر ہے کہ تقصیر کے بعد حاجی عید ہی کے دن مکہ مکرمہ جا کر حج کا طواف اور سعی بجالائے۔ پھر منیٰ واپس آئے۔

البتہ حج کا طواف و سعی منیٰ میں قیام کے بعد انجام دیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد طوافِ نساء انجام دیا جائے۔

﴿۴﴾ منیٰ میں قیام:

گیارہویں اور بارہویں شب، منیٰ میں رکنا۔ گیارہویں اور بارہویں دن تینوں جمروں پر رمی کرنا واجب ہے۔

بارہویں دن رمی جمرات کے بعد غروب آفتاب سے پہلے منیٰ سے نکل جانا ضروری ہے۔

قیامِ منیٰ کے بعد بارہویں کو منیٰ سے نکل کر مکہ آئے۔ اسی دن یا اس کے بعد کسی دن اگر ابھی تک حج کا طواف و سعی انجام نہ دیا ہو تو وہ بجالائے ورنہ طوافِ نساء بجالائے۔

گیارہویں اور بارہویں شب کو منیٰ میں قیام واجب ہے۔ اس لیے اگر طواف و سعی کے لیے مکہ جائے تو نصفِ شب سے پہلے منیٰ واپس آنا ضروری ہے۔

حج کا طواف و سعی اور طوافِ نساء

مناسکِ حج میں اہم عبادت، حج کا طواف اور سعی نیز طوافِ نساء ہے۔ جسے اہل سنت طوافِ زیارت کے نام سے انجام دیتے ہیں۔

حج کے طواف اور سعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ عید قربان کے دن مناسک کی انجام دہی یعنی رمی جمرہ عقبیٰ، قربانی اور حلق یا تقصیر کے بعد انجام دیا جائے۔ اسی طرح طوافِ نساء بھی حج کے طواف و سعی کے بعد انجام پانا ضروری ہے۔

البتہ عذر کی صورت میں:

مثلاً کسی کے لیے بڑھاپے یا مرض کی وجہ سے رش اور اژدہام میں طواف و سعی ممکن نہ ہو۔

یا، عورت کو خوف ہو کہ اس کی ماہانہ عادت کے دن شروع ہو جائیں گے۔ جس کے سبب وہ طواف سے محروم رہ جائے گی۔ وغیرہ

یہ لوگ عرفات روانگی سے پہلے حج کا طواف و سعی نیز طوافِ نساء انجام دے سکتے ہیں۔

لیکن، اگر منیٰ کے مراسم کی انجام دہی کے بعد ذی الحجہ کے آخر تک کسی بھی وقت مکہ میں موجود ہوتے ہوئے طاقت حاصل ہو جائے یا ایام شروع نہ ہوئے ہوں یا ختم ہو چکے ہوں تو مناسب اور مستحب ہے کہ حج کے طواف و سعی نیز طواف نساء کو دوبارہ بجالائے۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر :

مسلمانوں سے اسلام کا ایک اہم مطالبہ یہ بھی ہے کہ وہ انسانی معاشرہ میں اچھائیوں کو عام کرنے اور برائیوں کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ اس اسلامی فریضہ کو ''نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا'' کہا جاتا ہے۔

یہ کوشش ہر سطح کے مسلمان کا فریضہ ہے۔

☆ مسلمان حکمرانوں کا فریضہ ہے کہ وہ ملک میں ایسا تعلیمی و تربیتی نظام رائج کریں، ایسے معاشرہ کی تشکیل، نیز ایسے قوانین نافذ کریں جو معاشرہ میں اچھائیوں کے فروغ اور برائیوں کے ختم ہونے کا سبب بنیں۔

☆ علماء کا فریضہ ہے کہ اپنے مدرسوں میں ایسے شاگرد تیار کریں جو اتنے تربیت یافتہ اور پاکیزہ نفس ہوں جن کے وجود اور معاشرہ میں ان کی سرگرمیاں خود بخود اچھائیوں کے فروغ اور برائیوں کے ختم ہونے کا سبب بنیں۔ اس کے ساتھ وہ خود بھی اپنے عمل، زبان نیز اپنی سرگرمیوں سے بھرپور اور برائیوں سے پاک معاشرہ تشکیل پا سکے۔

☆ عام مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ خود بھی اچھائیوں کو اپنائیں، برائیوں سے پرہیز کریں اور اپنے دوستوں، عزیزوں اور محلے والوں نیز اپنے حلقہ اثر میں لوگوں کو اچھائیوں کی طرف ترغیب دیں اور برائیوں سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

اس سلسلہ میں،

اخلاقی اور زبانی باتیں کافی نہیں ہیں۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لیے مالی اور اقتصادی تعاون بھی ضروری ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص کسی کو مسجد جانے کے لیے کرایہ کے

پیسے فراہم کرے یا اسکوٹر یا گاڑی خرید کر دے دے۔ یا بھیک سے روکنے کیلئے کسی کو دوکان کھلوا دے ۔ یا غلط اور بیہودہ سرگرمیوں سے روکنے کے لیے کسی جوان کے تعلیمی وظیفہ کا اہتمام کردے تو یہ سب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذیل میں آتا ہے۔ اس کا بے پناہ ثواب اور اجر ہے۔

جہاد :

جہاد ، اسلام کے اہم احکام میں سے ایک ہے۔ جہاد کا مطلب ہے مستقل اور ان تھک کوشش۔

فقہ اسلامی میں جہاد کے معانی ہیں ، اسلام کے فروغ اور انسانیت کی ہدایت و سربلندی کے لیے مسلسل اور ان تھک جدوجہد ۔ ایسی مسلسل جدوجہد جس کا خاتمہ اگر جان ،مال ،عزت و آبرو فدا کرنے پر بھی ہوجائے تو اس سے بھی دریغ نہ کیا جائے۔

جہاد دراصل انسانیت کی فلاح و بہبود کے لیے اسلام کا ایک رفاحی اور فلاحی پروگرام ہے۔ اس پروگرام کے ذریعہ اسلام انسانوں کو اپنے ہی جیسے انسانوں کی غلامی اور ان کے ظلم وستم ، استعمار و استثمار سے آزاد کروانا چاہتا ہے۔

اس لیے یہ بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی طرح حکومتوں ، علماء اور عام مسلمانوں پر الگ الگ فریضہ عائد کرتا ہے۔

حکومتوں کا فریضہ ہے کہ حکومتی سطح پر اسلام کے پیغام کو عام کریں۔ اسلام اور مسلمانوں تحفظ اور سربلندی کے لیے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کریں۔ اس کے لیے قوم کو علمی ، سائنسی ، فنی اور فوجی لحاظ سے مضبوط اور آمادہ کریں۔ اسلام اور مسلمانوں کے

دفاع کیلئے ہر وقت تیار رہیں۔ انسانوں کو ظلم وستم سے نجات دلانے کی بھرپور کوشش کرتے رہیں۔ ضرورت پڑنے پر ظلم کی بیخ کنی کیلئے جنگ سے بھی گریز نہ کریں۔

علماء کا فریضہ ہے کہ انسانوں کو ان کی فلاح اور تکامل کے واقعی مفاہیم سے آگاہ کریں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کے پیغام کی طرف دعوت دیں۔ ان کو کفر وشرک وظلم سے نجات دلانے کی کوشش کریں۔ ان کو شجاعت کا درس دیں۔ اللہ کے راستہ میں ہر طرح کی قربانی، ایثار اور شہادت کیلئے آمادہ کریں۔

عوام کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے اردگرد کے معاشروں اور لوگوں کو اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ مختلف دین و مذہب کے لوگوں کے درمیان اخوت ومحبت کے رشتے برقرار کریں۔ لادین نیز دین دشمن قوموں کی اصلاح کی کوشش کریں۔ اگر اصلاح کے قابل نہ ہوں تو ان کی ریشہ دوانیوں کا مقابلہ کریں۔ انسانی معاشرہ کو ان کے مضر اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کریں۔

فریضہ جہاد کی ادائیگی کیلئے بھی حکومت، علماء اور عوام کی سطح پر ہر قسم کی انسانی، علمی، فنی، جنگی اور مالی توانائیوں کو جمع کرنا نیز منظم منصوبہ بندی کے ساتھ بروئے کار لانا ضروری ہے۔

تجارتی معاملات :

☆ تجارت ☆ جعاله

☆ ربا ☆ عاریه

☆ بینکنگ ☆ مضاربه

☆ تنزیل ☆ مزارعه

☆ لاٹری ☆ لقطه

☆ بیمه ☆ مصالحه

☆ حواله ☆ ضمانت

☆ شرکت ☆ کفالت

☆ رهن ☆ وکالت

☆ اجاره و نیابت

☆ امانت

شریعت کی نظر میں، بنیادی طور پر ہر لین دین (معاملہ) درست ہے۔

شرط یہ ہے کہ وہ عام انسانی معاشرہ میں ناپسندیدگی کی نظر سے نہ دیکھا جاتا ہو (یعنی جبۂ عقلانی رکھتا ہو)۔

جب دو افراد اس طرح کا لین دین انجام دیں تو اس پر عمل واجب ہے۔

قرآن حکیم نے باہمی معاہدوں کو پورا کرنے سے متعلق اللہ تعالیٰ کا واضح حکم "اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" [1] بیان کیا ہے۔

ہر طرح کا لین دین اس آیۂ کریمہ کے دائرہ میں داخل ہیں۔

اس لیے اگر کسی تجارتی معاملہ اور لین دین کے باطل، غلط یا حرام ہونے کے سلسلہ میں کوئی مضبوط اور محکم شرعی دلیل نہ ہو تو وہ صحیح ہوگا۔

کیونکہ تجارتی امور اور روزمرہ کے لین دین میں شریعت نے صحت کو بنیاد اور اصل قرار دیا ہے۔

---

[1] سورۂ مائدہ (۵) کی پہلی آیۂ کریمہ میں ارشاد رب العزت ہے:

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ۔

(اے صاحبان ایمان! باہمی معاہدوں کو پورا کرو)

آیت کریمہ کا خطاب عمومی ہے۔ یہ عموم ان تمام معاہدوں پر مشتمل ہے جو پہلے سے چلے آرہے ہیں یا بعد میں منعقد ہوئے ہیں یا ہوں گے۔ ان کی شرط صرف ان کا عام طور پر قابلِ قبول اور پسندیدہ ہونا ہے اور بس۔

فقہی اصطلاح میں ہم اسے ''اِصَالَۃُ الصِّحَۃ'' کہتے ہیں۔

اس لیے،

لین دین اور روزمرہ کے معاملات کے صحیح ہونے کی دو اہم شرطیں ہیں :

﴿۱﴾ عقلانی ہو، یعنی عام طور سے لوگوں کی نظر میں ناپسندیدہ اور منفور نہ ہو۔ اس میں بے وقوفی، جہالت اور بیہودگی کا پہلو نہ ہو۔

﴿۲﴾ معاملہ دونوں طرف یعنی لینے اور دینے والوں کی باہمی رضامندی اور خوشی سے انجام پایا ہو۔ اس میں کسی قسم کی زبردستی، دباؤ یا بے چارگی کا عمل دخل نہ ہو۔

ان دونوں شرطوں کو واضح طور پر بیان فرما دیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ نساء کی انتیسویں آیت میں ارشاد رب العزت ہے :

﴿ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بَیْنَکُمْ بِالْبَاطِلِ
اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ تِجَارَۃً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْکُمْ ﴾

''اے صاحبان ایمان!

اپنے اموال کو:

﴿الف﴾ آپس میں بیہودہ، فضول اور جاہلانہ انداز میں رد و بدل اور لین دین نہ کرو۔

اس کے بجائے:

﴿ب﴾ ان معاملات کو تجارتی اصول و ضوابط کے مطابق باہمی رضامندی سے انجام دو۔''

یہاں تجارتی اصول و ضوابط سے مراد پسندیدہ اور معین قیمت کے مقابلہ میں متداول (مروجہ طریق کار کے مطابق) لین دین ہے۔

گویا ہماری نظر میں تجارت کی تعریف یہ ہے:

''ایسا معاملہ یا لین دین جو متعارف تجارتی اصول وضوابط کے مطابق یا متفقہ قیمت کے مقابلہ میں باہمی رضامندی کے ساتھ انجام پائے۔''

تجارت

دو حقیقی یا حقوقی اشخاص یعنی دو افراد یا دو اداروں، یا ایک فرد اور ادارہ، یا ایک ادارہ اور فرد کے درمیان تجارتی لین دین عام طور سے مندرجہ ذیل طریقوں سے انجام پاتا ہے:

﴿۱﴾ نقد: جنس فوراً دے کر قیمت فوراً لے لی جاتی ہے۔

﴿۲﴾ نسیہ (ادھار): جنس دے دی جاتی ہے۔ قیمت تاخیر کے ساتھ معین مدت کے بعد لی جاتی ہے۔

﴿۳﴾ سلف: قیمت فوراً نقد لے لی جاتی ہے۔ جنس معین مدت کے بعد تحویل دی جاتی ہے۔

﴿۴﴾ وعدہ: قیمت اور جنس کا تعین کر لیا جاتا ہے۔ قیمت کی ادائیگی جنس اور تحویل کا طریقہ معین کر لیا جاتا ہے۔ پھر معاہدہ کے مطابق دونوں اپنی اپنی ذمہ داری کے مطابق قیمت ادا کرتے اور جنس تحویل دیتے ہیں۔

﴿۵﴾ قسطی: جنس تحویل دے دی جاتی ہے۔ قیمت مقررہ مدت کے اندر بالاقساط لی یا ادا کی جاتی ہے۔

﴿۶﴾ نقد بہ وعدہ: قیمت ادا کر دی جاتی ہے، لیکن جنس تحویل نہیں لی جاتی بلکہ جنس

اصل مالک ہی کے پاس رہتی ہے یہاں تک کہ کسی اور خریدار کے ہاتھ فروخت کردی جاتی ہے۔ اب اگر دوسرا خریدار چاہتا ہے تو وہ اصل مالک سے جنس لے لیتا ہے ورنہ وہ بھی کسی اور کے ہاتھ بیچ دیتا ہے۔ اسی طرح کئی افراد کے ہاتھ بکنے کے بعد آخری خریدار پہلے مالک سے جنس حاصل کرلیتا ہے۔

﴿۷﴾ واسطہ: مالک اور خریدار کے درمیان ایک ماہر واسطہ کا کام کرتا ہے۔ وہ فنی نکات کو بہتر جانتا ہے، نقصان سے حفاظت اور فائدہ کی ضمانت کرتا ہے۔ خریدار اور بیچنے والا دونوں اس پر اعتماد کرکے معاملہ انجام دیتے ہیں۔ یہ درمیانی شخص اس معاملہ کی اہمیت اور قیمت کے مطابق اپنا فی صد کمیشن، حصہ یا قیمت وصول کرتا ہے۔

تجارتی معاملات کی صحت کے شرائط

ان تمام صورتوں میں اگرچہ متداول قوانین کی مراعات شرعاً ضروری ہے، اس کے باوجود بعض شرطیں شرعی لحاظ سے خاص اہمیت رکھتی ہیں:

﴿۱﴾ قیمت اور جنس میں مناسب نسبت:

قیمت (ثَمَن) اور جنس (مُثمَن) کے درمیان نسبی معادلہ یعنی مناسب نسبت ہو۔ اگر یہ نسبت مناسب نہ ہو، اور کسی ایک طرف یعنی یا جنس یا قیمت میں اتنا فرق ہو جو عام رواج سے زیادہ ہو نیز لینے یا دینے والے کے علم میں نہ ہو، تو جس شخص کو فریب دیا گیا ہو اسے خیار غبن حاصل ہوگا۔ گویا وہ معاملہ کو یکطرفہ طور پر ختم اور فسخ کرسکتا ہے۔

﴿۲﴾ آگاہی:

طرفین یعنی بیچنے اور خریدنے والا، عوضین یعنی جنس اور قیمت میں موجود قابل توجہ

صفات اور خصوصیتوں سے پورے طور پر آگاہ ہوں۔

مثلاً اگر جنس تولی، ناپی یا گنی جاتی ہو تو وزن، پیمانہ یا ناپ معین ہو۔

نیز جنس اور قیمت دونوں کی سلامتی، عیب سے پاک ہونا، یا دوسرے معین اوصاف دونوں کے نزدیک واضح اور مشخص ہوں۔

تاکہ بیچنے یا خریدنے والے میں کسی کی طرف سے وعدہ خلافی کی صورت میں طرفِ مقابل کو خیارِ عیب یا خیارِ تخلف حاصل رہے۔

اگر معاملہ انجام پاتے وقت کوئی ایک چیز نامعلوم یا نامشخص ہو یعنی یا قیمت معین نہ کی گئی ہو یا جنس معین نہ کی گئی ہو تو معاملہ باطل ہے۔

﴿۳﴾ اختیار و رضایت :

عام طور سے تجارتی معاملات میں ضروری ہے کہ معاملات کسی دباؤ، زبردستی اور ناپسندیدگی کے ساتھ انجام نہ پائیں۔ تمام معاملات کا طرفین کے مکمل اختیار، پسندیدگی اور رضایت کے ساتھ انجام پانا ضروری ہے۔

یہ شرط صرف ایک صورت میں قابلِ حذف ہے، وہ یہ کہ حاکم شرع شرعی ضوابط کے مطابق دَین، غصب وغیرہ جیسے امور کی خاطر کسی کو اس کی مِلک بیچنے کا حکم دے۔

ایسی صورت میں حاکم شرع، خرید و فروخت کا ذمہ دار قرار پائے گا۔ مالک کی رضایت شرط نہیں ہوگی۔

﴿۴﴾ ملکیت یا اجازت :

خریدنے یا بیچنے والا خود مالک یا خریدار ہو۔ ورنہ اسے مالک یا اصل خریدار کی اجازت حاصل ہو۔

اس لیے،

اگر کوئی شخص کسی کی چیز کو اس کی اجازت کے بغیر فضولتاً بیچ دے یا کسی کی اجازت کے بغیر اس کی طرف سے خرید لے تو دونوں صورتوں میں یہ خرید و فروخت باطل ہوگی۔

﴿۵﴾ عقل و رشد :

طرفین یعنی بیچنے اور خریدنے والا دونوں عاقل، بالغ اور رشید ہوں۔ دیوانے یا احمق نہ ہوں۔

البتہ،

وہ بچے جو سوجھ بوجھ رکھتے ہوں، ان کی روزمرہ کی خرید و فروخت درست ہے۔

قیمت کے بیان کے لحاظ سے تجارت کی قسمیں

قیمت کے بیان یا ذکر کے لحاظ سے تجارت یا بیع کی پانچ قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ یہ سب کی سب شرعاً درست ہیں :

﴿۱﴾ مساومہ :

اس قسم میں قیمت خرید بیان نہیں کی جاتی۔ بیچنے والا فقط وہ قیمت بتاتا ہے جس قیمت پر اسے چیز بیچنا ہوتی ہے۔

﴿۲﴾ مرابحہ :

اس قسم میں بیچنے والا اپنی قیمت خرید اور معین منافع بیان کرتا ہے۔ گویا وہ بتاتا ہے کہ میں نے یہ چیز اتنے میں خریدی ہے اور اتنے نفع پر بیچ رہا ہوں۔

اس کی بھی دو قسمیں ہیں :

﴿الف﴾ : کبھی بیچنے والا معین نفع بتاتا ہے مثلاً کہتا ہے میں نے اٹھارہ روپے میں خریدی ہے ۔اب بیس یا اکیس روپے میں بیچ رہا ہوں ۔

﴿ب﴾ : کبھی بیچنے والا کہتا ہے : میں نے دس روپے میں خریدی ہے ۔ اب بیس فیصد یا تیس فیصد نفع پر بیچ رہا ہوں۔

یہ صورت آج کل رائج ہے ۔شرعاً درست ہے ۔ البتہ ، معاملاتِ ربوی سے مماثلت کی وجہ سے پسندیدہ نہیں ہے ۔

﴿۳﴾ تولیہ :

بیچنے والا ، کسی چیز کو اپنی قیمت خرید ہی پر بیچتا ہے ۔

﴿۴﴾ محابات :

اس قسم میں ، بیچنے والا نفع کو چھوڑ دیتا ہے ۔ اس کے علاوہ قیمت خرید سے بہت کم پر یعنی نقصان پر بیچتا ہے ۔ مثلاً سو روپے میں خریدی ہوئی چیز کو دس روپے میں بیچتا ہے ۔

نقد

نقد تجارت:

اس میں جنس اور قیمت دونوں معاملہ کے انجام پاتے ہی قابل رد و بدل ہوتے ہیں۔طرفین فوراً ہی ایک دوسرے سے چیز اور قیمت کا مطالبہ کر سکتے ہیں ۔

معاملہ کے انجام پانے کے فوراً بعد بیچنے والا بیچی ہوئی چیز کو دے کر قیمت کا مطالبہ کر سکتا ہے ۔

اسی طرح

خریدار بھی قیمت دے کر خریدی ہوئی چیز کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ یہ حق دونوں کیلئے برابر سے ثابت ہوتا ہے۔

نقد تجارت میں کبھی کبھی بیچنے والا قیمت کے مطالبہ میں نرمی کرتا ہے۔ وہ خریدار کو مہلت دے دیتا ہے کہ وہ قیمت بعد میں ادا کر دے۔ اس صورت میں معمولاً دکاندار اپنے کھاتوں میں لکھ لیتے ہیں۔ اس طرح مہلت دینے کے سبب یہ معاملہ نقد کی صورت سے نسیہ کی صورت میں نہیں آتا۔

کیونکہ بہرحال معاملہ کی اصل صورت کے مطابق دکاندار یا بیچنے والا کسی بھی وقت قیمت کا مطالبہ کرسکتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو قیمت نہ ملنے کے سبب چیز کے دینے سے انکار کرسکتا ہے۔

نسیہ

نسیہ میں بنیادی طور پر معاملہ کی انجام دہی کے موقعہ ہی پر قیمت میں تاخیر کی مدت طے کر لی جاتی ہے۔ اس صورت میں بیچنے والا ذمہ دار ہوتا ہے کہ وہ بیچی ہوئی چیز اسی وقت خریدار کو دے دے۔ لیکن وہ معین مدت سے پہلے خریدار سے قیمت کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔

اس لیے

نسیہ کے موقعہ پر معاملہ کی انجام دہی کے مرحلہ میں قیمت کی ادائیگی کے لیے مدت معین کرنا ضروری ہے۔

نقد اور نسیہ کے موقعہ پر ایک ہی شئے کی قیمت میں فرق رکھا جا سکتا ہے۔ گویا

ایک ہی چیز نقد سو روپے میں لیکن ایک مہینہ کے نسیہ پر ایک سو پانچ، دو مہینہ کے نسیہ پر ایک سو دس روپے اور سال بھر کے نسیہ پر ایک سو بیس روپے میں بیچی جا سکتی ہے۔

اس لیے ضروری ہے کہ مدت اور قیمت دونوں معین ہوں۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ خریدار کہے کہ میں خریدتا ہوں لیکن جتنی مدت کے بعد قیمت ادا کروں گا۔ اس مدت کے حساب سے قیمت ادا کردوں گا۔ اسی طرح بیچنے والا کہے کہ میں نسیہ بیچتا ہوں لیکن مدت یا قیمت یا مدت اور قیمت بعد میں معین کروں گا۔

سلف

سلف، نسیہ کے برعکس ہے۔ اس صورت میں معین قیمت پہلے ادا کردی جاتی ہے۔ خریدی ہوئی چیز معین مدت کے بعد لی جاتی ہے

خواہ یہ چیز وہ خود بناتا ہو یا کہیں سے خرید کر مہیا کرے۔

سلف میں ضروری ہے کہ:

﴿الف﴾ بیچنے والا چیز کو معین وقت پر تحویل دینے پر قدرت رکھتا ہو۔

﴿ب﴾ چیز ان تمام اوصاف کے مطابق تحویل دے جو معاملہ کے وقت بتائے گئے یا معین کئے گئے ہوں۔

وعدہ (نسیہ بہ نسیہ)

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چیز کے مشخصات اور قیمت معین کر لی جاتی ہے۔ طے کر لیا جاتا ہے کہ چیز کب تحویل دی جائے گی؟ قیمت کب ادا کی جائے گی؟

اس میں یہ ضروری نہیں ہوتا کہ چیز اور قیمت ایک ہی وقت ردو بدل ہو۔ کبھی قیمت بعد میں لی جاتی ہے۔ کبھی چیز بعد میں لی جاتی ہے۔

ایسے معاملہ کے وقت نہ چیز موجود ہوتی ہے نہ قیمت۔ اس قسم کے معاملات میں کبھی کبھی ایک طرف یا دونوں طرف زرِ ضمانت رکھواتے ہیں۔ کبھی کبھی زرِ ضمانت نہیں رکھوایا جاتا بلکہ کوئی ادارہ، بینک یا بیمہ کمپنی ضامن ہوتے ہیں۔

عام طور پر بڑی بڑی تجارتیں اسی طرح انجام پاتی ہیں۔ خصوصاً وہ تجارتیں جو حکومتوں یا بڑے بین الاقوامی سطح کے اداروں کے درمیان ہوتی ہیں۔

اس قسم کی تجارت کو فقہی اصطلاح میں ''بیع نسیہ بہ نسیہ'' کہا جاتا ہے۔ بعض فقہا اس قسم کی تجارت کو شرعاً جائز نہیں سمجھتے۔

لیکن

ہماری نظر میں اس کی ممنوعیت پر کوئی شرعی دلیل موجود نہیں ہے۔ ممکن ہے کسی زمانے میں عام طور سے اس قسم کی تجارت کا رواج نہ ہو۔ اس لئے فقہا نے بھی اس پر اعتراض کیا ہو۔ ہماری نظر میں اس قسم کے تجارتی معاملات درست ہیں۔ انہیں مروجہ بین الاقوامی ملکی قوانین کے مطابق انجام پانا چاہیے۔

شرائطِ ضمن عقد

دو افراد، اداروں یا فرد اور ادارہ کے درمیان جو معاہدے انجام پاتے ہیں۔ یہ معاہدے تجارتی نوعیت کے بھی ہوتے ہیں، اجتماعی اور اخلاقی نوعیت کے بھی۔

ان کو فقہی اصطلاح میں عقد یعنی معاہدہ یا قرارداد کہا جاتا ہے۔

شریعت مقدسہ اسلام نے ضروری قرار دیا ہے کہ کسی بھی معاملہ کی انجام دہی یعنی عقد کے موقع پر جو شرطیں طرفین ایک دوسرے پر عائد کریں یا ایک دوسرے کے لئے قبول کریں ان پر عمل ضروری ہے ۔ معاملہ کا متفقہ شرائط کے مطابق انجام پانا ضروری ہے۔

یہ شرط چیز یا قیمت کے اوصاف کے بارے میں بھی ہوسکتی ہے جیسے یہ شرط کی جائے کہ فلاں کمپنی کے فلاں مارک اور فلاں رنگ کا کپڑا یا فلاں کرنسی کے فلاں نوٹ ، یا فلاں بینک کا فلاں تاریخ کا چیک وغیرہ ۔

نیز یہ شرط عمل کی صورت میں بھی ہوسکتی ہے جیسے کہا جائے کہ کپڑا یا گاڑی فلاں شہر میں تحویل دی جائے یا قیمت فلاں جگہ یا فلاں بینک میں ادا کی جائے ۔

اگر شرطِ وصف ایسی ہو جو خریدی جانے والی چیز کی اصلیت ، حقیقت اور ماہیت سے تعلق رکھتی ہو تو اس پر عمل ضروری ہے ۔ جیسے یہ کہا جائے کہ ہاتھ کا بنا ہوا قالین خرید یا بیچ رہا ہوں یا کھڈی پر بنا ہوا کھدر کا کپڑا بیچ یا خرید رہا ہوں ۔ ایسی صورت میں اگر مشین کا بنا ہوا قالین یا عام مشینی کاٹن دے دے نیز قیمت بھی لے لے تو بیچنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ غلط دی ہوئی چیز واپس لے کر خریدار کو وہی چیز دے جو اس نے شرط کی تھی ۔

اگر معاملہ کسی خاص چیز پر انجام پائے مثلاً یہ کہا جائے کہ یہ گاڑی جو سامنے کھڑی ہے اس شرط پر بیچ رہا ہوں کہ یہ جاپان کی بنی ہوئی ہے اور وہ جاپان کی بنی ہوئی نہ ہو تو اساساً معاملہ باطل ہے۔

اگر شرطِ وصفی خریدی یا بیچی جانے والی چیز کی ماہیت وحقیقت میں دخل نہ رکھتی ہو ۔ خریدار کی پسند ناپسند سے تعلق ہو۔ تو اگر معاملہ کلی ہو جیسے سو یا دس گاڑیاں سفید

رنگ کی خریدی گئی ہوں تو چیز کو بدلنا ہوگا۔ لیکن اگر معاملہ شخصی ہو۔ جیسے ایک گاڑی اپنے استعمال کے لیے لی تھی۔ تو خریدار کو معاملہ فسخ کرنے یعنی توڑنے کا حق حاصل ہوگا۔

شرطِ عمل بھی دو طرح کی ہے :

﴿۱﴾ کبھی شرط کی جاتی ہے کہ فلاں کام انجام پائے مثلاً گھر خریدتے وقت یہ شرط کی جائے کہ گھر کی مرمت کروائی جائے۔ رنگ و روغن کیا جائے یا ٹیکس و بل وغیرہ ادا کر دیے جائیں۔

اس قسم کی شرط کے انجام نہ پانے کی صورت میں خریدار کو حق فسخ حاصل ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو خریداری سے منصرف ہوکر دیا ہوا بیعانہ یا قیمت واپس لے سکتا ہے۔ اگر خریدنے والا واپسی کا تقاضا کرے تو بیچنے والے کو خریدنے والے کی مرضی کے مطابق واپس کرنا ہوگا۔

﴿۲﴾ کبھی شرط ہوتی ہے کہ یہ معاملہ انجام دینے سے پہلے فلاں کام انجام پائے۔ مثلاً یہ کہ مکان کی سند کے نقل و انتقال کی وکالت خریدار کو حاصل ہو یا شادی کے وقت عورت شرط کرے کہ نان ونفقہ یا ازدواجی معاملات میں عدم تمکن یا تخلف کی صورت میں عورت کو مرد کی طرف سے طلاق کا حق حاصل ہے۔

ان صورتوں میں خواہ تحریری یا ملکی قانون کے مطابق کوئی سند نہ بھی لکھی گئی ہو، عقد یا معاملہ کے انجام پاتے ہی یہ وکالت محقق ہوجاتی ہے۔ اب نہ ہی اس سے تخلف جائز ہے نہ ہی یہ وکالت قابل عزل ہے۔ یعنی معاملہ یا نکاح کے درمیان شرط کی جانے والی وکالت سے وکیل کو معزول نہیں کیا جاسکتا۔

اِقَالَہ

اگر معاملہ انجام پانے کے بعد خریدار اور بیچنے والا دونوں باہمی رضامندی سے معاملہ ختم کر دیں۔ یعنی چیز اور قیمت کے ایک دوسرے کو واپس کرنے پر راضی ہوجائیں تو اسے فقہی اصطلاح میں اقالہ کہا جاتا ہے۔

فسخ

اگر معاملہ انجام پانے کے بعد خریدار یا بیچنے والا یکطرفہ طور پر معاملہ ختم کرے تو اسے فقہی اصطلاح میں ''فسخ'' کہا جاتا ہے۔

اختیار فسخ

جن موقعوں پر خریدار یا بیچنے والے کو فقہی لحاظ سے معاملہ فسخ کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

﴿۱﴾ خیار مجلس:

خریدار اور بیچنے والے دونوں کو حق حاصل ہے کہ معاملہ انجام پانے کے بعد جب تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوئے ہوں، یک طرفہ طور پر معاملہ فسخ کردیں۔ اس صورت میں ضروری نہیں ہے کہ وہ دوکان یا اسی جگہ پر ہوں جہاں معاملہ طے پایا تھا۔ اس لیے اگر وہ دونوں ساتھ ساتھ کسی دوسری جگہ بھی چلے گئے ہوں تو جدا ہونے سے پہلے وہ اپنا یہ حق استعمال کر سکتے ہیں۔ یہ اختیار فقہی اصطلاح میں ''خیار مجلس'' کہلاتا ہے۔

اس صورت میں ایک فریق کی جانب سے معاملہ فسخ کیے جانے کی صورت میں دوسرے فریق کو اس کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

﴿۲﴾ خیارِ شرط :

اگر معاملہ کے دوران شرط کی جائے کہ دونوں (یعنی خریدنے اور بیچنے والے) یا فقط کسی ایک کو ایک خاص مدت تک معاملہ فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا، تو اس شرط کے مطابق عمل ضروری ہوگا۔

مثلاً شرط کرے کہ ایک سال تک دونوں یا کسی ایک کو حق فسخ حاصل ہوگا تو اس شرط کے مطابق اگر خریدار یا بیچنے والا کوئی معاملہ فسخ کردے تو دوسرے فریق کو قیمت یا خریدی ہوئی چیز واپس کرنا ہوگی۔

﴿۳﴾ خیار عیب :

اگر قیمت ادا کرنے اور چیز لے لینے کے بعد معلوم ہو کہ جو چیز بیچی اور خریدی گئی ہے اس میں کوئی عیب ہے تو اگر معاملہ کلی طور پر انجام پایا ہو تو چیز کو بدلنا ہوگا لیکن اگر معاملہ ایک معین اور مشخص چیز پر انجام پایا ہو تو خریدار کو فسخ کا حق حاصل ہوتا ہے یعنی چیز واپس کرکے قیمت واپس لے سکتا ہے۔

اس صورت میں چند شرطوں کا لحاظ ضروری ہے :

﴿الف﴾ : خریداری سے پہلے اس عیب کا علم نہ ہو۔

﴿ب﴾ : عام طور سے اسے عیب سمجھا جاتا ہو۔ یہ نہ ہو کہ فقط خریدار کی رائے میں وہ عیب ہو۔ عام طور سے وہ عیب نہ سمجھا جاتا ہو۔

البتہ، ضروری نہیں کہ یہ عیب چیز کی قیمت میں کمی کا سبب بھی ہو۔ ہوسکتا ہے

کہ بعض عیب کسی چیز کی قیمت میں کمی کا سبب نہ ہوں بلکہ زیادتی ہی کا سبب ہوں، لیکن خریدار کی ضرورت کے لحاظ سے وہ عمومی طور پر عیب شمار ہوتے ہوں۔

جیسے شیرین بادام کے بجائے تلخ بادام دے دیئے جائیں۔ اگرچہ تلخ بادام کی قیمت زیادہ ہو۔ لیکن یہ گھریلو استعمال کے قابل نہیں ہوتے۔ دوا وغیرہ میں کام آتے ہیں۔

﴿ج﴾: عیب کے علم میں آتے ہی فوراً معاملہ فسخ کرلے۔ اگر بیچنے والے تک فوری رسائی نہ ہوتو دو گواہوں کے سامنے فسخ کا اعلان کرے۔ نیز عیب پر مطلع ہونے کے بعد سے اس پر کسی قسم کا تصرف نہ کرے۔ ورنہ حق فسخ ساقط ہوجائے گا۔

﴿۴﴾ خیار غَبَن:

فقہی اصطلاح میں ''غبن'' اس دھوکہ کو کہا جاتا ہے جو قیمت کے سلسلہ میں کسی فریق کی لاعلمی کے سبب انجام پائے۔ دھوکہ یعنی غبن خریدار کی لاعلمی اور جہالت کے سبب اس سے زیادہ قیمت وصول کرنا۔ بیچنے والے کی لاعلمی اور جہالت کے سبب اصل قیمت سے کم میں خریدنا۔

یہ کمی اور زیادتی غیر معمولی ہو۔ معاملہ کے وقت دھوکا کھانے والے کی طرف سے حد سے زیادہ اصرار نہ کیا گیا ہو خریدار نے یہ نہ کہا ہو کہ جس قیمت پر بھی لوگے دے دوں گا۔ ایسی صورت میں دھوکا کھانے والے فریق کو معاملہ فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ دوسرے فریق کو قیمت یا چیز واپس کرنا ہوگی۔

تَدْلِیس

تدلیس فقہی اصطلاح میں اس دھوکے کو کہا جاتا ہے جس میں کسی چیز کی اصل

حالت اور برائی کو چھپا کر اس کو بہتر انداز میں دکھایا جاتا ہے۔ خریدار اس کو اچھی جنس سمجھ کر اچھی قیمت پر خرید لیتا ہے۔

خواستگاری کے موقعہ پر مرد یا عورت کا اپنے آپ کو بہت زیادہ بناؤ سنگھار کے ساتھ پیش کرنا بھی ''تدلیس'' کہلاتا ہے۔ اس طرح وہ اپنی عمر سے بہت کم اور اپنی اصل صورت سے بہت زیادہ حسین یا وجیہ معلوم ہوتا یا ہوتی ہے۔ اسی کم سنی یا حُسن کے سبب دھوکہ میں رشتہ قبول ہو جاتا ہے۔

خیار تدلیس :

اگر خریداری کے بعد واضح ہو کہ تجارتی جنس جس طرح دکھائی گئی تھی اس کے مقابلہ میں متوسط یا پست درجہ کی ہے تو خریدار کو خیار تدلیس حاصل ہوتا ہے۔ وہ اس بنیاد پر معاملہ فسخ کر کے دی ہوئی قیمت واپس لے سکتا ہے۔

اسی طرح اگر شادی کے بعد معلوم ہو کہ لڑکے یا لڑکی نے جیسا اپنے آپ کو ظاہر کیا تھا اس کے مقابلہ میں بہت زیادہ عمر والا یا والی ہے یا بہت زیادہ بدصورت ہے تو فریقِ ثانی کو نکاح فسخ کرنے کے سلسلہ میں ''حق تدلیس'' حاصل ہوتا ہے۔

﴿۶﴾ خیارِ تاخیر :

اگر چیز تحویل دینے یا قیمت ادا کرنے میں طرفین کی رضایت کے بغیر حد سے زیادہ تاخیر ہو تو دوسرے فریق کو معاملہ فسخ کرنے کے لیے ''خیار تاخیر'' حاصل ہوتا ہے۔

﴿۷﴾ خیارِ تَخَلُّفِ شرط :

اگر خریدار یا بیچنے والا کسی ایسی شرط پر عمل نہ کرے جو معاملہ کے موقعہ پر رکھی اور قبول کی گئی ہو تو دوسرے فریق کو معاملہ توڑنے کا حق حاصل ہوتا ہے جو ''خیار تخلف

شرط'' کہلاتا ہے۔

﴿۸﴾ خیار حَیَوَان :

حیوانات کی خرید وفروخت کے موقعہ پر فقہاء کی نظر میں خریدار کو تین دن تک اپنی مرضی کے مطابق معاملہ کو توڑنے اور حیوان کو واپس کرنے یا بدل لینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اسے ''خیار حیوان'' کہتے ہیں۔

﴿۹﴾ اسقاط خیارات :

اگر معاملہ کی انجام دہی کے موقعہ پر تمام خیارات کے ساقط ہونے کی شرط کی جائے یعنی خریدار اس بات پر توافق کرے کہ :

'' میں یہ معاملہ اس شرط پر انجام دے رہا ہوں کہ معاملہ فسخ کرنے کے سلسلہ میں اپنے تمام اختیارات سے صرفِ نظر کرتا یا ان کو ساقط کرتا ہوں یعنی استعمال نہیں کروں گا''۔ ایسی صورت میں ''خیار شرط''، ''خیار تخلف شرط'' اور ''خیار تاخیر'' کے علاوہ فسخ کے تمام حقوق ساقط ہو جائیں گے۔

گویا اسقاط خیارات کی شرط سے صرف ''خیار مجلس''، ''خیار عیب''، ''خیار غبن''، ''خیار تدلیس'' اور ''خیار حیوان'' ہی ساقط ہوتے ہیں۔

شفعہ کے احکام

حق شفعہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی چیز کی ملکیت میں دو افراد شریک ہوں۔ ان میں سے کوئی ایک اس چیز کو بیچ دے تو دوسرا شریک اس معاملہ کو فسخ کر کے اپنے نفع کے مطابق انجام دے سکتا ہے۔

جب بھی دو شریکوں میں سے کوئی ایک دوسرے شریک کی اطلاع کے بغیر اپنا حصہ بیچ دے تو دوسرے شریک کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ اطلاع ملتے ہی اس معاملہ کو فسخ کر دے اور مندرجہ ذیل شرائط کے مطابق اس حصہ کو اسی قیمت پر اپنے نفع میں حاصل کرے؛

﴿۱﴾ مشترک مال میں دو سے زیادہ شریک نہ ہوں۔ اگر شریک دو سے زیادہ ہوں تو حق شفعہ نہیں ہوتا۔ جیسے حصہ دار کمپنیاں اور کارخانے وغیرہ جن میں ہر حصہ دار اپنے حصہ کو جس وقت اور جسے چاہے بیچ سکتا ہے۔ اسے دوسرے حصہ داروں سے اجازت لینے یا اطلاع دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

﴿۲﴾ حق شفعہ ہر مشترک مال میں ہوتا ہے خواہ منقول ہو یا غیر منقول، زراعت، تجارت، گھر، باغ، دوکان، کارخانہ، مشینوں وغیرہ سب میں۔

﴿۳﴾ شرکت کا مشاع ہونا شرط ہے۔ شرکت جوار یعنی ہمسائیگی شرط نہیں ہے یعنی اگر ایک کئی طبقہ کی عمارت میں مختلف طبقوں کے مالک الگ الگ ہیں تو یہ مشاع نہیں ہوں گے۔

البتہ اگر ان کے صحن اور رفت و آمد کا راستہ ایک ہو تو مشاع ہوگا اور حق شفعہ ثابت ہوگا۔

اگر رستے الگ الگ کر دیئے جائیں تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔

﴿۴﴾ مشترک شئے کے بیچے جانے کے وقت شریک کو خبر نہ ہو۔ اگر شریک کو خبر کر دی گئی ہو اور وہ کسی بھی سبب خریدنے سے انکار کر دے تو حق شفعہ ساقط ہو جائے گا۔

لیکن اگر شریک رقم مہیا کرنے کے لیے آمادہ ہو تو ضروری ہے کہ اسے معقول حد تک مہلت دی جائے۔ پھر اگر وہ خواہ اپنی مشکلات ہی کے سبب رقم مہیا نہ کر سکے تو

دوسرا شریک بچ سکتا ہے۔ اب حق شفعہ خود بخود ساقط ہو جائے گا۔

﴿۵﴾ حق شفعہ فوریت رکھتا ہے۔ یعنی جیسے ہی چیز کے بکنے کی اطلاع ملے اسی وقت کسی غیر معمولی تاخیر کے بغیر اقدام کیا جائے۔ معاملہ فسخ کر دیا جائے یا معاملہ کو روک کر مہلت لی جائے۔ اگر بغیر مہلت لیے تاخیر کی جائے تو حق شفعہ خود بخود ساقط ہو جائے گا۔

یہاں فوریت سے مراد متعارف فوریت ہے مختصر مدت کے فاصلہ سے اس پر اثر نہیں پڑے گا۔

قرض و دَیْن کے احکام

ضرورتمند کو ادھار دینا ایک اہم معاشرتی خدمت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام سے اس کے ثواب سے متعلق بہت زیادہ روایتیں نقل ہوئی ہیں۔ یہ زندگی میں برکت اور خوش قسمتی کا باعث ہوتا ہے۔

قرآن مجید کے حکم کے مطابق ضروری ہے کہ دَین طرفین (یعنی ادھار دینے اور لینے والے) کے درمیان معاہدہ کی صورت میں انجام پائے۔ اس کی مدت معین ہو اور تحریری وثیقہ کے ساتھ یا دو عادل گواہوں کی موجودگی میں انجام پائے۔

اس صورت میں ادھار لی جانے والی چیز یا رقم قبض و اقباض یعنی دینے اور وصول کر لینے کے بعد ادھار لینے والے کی ملکیت میں آجاتی ہے۔ نیز ضروری ہوجاتا ہے کہ ادھار لینے والا مدت ختم ہونے پر ادھار دینے والے کو اس جیسی چیز یا (معاہدہ کے مطابق) اس کی قیمت واپس کرے۔

ادھار کی ادائیگی کے سلسلے میں کسی بھی قسم کے بلاعوض اضافہ کی شرط ''ربا'' شمار

ہوتی ہے۔

البتہ مستحب ہے کہ ادھار لینے والا خود سے (نہ کہ مجبوری یا زبردستی کے سبب) ادھار دینے والے کو اصل رقم کی واپسی کے علاوہ تشویق کے طور پر کچھ نہ کچھ ہدیہ یا تحفہ دے۔

ادھار لینے والے کے لیے ضروری ہے کہ مدت پوری ہونے پر ادھار کی ادائیگی کا انتظام کرے۔ اس میں کوتاہی یا حیل و حجت نہ کرے۔ ادھار کی ادائیگی میں کسی قسم کی کوتاہی یا حیل و حجت گناہِ کبیرہ ہے۔ ایسا شخص غاصب کے حکم شمار ہوتا ہے کیونکہ وہ نیکی کا راستہ بند کرنے کا سبب بنتا ہے۔

رِبا

تعریف :

ربا کے لغوی معنی ہیں :

ایسا اضافہ جو کسی خدمت کے بغیر دیا یا لیا جائے۔

شریعت میں حرام ربا یعنی "رِبَا الْمُحَرَّم" سے مراد وہ اضافہ ہے جو ادھار کے لین دین کے وقت ادھار دینے والے کی طرف سے کسی خدمت کے بغیر صرف رقم میں اضافہ کے طور پر طلب کیا جائے یا شرط کے طور پر معین کیا جائے۔

لیکن اضافہ اگر کسی خدمت کے عوض ہو تو جائز ہے۔

بتایا جاچکا ہے کہ شریعت نے مستحب قرار دیا ہے کہ قرض لینے والا قرض کی ادائیگی کے موقعہ پر حتی الامکان قرض دینے والے احسان کے بدلہ کے طور پر خود سے

کچھ اضافی رقم یا چیز اس کو دے۔

چنانچہ، اگر اضافہ بلاعوض ادھار دینے والے کی طرف سے طلب نہ کیا گیا ہو یا ادھار کے معاملہ کی شرط نہ ہو لیکن ادھار لینے والا ادھار کی ادائیگی کے موقعہ پر دے تو اس کا دینا اور لینا دونوں مستحب ہے۔

حرمت :

یہ گناہانِ کبیرہ میں سے ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم ﷺ سے کھلم کھلا جنگ کے برابر ہے۔ اس لیے ربا کسی بھی صورت میں کسی بھی طرح جائز نہیں ہے۔ نہ ہی اس میں کسی قسم کی تخصیص کی صورت نکالی جاسکتی ہے۔

کیونکہ:

الف: شریعت میں ربا اپنی واقعی اور عقلی قباحت کے سبب حرام قرار دیا گیا ہے۔

ب: احکام عقلی میں عام طور سے تخصیص کی گنجائش نہیں ہوتی۔

اس لیے،

احادیث میں جو ایسے موارد ملتے ہیں جو ظاہری طور پر ربا میں تخصیص کی طرف دلالت کرتے ہیں :

جیسے :

☆ میاں بیوی کے درمیان

☆ باپ بیٹے کے درمیان

دراصل یہ حقیقتِ ربا سے خارج ہیں۔ یہ تحفہ و ہدیہ کے ذیل میں آتے ہیں۔ اس قسم کے موارد موضوعاً حکمِ ربا سے خارج ہیں۔

اسی طرح عام طور سے ربا سے تخلص کے لیے جو راستے حیلۂ شرعی کے عنوان سے تجویز کیے جاتے ہیں وہ بھی سب کے سب غلط ہیں۔

کیونکہ،

جو چیز معاشرتی اقتصادیات کی تباہی کا سبب نیز اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم ﷺ سے براہِ راست اور کھلم کھلا جنگ ہے وہ حقیقتِ ربا ہے۔ یہ ظاہری شکل کی تبدیلی کے سبب جائز نہیں ہوسکتی۔

ادھار کے معاملہ میں مشروط اضافہ ربا اور حرام ہے۔

یہ اضافہ:

خواہ اسی جنس سے ہو، جو جنس ادھار دی گئی ہو

یا کسی منفعت کی صورت میں۔

ہر صورت میں حرام اور گناہانِ کبیرہ ہے۔

مثال کے طور پر:

لاکھ روپے اس شرط پر ادھار دیئے یا لیے جائیں کہ اس کے ساتھ ہزار یا دس ہزار روپے اضافہ لیے یا دیئے جائیں گے۔

اس کے ساتھ دس گز یا ایک تھان کپڑا اضافہ لیا یا دیا جائے گا۔

اس کے ساتھ ادھار دینے والا ادھار لینے والے کی گاڑی یا مکان سے استفادہ کرسکے گا۔

اس کے ساتھ ادھار لینے والا اپنا مکان یا گاڑی ادھار دینے والے کو کرایہ پر دے گا۔

یہ تمام صورتیں، حرام ربا ہیں۔ ان پر عمل گناہِ کبیرہ اور حرام ہے۔

البتہ،

اگر مکان، دوکان، گاڑی یا کوئی اور چیز کرایہ پر دی جائے۔ کرایہ میں شرط کی جائے کہ کرایہ دار مالک کو وثیقہ، رہن یا ضمانت کے طور پر ایک رقم یا کوئی چیز ادھار دے تو یہ شرط صحیح ہے۔ اس پر عمل جائز ہے۔ یہ ربا نہیں شمار ہوگا۔

کیونکہ،

بنیادی معاملہ اجارہ ہے۔ ادھار کی شرط، ''شرط ضمنِ عقد'' ہے۔ یہ ادھار کے مقابلہ میں اضافہ کی شرط نہیں ہے۔ جو ربا، حرام کیا گیا ہے وہ فقط ادھار کے لین دین سے تعلق رکھتا ہے۔ صرف اس ربا کی سختی سے مذمت کی گئی ہے۔

یہ ربا، تمام الٰہی شریعوں میں سختی اور تاکید کے ساتھ حرام قرار دیا گیا ہے۔ فقہی اصطلاح میں اسے ''حرامِ مؤکد'' کہتے ہیں۔

ربا کی یہ حرمتِ مؤکدہ بطور مطلق ہے۔ یہ ان تمام چیزوں میں ہے جو قرض دی یا لی جاسکتی ہیں۔ اس کا تعلق فقط پیسہ روپے کے ادھار سے نہیں ہے۔

عام طور سے اس بارے میں جو کچھ حیلۂ شرعی کے عنوان سے کہا گیا ہے وہ رباء معاملی سے مخصوص ہے۔ رباء معاملی دراصل عقلاء، عرف اور شریعت کسی کی نظر میں بھی ربا نہیں کہلاتا۔ عرف اور شریعت کی نظر میں جو حرام ہے وہ ''ربا النسیہ'' ہے۔ جس کی تعریف بیان کی جا چکی ہے۔ چونکہ پرانے زمانے میں فقہائے عامہ میں سے بعض رباءِ معاملی کو حرام سمجھتے تھے، اس لیے فقہاء نے مومنین کو تہمت سے نجات دلانے کے لیے یہ حیلے بیان فرمائے۔

رباء معاملی یہ ہے کہ مثال کے طور پر ایک کیلو زیادہ قیمت کے چاول کے بدلے میں دو کیلو کم قیمت کے چاول لئے یا دیے جائیں۔ عامۂ فقہاء میں سے بعض

اس کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ خواہ ان دو کیلو چاولوں کی قیمت ایک کیلو چاول کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ یہاں تک کہ وہ ایک کیلو آٹے کے بدلے ایک کیلو سے زیادہ گندم یا ایک کیلو شکر کے بدلے ایک کیلو سے زیادہ گڑ وغیرہ کا رد و بدل بھی جائز نہیں سمجھتے تھے۔

حالانکہ روایات میں صریحاً اس کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ اس زیادتی کو اس خدمت کا عوض قرار دیا ہے جو اس رد و بدل کے سلسلہ میں انجام پاتی ہے۔

چنانچہ صحیحۂ مسلم میں امام محمد باقر علیہ السلام نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔ [1]

بینکنگ

بینک بنیادی طور پر ایک ایسا اقتصادی ادارہ ہے جو معاشروں، حکومتوں اور ملتوں کے مجموعی اقتصادی معاملات کو منظم رکھنے کے لیے وجود میں آیا ہے۔

اس ادارہ کا بنیادی مقصد:

﴿۱﴾ ملکوں کے باہر اور اندر بڑے بڑے تجارتی معاملات کی انجام دہی کیلئے سہولتیں فراہم کرنا

نیز،

﴿۲﴾ ملت کے مجموعی سرمایہ کو ٹھہراؤ اور انجماد سے روک کر گردش میں لانا ہوتا ہے۔

یہ ایسے معاملات ہیں جو صرف بینکنگ کے مروجہ نظام ہی کے ذریعہ انجام پا سکتے ہیں۔

---

[1] کافی ج ۵، ص ۱۸۹، ملاذ الاخیار، شرح تہذیب ج ۱۱، ص ۹۹

عقلاء نے بھی بینکنگ کے نظام کو اسی جہت میں یعنی عمومی خدمت کے ادارہ کے طور پر قبول کیا ہے۔ یہ کسی بھی طرح محض تجارتی فوائد کے حصول کا ادارہ تسلیم نہیں کیا گیا ہے۔

فکس ڈیپازٹ

بینک کی عوامی خدمتوں میں سے ایک قسم فکس ڈیپازٹ ہے۔ فکس ڈیپازٹ کے ذریعہ جمع ہونے والی رقم بینک کے سرمایہ میں اضافہ کا سبب بنتی ہے۔ اس طرح یہ رقم بینک کی تجارتی سرگرمیوں کے سبب ملی اقتصاد کی تنظیم و ترقی اور ملی اموال کی گردش کا سبب بنتی ہے۔

فکس ڈیپازٹ کی رقم بینک کسی بھی عنوان سے قرض کے طور پر وصول نہیں کرتا۔ اس کا عنوان ودیعہ یا امانت ہوتا ہے۔ البتہ بینک کی قرارداد اور قانون کے مطابق رقم رکھنے والے کی طرف سے بینک اس رقم کو تجارتی مقاصد میں ملّی و ملکی فوائد کے لیے استعمال کرنے کا حق رکھتا ہے۔ یہ مضاربۂ شرعی کی حیثیت کا حامل ہوتا ہے۔

اس ضمن میں جس معین فائدہ کی ضمانت دی جاتی ہے اس میں زیادہ تر تشویق کا پہلو نمایاں ہوتا ہے۔ یہ فائدہ بازار میں مروجہ عام تجارتی فائدوں سے کم رکھا جاتا ہے۔ تاکہ بینک متحرک تجارتی سرمایہ کو جذب کرکے تجارت، صنعت یا کھیتی باڑی کی عام رفتار میں سستی کا باعث نہ بن سکے۔ بلکہ صرف منجمد اور نہ استعمال ہونے والا سرمایہ انجماد اور عدم استعمال کی کیفیت سے نکل کر حرکت اور استعمال میں آسکے۔

مکان کے لیے امداد

گھر یا روزمرہ گھریلو ضرورت کی چیزوں کے سلسلہ میں بینک جو رقم دیتا ہے، فقہی طور پر دراصل ''بیع شرط'' کے عنوان میں آتا ہے نہ کہ دَین و ادھار کے عنوان میں۔

اس میں شرط یہ ہوتی ہے کہ مکان یا معین چیز خریدی جائے جس کا کچھ فی صد ضرورت مند اور باقی رقم بینک دے۔ پھر بینک اور ضرورتمند کے درمیان معین شرائط کے مطابق معین مدت میں اقساط کی ادائیگی کے بعد بینک مکان یا معین چیز ضرورت مند کی ملکیت میں دے دے۔

تجارت میں تعاون

اسی طرح بینک جو رقوم تجارتی، صنعتی اور زرعی مسائل و معاملات کے لیے مختلف اور معین منافع کی شرط پر ملکی اور اجتماعی اقتصاد کے رفاہ اور ترقی کے لیے افراد یا اداروں کو دیتا ہے وہ بھی فقہی طور پر مضاربہ اور مزارعہ کا عنوان رکھتی ہیں۔ اس کے سبب بینک ان امور میں اپنی اقتصادی خدمتوں کے بدلہ، فائدہ میں شریک قرار پاتا ہے۔

رفاہی امداد

شادی بیاہ اور لوگوں کے دوسرے رفاہی امور کے سلسلہ میں جو رقوم عموماً بینک لوگوں کو دیتا ہے، اس کے مقابلہ میں بینک جو مقررہ منافع لیتا ہے، وہ اصل سرمایہ کے تحفظ، مختلف احتمالی نقصانات نیز سرمایہ کی جمع آوری اور تحفظ کے سلسلہ میں انجام دی

جانے والی خدمتوں نیز بینک کے کارکنوں کی تنخواہ وغیرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ان لوگوں سے عادلانہ طور پر وصول کیا جاتا ہے۔ اس لیے یہ بھی ربا کے حکم سے خارج ہے۔

مختصر یہ کہ :

بینک جب فوائد اپنے کھاتے داروں میں تقسیم کرتا ہے تو تشویق کے ساتھ ساتھ بینک کے تجارتی فوائد میں کھاتے داروں کو حصہ دار بنانے کے حکم میں ہوتا ہے۔ یہ فوائد نقصان سے حفاظت کی تامین اور فائدہ کی ضمانت کے ساتھ تقسیم کیے جاتے ہیں۔

اسی طرح جب بینک لوگوں سے فوائد وصول کرتا ہے تو وہ یا تو ان تجارتی اور معاشرتی خدمتوں میں بینک کی شرکت کے عوض میں وصول کرتا ہے جو بینک رقوم کی جمع آوری اور فراہمی کے سبب انجام دیتا ہے یا ان خدمتوں کی اجرت کے طور پر وصول کرتا ہے جو بینک ان رقوم کی جمع آوری، حفاظت اور فراہمی کے سلسلہ میں انجام دیتا ہے۔

اس لیے بینک کی جانب سے دیئے یا لیے جانے والے فوائد تعریف اور حکم دونوں لحاظ سے رباءِ محرم یعنی حرام رباء کی حدود سے خارج ہیں۔

نیز چونکہ وہ عقلائی پہلو کے حامل ہیں اس لیے انہیں "اکل مال بالباطل" نہیں قرار دیا جاسکتا۔

بلکہ قرآن حکیم کے حکم :

"اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ"

اور

"تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ"

کے مطابق یہ شرعی ضوابط کے عین مطابق ہیں۔

تنزیل

تعریف :

کبھی کبھار ادھار لینے والا ، ادھار چکانے کے لیے معین مدت اور تاریخ کا چیک یا پرونوٹ ادھار دینے والے کو دیتا ہے ۔

ادھار دینے والا اپنی ضرورت پوری کرنے اور معین مدت سے پہلے رقم حاصل کرنے کے لیے ، یہ چیک کسی شخص کو مطلوبہ رقم سے کم رقم لے کر دے دیتا ہے ۔

اس معاملہ کو '' تنزیل '' کہتے ہیں ۔

احکام :

بعض فقہاء کی نظر میں یہ جائز ہے ۔

ہماری نظر میں یہ حرام ہے ۔ ربا المحرم ہے ۔ یہ ربا کی برعکس شکل ہے ۔

دراصل اس معاملہ میں چیک یا پرونوٹ لینے والا چیک یا پرونوٹ دینے والے کو اس چیک یا پرونوٹ میں لکھی ہوئی مدت تک کے لیے ایک رقم ادھار دیتا ہے ۔ اس ادھار کے بدلے ، وہ معین وقت اور تاریخ پر اس سے زیادہ رقم وصول کرلیتا ہے ۔

اس لیے یہ ربا ہی ہے ۔

ہماری نظر میں معاملہ کی شکل وصورت بدل جانے سے یہ ربا کی صورت سے خارج نہیں ہوتا ۔

لاٹری ، انعامی ٹکٹ یا کوپن

لاٹری یا انعامی کوپن اگر کسی خاص شخص یا معین اشخاص کے نجی فوائد کے لیے ہوں تو ہر لحاظ سے '' اکل مال بالباطل '' کے حکم میں ہیں ۔ حرام ہیں ۔

البتہ اگر یہی لاٹری عمومی مصالح اور خدمات کے سلسلہ میں ہوں، جیسے ہسپتالوں، اسکولوں، ثقافتی، تحقیقی یا تعلیمی اداروں کی تشکیل وتقویت کے لیے ہوں تو اس سلسلہ میں شرعاً کوئی حرج نہیں۔ جائز ہیں۔

بیمہ

بیمہ ایک قسم کی قرار دادِ ضمانت ہے۔ یہ کسی معتبر ادارہ کی جانب سے اشخاص کے ساتھ انجام پاتی ہے۔ اس میں ادارہ یکمشت یا بالاقساط ایک معین رقم کی ادائیگی کے مقابلہ میں اشخاص سے یہ عہد کرتا ہے کہ:

﴿۱﴾ وہ اس رقم سے تجارت کی صورت میں اس کے تجارتی فوائد میں ان کو بھی شریک رکھے گا۔

﴿۲﴾ اس شخص پر آنے والی خسارتوں، بیماریوں وغیرہ کے اخراجات کا متحمل ہوگا۔

نیز،

﴿۳﴾ اگر اس کی طرف سے کسی کو کوئی زک یا خسارت پہنچے گی تو اس کا تاوان یعنی دیت وغیرہ بھی یہ ادارہ ادا کرے گا۔

خسارتوں کی قسموں، ان کے تاوان، بیمہ شدہ اشیاء اور ان کی خسارت کی قیمتوں کا اندازہ نیز ان کی ادائیگی کا طریقہ کار عموماً بیمہ کی قرارداد میں معین ہوتا ہے۔

آج کل بیمہ کی بہت سی قسمیں عام ہیں جو اکثر و بیشتر عام لوگوں کی مصلحتوں اور فائدوں سے متعلق ہیں۔ عقلائے عالم نے ان قسموں کو قبول کیا ہے۔ شرعی فوائد کے لحاظ سے یہ باب ضمانت میں تَعَهُّدِ دَرَک (یعنی نقصان پہنچنے کی صورت میں خسارت

کی ادائیگی کے تعہد) کے ذیل میں آتی ہے۔ اس لیے "اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ" کے قاعدہ کے ذیل میں شرعاً درست ہے۔

اسی طرح دوسروں پر وارد ہونے والی خسارتوں کے تحمل کا بیمہ بھی فقہی قوانین میں "ضِمَانُ الْجَرِیْرَہ" کے حکم میں آتا ہے۔ قرار داد یا معاہدہ کے عبارتی اختلافات اس کی صحت پر اثر انداز نہیں ہوتے۔

حوالہ

انسان کو حق حاصل ہے کہ جو مال اس کے ذمہ واجب الادا ہے وہ کسی کے حوالہ کردے تاکہ اس کے بجائے کوئی اور معین شخص یا ادارہ اس کو ادا کرے۔

اس کی دو صورتیں ہیں۔

﴿الف﴾: یہ کہ جس شخص یا ادارہ کی طرف واجب الادا چیز یا رقم کا حوالہ دیا گیا ہو وہ ادائیگی کا حق رکھتا ہو۔ جیسے چیک، جس میں لکھی ہوئی رقم کے مطابق رقم کھاتہ میں موجود ہو یا کوئی شے مثلاً گندم جو کسی کے ذمہ واجب الادا ہو لیکن اس نے خود نہ لی ہو اور کسی دوسرے شخص کو حوالہ دے کہ فلاں سے میری گندم لے لو۔

﴿ب﴾: یہ کہ جس شخص یا ادارہ کی طرف واجب الادا چیز یا شے کا حوالہ دیا جائے وہ اس ذمہ داری کو قبول کرے۔ جیسے بیمہ کمپنی جو کسی کی خسارت کی ذمہ داری قبول کرتی ہے۔ یا بینک جو اپنے بعض کھاتہ داروں کو اُوَر ڈرافٹ (Over Draft) کی سہولت دیتی ہے۔

یا بعض دوست جو اپنے احباب کی طرف سے احتراماً دوسروں کو قرض دیتے یا

ان کے قرض کو ادا کرتے ہیں۔

حوالہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ جس کی طرف حوالہ دیا جائے وہ شخص یا ادارہ حوالہ دینے والے شخص کا مدیون ہو۔

البتہ،

حوالہ فقط اسی صورت میں قابل اجراء ہوسکتا ہے جب وہ شخص یا ادارہ اس ذمہ داری کو قبول کرے۔

محول علیہ یعنی وہ شخص یا ادارہ جس کی طرف حوالہ دیا گیا ہو اگر اس حوالہ کی ذمہ داری قبول کرنے سے انکار کرے تو حوالہ لینے والا شخص حوالہ دینے والے سے مطلوبہ رقم یا شئے کا مطالبہ کرسکتا ہے۔

اگر محول علیہ ادائیگی کی ذمہ داری قبول کر لے تو یہ شخص حوالہ دینے والے سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔

ضمانت

تعریف :

ضمانت مال سے تعلق رکھتی ہے۔

ضمانت سے مراد ہے :

کسی شخص کی طرف سے ممکنہ مالی نقصان یا خطرہ کی ذمہ داری قبول کرنا۔

احکام :

عام طور سے ہر معاشرہ کے ذمہ دار افراد، لین دین کے ایسے موقعوں پر جہاں کسی

نقصان کا اندیشہ ہو ان افراد کی ضمانت لیتے ہیں جو دینے والے افراد یا اداروں کے نزدیک ناآشنا ہوتے ہیں۔ ضمانت کے سبب طرفین اطمینان کے ساتھ اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔

مثلاً کوئی شخص کسی ادارہ یا شخص سے مکان یا گاڑی کرایہ پر لیتا یا کوئی مشین قسطوں پر خریدتا ہے تو بعض ذمہ دار افراد یا ادارے اس بات کے ضامن بنتے ہیں کہ اگر گاڑی کو نقصان پہنچا اور لینے والے شخص نے اس نقصان کو پورا نہ کیا تو ضامن اس نقصان کو پورا کرے گا۔ یا اگر قرض دار یا قسط دہندہ نے قرض یا قسط ادا نہ کی تو ضامن قرض یا قسط ادا کرے گا۔

شرعاً ضمانت ایک مستحب اور پسندیدہ عمل ہے۔ ضامن کے لیے ضروری ہے کہ جس چیز کے بارے میں اس نے ضمانت دی ہے وہ اس کے بارے میں اپنے عہد کو پورا کرے۔

یعنی اگر مکان یا گاڑی کو نقصان پہنچے۔ کرایہ دار وہ نقصان ادا کرنے سے قاصر یا منکر ہو تو، ضامن مالک کے اس نقصان کو پورا کرے یا اگر قرض دار یا قسط دہندہ، قرض یا قسط ادا نہ کرے تو ضامن اس کو ادا کرے۔

اسی طرح مالک کو بھی حق حاصل ہے کہ اگر اس کی چیز کو نقصان پہنچے اور کرایہ دار نقصان پورا کرنے سے انکار کرے یا قرض دار اور قسط دہندہ قرض یا قسط دینے سے انکار کرے تو وہ ضامن کی طرف رجوع کرے۔ اس سے نقصان کو پورا کرنے یا قرض و قسط وغیرہ کی ادائیگی کا مطالبہ کرے۔

اگر ضامن شخص یا ادارہ نے کرایہ دار، قرض دار یا قسط دہندہ سے یہ شرط یا معاہدہ کیا ہو کہ وہ اس کے انکار یا عدم امکان کی صورت میں اس کی طرف سے مالک کا

نقصان پورا کرے گا یا قرض و قسط ادا کر دے گا۔ مگر بعد میں وہ کرایہ دار، قرض دار یا قسط دہندہ سے اپنے دیئے ہوئے مال کا مطالبہ کرے گا۔ تو وہ ایسا کر سکتا ہے۔

اگر اس نے ادائیگی کی ضمانت کے موقعہ پر وصولیابی کی شرط نہیں کی ہے تو وہ کرایہ دار، قرض دار یا قسط دہندہ سے اپنے اس مال کا مطالبہ نہیں کر سکتا جو اس نے ضمانت کے سبب اس کی طرف سے ادا کیا ہے۔

کفالت

کفالت کا تعلق اشخاص و افراد سے ہے۔

تعریف :

کفالت کے معنی ہیں کسی شخص یا فرد کو ضرورت کے وقت اس فرد یا ادارہ کے سامنے پیش کرنے یا اس کے سپرد کرنے کا تعہد جس کو وہ شخص یا فرد مطلوب ہو۔

احکام :

کفالت کی تصدیق اور توثیق کے لیے کبھی کبھی مال وثیقہ یا تعہد بھی دینا پڑتا ہے۔

جیسے مکان کے کاغذات یا معین رقم کا چیک رکھوایا جاتا ہے۔ یہ تعہد کیا جاتا ہے کہ اگر موقعہ پر مطلوبہ شخص یا فرد کو حاضر نہ کیا جا سکا تو معین رقم، جرمانہ یا تاوان کے طور پر ادا کی جائی گی۔

یا یہ کہ اگر مطلوبہ فرد کو موقعہ پر حاضر نہ کر سکا تو اس کے ذمہ واجب الادا رقم کو ادا کرے گا۔

اس قسم کے تعہد کو کفالت کہتے ہیں۔

شرکت

تعریف :

شرکت سے مراد ہے کسی تجارت ، صنعت ، زراعت یا ہر قسم کے نفع آور کام کے سرمایہ اور منافع میں دو یا کئی آدمیوں کا حصہ دار ہونا ۔

تفصیل :

عام طور سے شرکت حصص کی صورت میں انجام پاتی ہے اور مجموعی سرمایہ کو مختلف حصوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے ۔

پھر مختلف لوگ اپنی اپنی ضرورت یا حیثیت کے مطابق ان حصوں کو خرید کر اس منصوبہ میں شریک ہوجاتے ہیں ۔

سال کے آخر میں جو فائدہ حاصل ہوتا ہے وہ حصہ داروں کے حصص کی تعداد یا نسبت کے حساب سے ان کو ادا کر دیا جاتا ہے ۔

عام طور سے اسٹاک ایکسچینج بھی اس اصول پر گامزن ہے۔

یہ بھی قابل توجہ بات ہے کہ اس قسم کی شرکتوں میں فائدہ حصص کی تعداد یا نسبت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے ۔ اگر حصہ دار کوئی انتظامی ، تجارتی یا کسی اور قسم کا عملی حصہ بھی لیتے ہیں تو اس کی مزدوری الگ سے ادا کی جاتی ہے ۔ کبھی کبھی اس مزدوری کے مطابق ان کے حصوں کا تعین کرکے ان کا منافع ادا کیا جاتا ہے ۔ لیکن بنیادی طور پر کام کی اجرت اپنا مستقل حکم رکھتی ہے ، اس کا حصص اور اس کے فوائد سے تعلق نہیں ہوتا ۔

بعض تجارتوں میں شرکت کا یہ طریقہ بھی متداول ہے کہ ایک یا کچھ لوگ سرمایہ

لگائیں نیز ان کے علاوہ ایک اور یا کئی اشخاص کام کریں ۔ پھر دونوں طرف اپنے کام کی قدر و قیمت اور سرمایہ کی نسبت کے لحاظ سے نفع میں شریک ہوتے ہیں۔

کبھی سرمایہ لگانے والے کام میں بھی شریک ہوتے ہیں لیکن کام کرنے والے سرمایہ نہیں لگاتے مگر اپنے کام کی قدر و قیمت کے لحاظ سے کاروبار میں شریک قرار پاتے ہیں ۔ نفع کی تقسیم سب نسبتوں کا خیال رکھتے ہوئے کی جاتی ہے ۔

کبھی چند افراد ایک ایسے کام میں شریک ہوجاتے ہیں جس میں سرمایہ کی بجائے فقط فکری اور عملی کاموں کی ضرورت ہوتی ہے ۔ پھر ہر ایک اپنے کام کی اہمیت اور قدر و قیمت کے لحاظ سے منافع میں شریک ہو جاتا ہے ۔ جیسے مشاورتی یا طبی امور وغیرہ ۔

احکام :

مختصر یہ کہ یہ اور اس قسم کی وہ تمام شرکتیں جن کو تجارت کی سوجھ بوجھ رکھنے والے عقلاء نے درست قرار دیا ہے ، شرعی لحاظ سے درست ہیں ۔ البتہ ، ان میں طرفین کی رضامندی ضروری ہے ۔

جو شرکت عقلاً اور شرعاً ناقابلِ تصور اور ناقابل عمل ہے وہ یہ ہے کہ کچھ لوگ کسی تجارتی کام میں نہ تو سرمایہ شامل کریں ، نہ ہی فکری یا عملی کام انجام دیں اس کے باوجود صرف نفع میں شرکت کا تقاضا کریں ۔ یہ شرعاً بھی جائز نہیں۔

لیکن اگر کوئی شخص کسی تجارتی ، صنعتی ، زرعی یا کاروباری عمل میں کسی بھی ایسے کام کو انجام دے جس کا عام طور سے اس کاروبار ، تجارت ، صنعت یا زراعت کے فروغ میں عمل دخل ہو اور بازار میں اس کی قدر و قیمت سمجھی جاتی ہو ۔ تو وہ اگر اس کی

اجرت نہ لے تو اس قدر و قیمت کے مطابق حاصل شدہ نفع میں شرکت کا تقاضا کر سکتا ہے۔

امانت

تعریف :

امانت کے معنی ہیں کسی چیز کو کسی کے پاس حفاظت کی غرض سے رکھوانا۔ امانت رکھوانے والا ''امانت گذار'' اور امانت رکھنے والا ''امین'' کہلاتا ہے۔

احکام :

امانت ایک اہم معاشرتی اور اسلامی ذمہ داری ہے۔ امانت خواہ معنوی ہو یا مادی، اس کی حفاظت و نگہداری امین کا فریضہ ہے۔ امر معنوی میں امانت سے مراد راز داری ہے۔ امور مادی میں امانت کو امانت ہی کہا جاتا ہے۔

امین کے لیے واجب ہے کہ امانت کی حفاظت و نگہداری کرے اور اس میں کسی بھی صورت تصرف نہ کرے۔

اگر امین کے پاس موجود امانت کو نگہداری میں کوتاہی کے سبب کوئی نقصان پہنچے یا ضائع ہو جائے تو امین ضامن ہوگا۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ شئے حاصل کر کے یا اس کی قیمت امانت گذار کو دے۔

اگر امانت گذار امین کو امانت میں تصرف کی اجازت دے تو وہ اس میں تصرف کر سکتا ہے۔

اگر امین امانت کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرے پھر بھی امانت کو امین کے پاس نقصان پہنچ جائے تو امین ضامن نہیں ہوگا۔

رھن

تعریف :

رہن ، اس مال کو کہا جاتا ہے جو کسی کے پاس گروی رکھوایا جائے ۔

احکام :

عموماً رہن اس مال کے بدلے میں رکھوایا جاتا ہے جو کسی کے ذمہ فرض ، یا ضمانت کے سبب واجب الادا ہو ۔ جب قرض یا ضمانت ادا کردی جائے تو وہ مال واپس لے لیا جاتا ہے ۔

رہن اگر نقدی ہو تو اس کا حکم دثیقہ کا ہے ۔ اس میں تصرف جائز ہے ۔ ضروری ہے کہ قرض یا ضمانت کی ادائیگی پر اسی مقدار اور وصف کے ساتھ واپس کی جائے ۔

رہن اگر عین یعنی قالین ، مکان ، گاڑی وغیرہ ہو تو امانت کا حکم رکھتا ہے ۔ یعنی اس میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرف جائز نہیں ہے ۔ ضمانت یا قرض کی ادائیگی پر اسے واپس کرنا ہوگا ۔

اجارہ

اجارہ دو قسم کا ہے ۔ اجارۂ شخص اور اجارۂ شئے ۔

﴿۱﴾ : اجارۂ شخص :

تعریف :

اجارۂ شخص یعنی کوئی فرد اپنے آپ کو کسی کے کام کے لیے اجیر بنائے ۔

احکام :

مزدور، مستری، مختلف نجی گروہی یا ملی وملکی اداروں کے ملازمین ۔ یہ لوگ اس ادارے یا شخص کے لیے معین وقت میں بعض امور یا معین کام انجام دے کر اس کی اجرت یا تنخواہ لیتے ہیں ۔

اجارۂ شخص میں کام لینے والا ''مستأجر''، کام کرنے یا کروانے کی ذمہ داری لینے والا ''موجر'' ۔ جس کام کے لیے معاہدہ کیا جائے وہ عمل ''موردِ اجارہ'' کہلاتا ہے ۔ کام کرنے کی تنخواہ یا قیمت ''اجرت'' کہلاتی ہے ۔

اجارۂ شخص میں ضروری ہے کہ :

﴿۱﴾ (اجیر شخص) موجر

﴿۲﴾ (کام یا وقت) موردِ اجارہ

﴿۳﴾ اجرت یا تنخواہ

پوری طرح معین و مشخص ہوں ۔

اور،

کیونکہ ان تینوں میں سے کسی ایک کی خصوصیت، امتیاز اور نوعیت میں کسی بھی قسم کے ابہام، اہمال یا شک کے نتیجہ میں اختلاف پیدا ہوسکتا ہے ۔

اس لیے،

ان تینوں میں سے کسی ایک میں ابہام یا اہمال قرارداد کی قانونی اور شرعی حیثیت کو ختم کر دیتا ہے ۔ دونوں میں سے کوئی طرف بھی اس کا قرار نہیں پاتا ۔

کیونکہ،

اگر اجارۂ شخص میں کوئی معین شخص موردِ نظر ہو تو وہ اس کام کو دوسرے کے سپرد نہیں کر سکتا۔

لیکن،

اگر کوئی معین شخص موردِ نظر نہ ہو فقط کام کی تکمیل موردِ نظر ہو تو وہ شخص کسی سے بھی متعلقہ کام مکمل کروا کر مستاجر کے حوالے کر سکتا ہے۔

اسی طرح مورد اجارہ کے سلسلہ میں جو شرطیں معاہدہ میں معین کی گئی ہوں اگر موجر کام کی تحویل دیتے وقت ان شرطوں سے تخلف کرے تو موجر معین اجرت کے استحقاق سے محروم ہو جائے گا۔ کیونکہ جو عمل اس نے انجام دیا ہے، قرار داد کے مطابق یہ وہ کام نہیں ہے جس کا مطالبہ کیا گیا تھا۔

اس صورت میں اجرت کے لیے نئے توافق کی ضرورت ہوگی۔

﴿۲﴾ اجارۂ شئے :

تعریف :

اجارۂ شئے سے مراد کسی چیز مثلاً گھر، گاڑی، زمین، باغ یا دوسرے کار آمد وسائل عوض کے مقابلہ میں کسی کو اس لیے دیئے جائیں کہ وہ اس عوض کے مقابلہ میں معین مدت تک اس سے استفادہ کرے۔

احکام :

اس صورت میں مِلک موردِ اجارہ، صاحبِ ملک مُؤجر، اجارہ پر لینے والا شخص ''مُستاجِر'' کہلاتا ہے اور عوض ''مَالُ الإجارَہ'' یا ''بَدَلُ الإجارَہ'' کہلاتا ہے۔

اس صورت میں،

درحقیقت مال الاجارہ ، عین الملک کو مستاجر کے اختیار میں دینے کے بدلے میں ہوتا ہے نہ کہ ان فوائد کے بدلے میں جو مستاجر اس ملکیت سے حاصل کرتا ہے ۔

وثیقۂ اجارہ :

تعریف :

بعض مقامات پر مرسوم ہے کہ مالک مستاجر سے وثیقہ یا ضمانت کے طور پر رہن کے عنوان سے ایک رقم لیتا ہے ۔ مثلاً وہ اپنا مکان دس ہزار روپے کرایہ پر دیتا ہے ۔ اس کے ساتھ مستاجر سے بیس ہزار یا ایک لاکھ روپے وثیقہ یا رہن کے طور پر لیتا ہے ۔

احکام :

اس قسم کا معاملہ شرعاً درست ہے ۔ کیونکہ اصل معاملہ عقد اجارہ ہے جس میں وثیقہ یا رہن کی شرط کی گئی ہے ۔

لیکن ،

اگر ادھار میں اجارہ کی شرط کرے ۔ یہ ادھار خواہ کرایہ میں تخفیف کا سبب بنے یا نہ بنے ، شرعاً جائز نہیں ہے ۔ ایسی شرط حرام ربا کے حکم میں ہے ۔ اسے ہم ربا کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں ۔

جُعَالَہ

تعریف :

کسی شخص کا اپنے کسی کام کی انجام دہی کے مقابلہ میں کوئی رقم دینے کا وعدہ ''جُعَالَہ'' کہلاتا ہے ۔ مثلاً کوئی یہ کہے کہ جو اس کی کھوئی ہوئی چیز تلاش کر کے لائے گا وہ اسے ہزار روپے دے گا ۔

احکام :

جُعالہ میں عہد کرنے والے کو ''جاعل'' اور کام انجام دینے والے کو'' عامل'' کہا جاتا ہے۔

اجارہ اور جعالہ میں بنیادی فرق ہے۔

اجارہ میں :

☆ طرفین معین ہوتے ہیں نیز

☆ عقد اجارہ طرفین کی رضامندی سے انجام پاتا ہے۔

لیکن،

جعالہ، میں :

☆صرف جاعل معین ہوتا ہے، وہ یکطرفہ طور پر عہد یا اعلان کرتا ہے۔

☆عامل، طرف ثانی یا مخاطب معین نہیں ہوتا۔

☆جاعل متعہد ہوتا ہے کہ جو بھی اس کام کو انجام دے، وہ اسے انعام یا اجرت دے۔

اسی لیے، جعالہ میں،

☆عامل، عمل یا کام کی کمیت و کیفیت یا انعام و اجرت کا معین کرنا ضروری نہیں ہوتا۔

اگر جعالہ میں طرفین یعنی جاعل اور عامل کے درمیان طے پائے، تو یہ اجارہ ہوجائے گا۔ اس میں اجارہ کی تمام شرطیں ضروری ہوں گی۔

عاریہ

تعریف :

اگر کوئی شخص اپنی کوئی چیز کسی کو استعمال کے لیے دے لیکن اس کے مقابلہ میں کسی اجرت ، کرایہ یا قیمت کا مطالبہ نہ کرے تو اسے فقہی اصطلاح میں ''عاریہ'' کہا جاتا ہے۔

احکام :

ہر وہ چیز جو اجارہ دی جاسکتی ہے عاریہ بھی دی جاسکتی ہے ۔ اسی طرح ہر وہ چیز جو عاریہ دی جاسکتی ہے اجارہ بھی دی جاسکتی ہے ۔ فرق صرف اتنا ہے کہ اجارہ میں اجرت طلب کی جاتی ہے ۔ عاریہ میں اجرت کا مطالبہ نہیں ہوتا ۔

جو چیز عاریہ دی جائے وہ اجارہ دی گئی چیز کی طرح اس شخص کے پاس امانت کی حیثیت رکھتی ہے جس کو وہ عاریہ دی گئی ہو ۔

اسی لئے ،

اگر عاریہ لینے والے کی طرف سے اس کی حفاظت میں کوتاہی نہ ہوئی ہو اور وہ چیز ضایع ہوجائے یا اس میں کوئی نقص واقع ہوجائے تو عام حالات میں عاریہ لینے والا ضامن نہیں ہے ۔

عاریہ دیتے وقت یہ شرط کی جاسکتی ہے کہ ہر صورت میں عاریہ لینے والا اتلاف اور نقصان کا ذمہ دار ہے ۔ اس صورت میں اس کے لیے اس اتلاف یا نقصان کو پورا کرنا ضروری ہوگا ۔

البتہ ،

سونے چاندی یا زیورات اگر عاریہ دیے جائیں تو عاریہ لینے والا شرط ہونے یا نہ ہونے دونوں صورتوں میں اتلاف اور نقصان کا ضامن ہے۔ اسے پورا کرنے کا ذمہ دار ہے۔ خواہ یہ اتلاف و نقصان اس کی کوتاہی کی وجہ سے ہوا ہو یا اس کی کمال احتیاط کے باوجود ہوا ہو۔

عاریہ دینے والا کسی بھی وقت عاریہ دی ہوئی چیز کی واپسی کا مطالبہ کر سکتا یا واپس لے سکتا ہے۔

اجارہ کی طرح عاریہ میں بھی دودھ دینے والی بکری، گائے یا دوسرے جانور کو اس لیے عاریہ دیا جا سکتا ہے کہ عاریہ لینے والا اس کا دودھ استعمال کرے۔

مختصر یہ کہ:

عاریہ، اجارہ کی طرح عاریہ لینے والے کے استفادہ کے لیے دیا جاتا ہے۔

خواہ یہ استفادہ عینی ہو جیسے بھیڑ بکری کا دودھ اور اون وغیرہ۔ یا سکنی و سواری ہو جیسے مکان، گھوڑا، گاڑی، قالین، گھریلو وسائل یا زیورات وغیرہ۔

البتہ،

جو چیزیں بذات خود استعمال میں آجاتی ہیں، جیسے گھی، شکر، انڈے، روٹی، گیہوں، چاول وغیرہ عاریہ نہیں دی جاسکتیں۔ ان کے لین دین کو فقہی اصطلاح میں ادھار کہا جاتا ہے۔ ان پر ادھار کے احکام لاگو ہوتے ہیں۔

عاریہ، اجارہ ہی کی طرح مطلق اور محدود ہوسکتا ہے مثلاً بیل یا گھوڑا فقط سواری کے لیے عاریہ دیا گیا ہے یا ہر قسم کے استفادہ یعنی بوجھ لادنے، ہل چلانے، آبیاری وغیرہ کے لیے۔

مُصَالَحَه

تعریف :

معاملات میں صلح سے مراد یہ ہے کہ دو افراد کسی چیز میں نقصان یا زیادتی کو نظر انداز کرنے پر اتفاق رائے کر لیں ۔

احکام :

مصالحہ مالی اور حقوقی تمام معاملات میں قابل اجراء ہے۔ مصالحہ کسی عوض کے بدلہ بھی ہوسکتا ہے ۔ کسی عوض اور معاوضہ کے بغیر بھی ہوسکتا ہے ۔

لیکن ،

مصالحہ کا لازمہ یہ ہے کہ کوئی ایک طرف یا دونوں طرف اپنے اپنے حق یا اس میں کمی بیشی کو نظر انداز کریں مثلاً :

اگر کسی نے ایک زیور لاکھ روپے کا بیچا ۔ بعد میں خریدنے والے کو معلوم ہوا کہ زیور ناقص ہے مثلاً چوبیس کی بجائے اٹھارہ قیراط سونے کا ہے ۔

دونوں نے بیٹھ کر ایک دوسرے سے بات کی۔اندازہ ہوا کہ اس زیور کی قیمت لاکھ کے بجائے ساٹھ ہزار روپے تھی ۔

بیچنے والے نے عذر خواہی کی ۔ اپنی مجبوری بتائی کہ میں نے دھوکا نہیں کیا تھا ۔ مجھے رقم کی ضرورت تھی ۔ آپ صاحب حیثیت تھے ۔ میں نے آپ کی حیثیت دیکھتے ہوئے یہ آپ کے ہاتھ اتنے کا بیچ دیا۔ آپ سے لی ہوئی رقم سے میں نے اپنے قرض کی ادائیگی یا بچی کی شادی کر دی ۔

خریدنے والے نے سوچا ۔ چلو ایک کا بھلا ہوگیا ۔ میرا کیا ؟ میں تو صاحب

حیثیت ہوں۔ اس نقصان سے صرفِ نظر کرتا ہوں۔

بیچنے والے نے کہا: آپ اس زائد رقم پر صلح کرلیں۔ میری یہ انگوٹھی بھی لے لیں۔ اگرچہ اس کی قیمت بھی معمولی ہی ہے۔ مگر یہ میری پسندیدہ ہے۔ خاندانی یادگار ہے۔

خریدنے والے نے یا تو اس پر رضایت دی۔ انگوٹھی لے کر صلح کر لی۔

یا کہا: اچھا انگوٹھی بھی اپنے پاس رکھو۔ میں ایسے ہی تم سے صلح کرتا ہوں۔ زیادہ قیمت کی واپسی کا مطالبہ نہیں کرتا۔

یا کسی شخص سے غیر ارادی طور پر گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہو۔اس کے نتیجہ میں ایک شخص مرگیا۔ اب قتل خطا کے سبب اس پر دیت واجب تھی۔ اس نے ورثاء سے کہا میں غریب آدمی ہوں۔ دیت نہیں دے سکتا۔ اس کے بدلہ میری پرانی گاڑی لے لیں۔ اس کی قیمت دیت کی مقدار سے کم ہے۔

ورثاء اس پر راضی ہوگئے۔ یا انہوں نے سوچا ہم یہ پرانی گاڑی لے کر کیا کریں گے!؟ بھائی، شوہر یا باپ تو اللہ کو پیارا ہو ہی چکا ہے۔ ہم اس کا عذر قبول کرکے اس سے صلح کر لیتے ہیں۔ اس سے ہمارے مرحوم کے درجات بلند ہوں گے۔ ہم کو بھی ثواب ملے گا۔

وغیرہ وغیرہ۔

اس لیے، مصالحہ میں،

نہ تو یہ ضروری ہے کہ عوضین یعنی جس چیز، قیمت یا حق کے بارے میں صلح کی جارہی ہے اور جس چیز، قیمت یا حق پر صلح کی جارہی ہے برابر ہوں۔

نہ ہی یہ ضروری ہے کہ عوضین معلوم ہوں۔

اور نہ ہی عوضین کا ہونا ضروری ہے۔

اس لیے، مصالحہ:

مجہول اور نامعلوم حق کے سلسلہ میں بھی ہوسکتا ہے۔ بڑی رقم یا چیز، یا حق کے مقابلہ میں بہت مختصر سی رقم، چیز یا حق لے کر بھی ہوسکتا ہے۔ عوض کے بغیر بھی انجام پاسکتا ہے۔

اس کے باوجود،

مصالحہ، عقودِ لازمہ میں سے ہے۔ مصالحہ کے انجام پانے کے بعد دونوں طرف اس کے پابند ہو جاتے ہیں۔ اس میں کوئی رد و بدل یا فسخ طرفین کی رضامندی کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔

وکالت یا نیابت

تعریف:

☆ وکالت کے معنی ہیں اپنے کام کو کسی شخص کے ذمہ قرار دینا تاکہ وہ ہماری طرف سے اس کام کو انجام دے۔

☆ وکالت عام طور سے حقوق یا معاملات کے سلسلہ میں انجام پاتی ہے جیسے خرید وفروخت یا قاضی کے سامنے حق کے اثبات، صیغۂ نکاح یا طلاق کی ادائیگی وغیرہ۔

☆ جب وکالت کسی عمل کی انجام دہی کے سلسلہ میں دی جاتی ہے تو اسے نیابت کہتے ہیں۔ جیسے کسی کو اپنے طرف سے حج پر بھیجنا وغیرہ۔

احکام:

جس شخص کی جانب سے وکالت یا نیابت دی جائے اسے موکل یا منوب عنہ

اور

جو شخص وکالت یا نیابت قبول کرلے اسے وکیل یا نائب کہتے ہیں۔

عام طور سے موکل جب چاہے وکیل کو عزل کرسکتا ہے۔

لیکن اگر وکالت کسی عقد لازم کے ذیل میں، یا کسی قرار داد کے ذیل میں اس قرار داد کے اختتام تک شرط کے طور پر ہو تو موکل وکیل کو عزل نہیں کرسکتا۔ اس قرار داد کے فسخ یا ختم ہونے کی صورت میں وکالت خود بخود ختم ہوجاتی ہے۔

جیسے کوئی نکاح کے وقت شرط کرے کہ زوجہ اس طرف سے طلاق صادر کرنے میں اس کی وکیل ہوگی۔ یہ وکالت منسوخ نہیں کی جاسکتی۔

مضاربہ

مضاربہ کے معنی ہیں کہ مالک کسی شخص کو اپنا مال اس شرط پر دے کہ وہ اس سے تجارت کرے، پھر مالک اور کام کرنے والا یعنی عامل دونوں حاصل شدہ منافع میں شریک ہوں۔

ضروری نہیں کہ دونوں منافع میں برابر کے شریک ہوں۔ یہ شرکت دونوں طرف کی رضامندی سے کم و زیادہ ہوسکتی ہے۔

مضاربہ میں،

قرار داد اور تعہد کے مطابق:

﴿۱﴾ دونوں نفع، نقصان میں بھی شریک ہوسکتے ہیں۔

﴿۲﴾ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عامل بازار کے ماہرین کے حساب کے مطابق نفع

میں مالک کا حصہ معین کر کے تضمین دے۔ کمی یا زیادتی کی صورت میں پہلے سے یا بعد میں صلح کر لے۔

﴿۳﴾ مالک یہ بھی شرط کر سکتا ہے کہ نقصان میں بھی دونوں اسی نسبت سے شریک ہوں گے جس نسبت سے نفع میں شریک ہیں۔

مزارعہ

تعریف :

اگر زمین کا مالک اپنی زمین کسی عامل کے اختیار میں اس لیے دے کہ وہ اس میں کاشت کاری یا باغبانی کرے۔ اس کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے فائدے میں مالک اور عامل حصہ دار ہوں، تو یہ مزارعہ کہلاتا ہے۔

احکام :

مزارعہ دراصل، مضاربہ ہی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مضاربہ مال میں ہے اور مزارعہ، مزرعہ یا قابل کاشت زمین میں ہے۔

مزارعہ میں شرط ہے کہ :

﴿۱﴾ زمین

﴿۲﴾ کاشت نیز فصل کاٹنے کی مدت معین اور مشخص ہو۔

﴿۳﴾ کاشت کے مخارج اور امکانات کے سلسلہ میں یہ طے کرنا ضروری ہے کہ یہ طرفین پر ہوں گے یا مالک پر یا عامل پر؟

﴿۴﴾ مزارعہ میں حاصل شدہ منافع کی تقسیم میں طرفین کے حصے معین ہوں۔

﴿۵﴾ اگر مالک شرط کرے تو خسارت کی تضمین، مزارعہ میں کاشت کی نوعیت یا قسم بھی معین کی جاسکتی ہے اور اسے عامل کی صوابدید پر بھی چھوڑا جاسکتا ہے۔

لُقطَه

تعریف :

لقطہ، اس قیمتی چیز یا قابل قدر مال کو کہا جاتا ہے، جو کسی عمومی جگہ پر پڑا ہو اور اس کے ضائع ہونے یا غائب ہونے کا ڈر ہو۔

احکام :

ایسے مال کے لیے شریعت مقدسہ کا حکم ہے کہ اس مال کی حفاظت کا انتظام کیا جائے۔ مالک کو تلاش کر کے اسے مالک کے حوالے کیا جائے۔

اسلام کی نظر میں ہر انسان کا مال محترم ہے۔ مالک مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ ہر شخص کے مال کی حفاظت واجب ہے۔

اس لیے،

اس قسم کے مال کی حفاظت اور نگہداشت کے لیے اگر خرچ کی ضرورت ہو تو یہ خرچ بیت المال یا صدقات سے بھی لیا جاسکتا ہے۔

اگرچہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اگر وہ اس مال کی حفاظت و نگہداشت کی ذمہ داری کو ادا کرسکتا ہو تو وہ ایسا کرے۔ اس صورت میں وہ مالک کے معلوم نہ ہونے تک خود اسی مال یا اس کے منافع سے بھی اس کی حفاظت کے مخارج نکال سکتا ہے۔

واجب ہے کہ اعلان کے متعارف طریقوں سے اس مال کا اعلان کیا جائے

تا کہ مالک معلوم ہو سکے۔

مسلسل اعلان کے باوجود مالک کے معلوم ہونے سے ناامیدی کی صورت میں، جس شخص کو یہ مال ملا ہے وہ صدقہ کے طور پر خود بھی اسے لے سکتا ہے۔ کسی اور کو بھی دے سکتا ہے۔

اگر وہ یہ اقدام ذاتی طور پر کرے تو ضروری ہے کہ وہ اس بات کا متعہد اور ضامن بھی ہو کہ مالک کے مل جانے کی صورت میں وہ مالک کو اس کی قیمت ادا کرے گا۔

لیکن،

اگر وہ یہ مال حاکم شرع یا حاکم شرعی کی عدم موجودگی میں مجتہد جامع الشرائط یا اس کے بااختیار وکیل کو دے دے یا اس کی اجازت سے صدقہ دے یا استعمال کرے تو قیمت کا ضامن نہیں ہوگا۔

جو اس طرح کے مال کی حفاظت کی ذمہ داری قبول کرے وہ امین کے حکم میں ہوتا ہے۔ اس لیے اگر اس کی نگہداشت کے باوجود مال ضائع یا چوری ہوجائے تو وہ اس کا ضامن نہیں ہوگا۔

نذر

تعریف :

نذر سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر کسی کام کی انجام دہی کو لازم قرار دے۔

احکام :

نذر میں اگر درج ذیل شرطیں موجود ہوں تو اس کا ادا کرنا نذر کرنے والے پر

واجب ہوجاتا ہے:

﴿ ۱ ﴾ اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا:

نذر کے لیے ضروری ہے کہ وہ فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ہو۔یعنی کہے:

﴿ نَذَرْتُ لِلّٰہِ ﴾

''میں اللہ کے لیے نذر کرتا ہوں کہ فلاں کام انجام دوں گا۔''

البتہ،

ضروری نہیں ہے کہ عربی ہی میں کہے۔کسی بھی زبان میں کہا جاسکتا ہے۔

لیکن،

زبان سے الفاظ کا ادا کرنا ضروری ہے۔صرف دل میں نیت کر لینا کافی نہیں ہے۔

انبیاء کرام و ائمہ اہلبیت علیہم السلام یا اولیاء اللہ، مسجد النبیؐ، مسجدالحرام، عام مساجد یا امام بارگاہوں کے لیے نذر کی جاسکتی ہے۔شرط یہ ہے کہ نذر فقط اللہ کے لیے ہو۔ان شخصیات یا مقامات پر خرچ کرنے کی نیت اور اس عمل کا ثواب ان پاکیزہ ارواح کی خدمت میں تحفہ و ہدیہ کے طور پر پہنچانا مقصود ہو۔

مثلاً یہ کہے کہ:

میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے نذر کرتا ہوں کہ ایک جانور امام حسین علیہ السلام یا حضرت عباس علیہ السلام کے لیے ذبح کروں گا۔اس کا ثواب ان کی ارواحِ طیبہ کو ملے۔

یا

میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے نذر کرتا ہوں کہ مسجد میں ائیرکنڈیشنر لگواؤں

گا تا کہ اس کا ثواب حضرت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں پہنچے۔

یا

میں اللہ تعالیٰ کی خاطر نذر کرتا ہوں کہ حضرت فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا کی طرف سے یا ان کے نام پر ہزار افراد کو کھانا کھلاؤں گا وغیرہ وغیرہ۔

﴿۲﴾ قصدِ قربت :

نذر کرنے والے کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی بارگاہ میں تقرب کا حصول ہو۔

﴿۳﴾ رجحان شرعی :

جس کام کی نذر کی جائے وہ شرع مقدس کی نظر میں پسندیدہ اور محترم یعنی مستحب یا واجب ہو۔ مستحب عمل نذر کے سبب واجب ہوجاتا ہے۔ واجب عمل نذر کے سبب مزید واجب ہوجاتا ہے یعنی اس کے ثواب میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

﴿۴﴾ نذر کی جانے والی چیز یا عمل :

ضروری ہے کہ جس چیز یا کام کے بارے میں نذر کی گئی ہو، نذر کی انجام دہی کے وقت اس کام کا انجام دینا ممکن ہو۔

اگر کوئی شخص نذر کرلے۔ لیکن ادائیگی کے وقت ممکن نہ رہے۔ خواہ یہ عدم امکان اس کی مالی یا جسمانی ناتوانی کے سبب ہو یا شرعی مخالفت کے سبب۔ دونوں صورتوں میں نذر باطل ہوجائے گی۔

مثلاً کسی نے نذر کی کہ شوال کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھے گا۔ شوال کی پہلی جمعرات کو عید کا دن پڑ گیا۔ تو نذر باطل ہوجائے گی۔

مثلاً کسی نے نذر کی کہ اگر اس کا بچہ اچھے نمبروں سے پاس ہوگیا تو اسی مہینے ہزار روپے مسجد کی تعمیر کیلئے دے گا۔ لیکن اس وقت اس کی مالی حالت ایسی ہوئی کہ قرض لینا بھی ممکن نہ رہا۔ اب یہ نذر باطل ہوجائے گی۔

بنیادی طور پر ایسی نذریں جو کسی شرعی ممانعت سے ٹکراتی ہوں پہلے دن ہی سے باطل ہوتی ہیں۔

روایات میں ان نذروں کو ناپسندیدہ اور مکروہ قرار دیا گیا ہے جن میں تکرار یا استمرار یعنی کسی عمل کے باقاعدگی سے انجام دینے کا ارادہ کیا گیا ہو۔

جیسے یہ کہ ہر ماہ کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھے گا۔ یا

ہر سال روز عرفہ زیارت امام حسین علیہ السلام کو جائے گا وغیرہ وغیرہ۔ [1]

ایسی نذریں تکلیف اور دشواری کا باعث ہوتی ہیں۔

﴿۵﴾ نذر کی انجام دہی :

ضروری ہے کہ ایسے کام کی نذر کی جائے جو خود نذر کرنے والے کو انجام دینا ہو۔ مثلاً نذر کرے کہ حج یا زیارت کو جائے گا یا فلاں دعا یا نماز پڑھے گا۔

اس لیے یہ نذر صحیح نہیں ہوگی کہ اگر فلاں یونیورسٹی میں بیٹے یا بیٹی کا داخلہ ہوگیا تو وہ بیٹی یا بیٹا شکرانہ کے طور پر فلاں کام انجام دے گا۔

اگر یہی نذر خود بیٹا اپنے لیے کرے کہ اگر اس کا داخلہ ہوگیا تو وہ شکرانہ کے طور پر فلاں کام انجام دے گا تو صحیح ہے۔

باپ کی یہ نذر صحیح نہیں ہوگی کہ اگر اس کی بیٹی شفا یاب ہوگئی تو وہ

---

[1] وسائل الشیعہ، ج ۲۳، کتاب النذر، باب ۶، ص ۳۰۳

فلاں شخص سے اس کی شادی کر دے گا ۔ خواہ باپ کو بیٹی کی شادی کے بارے میں ولایت کا حق ہی کیوں نہ حاصل ہو ۔ شادی دراصل بیٹی کا حق ہے ۔

بعض روایات کے مطابق اگر یہ معلوم نہ ہو کہ جس کام کے لیے نذر کی تھی وہ پورا ہوا یا نہیں ؟ تو اس نذر پر عمل واجب نہیں ہے ۔ [1]

مثلاً

اگر کسی نے سفر میں نذر کی کہ اگر اس کے بچہ کو شفا حاصل ہوگئی تو وہ تین دن روزے رکھے گا ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اس کا بچہ اس کے نذر کرنے سے پہلے ہی شفایاب ہو چکا تھا تو اس پر واجب نہیں ہے کہ وہ نذر پوری کرے ۔

البتہ ،

بہتر ہے کہ نعمتِ الٰہی کے شکرانہ کے طور پر تین روزے رکھ لے ۔

﴿۶﴾ نذر کی ادائیگی :

ضروری نہیں ہے کہ نذر کی ادائیگی مقصد یا دعا پوری ہونے کے بعد ہی کی جائے ۔ مقصد یا دعا کے پورا ہونے سے پہلے نذر پر عمل زیادہ بہتر ہے ۔ اس صورت میں واجب ادا ہوجاتا ہے ۔

مقصد یا دعا کے پورا ہونے کے بعد اسے دہرانے کی ضرورت نہیں ہوتی ۔

مثلاً اگر نذر کرے کہ بچہ کی صحت یابی کے بعد تین دن روزہ رکھے گا ۔ تین روزے اسی نیت سے بچہ کے شفایاب ہونے سے پہلے رکھ لے ۔ اب بچہ کی صحت یابی کے بعد ان روزوں کو رکھنا ضروری نہیں ہے ۔

---

[1] وسائل الشیعہ ج ۲۳ ، کتاب النذر ، باب ۵ ، ص ۳۰۱ ۔ ۳۰۲

مقصد یا دعا پورا ہونے سے پہلے نذر کا انجام دینا خدا کو زیادہ پسند ہے۔ اس صورت میں حاجت جلدی پوری ہو جانے کا امکان بھی زیادہ ہے۔

کیونکہ،

مقصد کے پورا ہونے سے پہلے نذر پر عمل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ نذر کرنے والے نے اپنے مقصد کو پورا ہونے سے پہلے ہی مکمل طور پر حاصل ہو جانے کا خیال کرلیا۔اس نے الطافِ الٰہیہ پر اپنے مکمل اطمینان نیز خدا کے وعدہ پر بھرپور بھروسہ کا اظہار کر دیا۔

یہی اطمینان اور بھروسہ دعا کی قبولیت کی ایک اہم نشانی ہے۔

روایات میں آیا ہے کہ:

دعا یا حاجت طلب کرتے وقت حسنِ نیت، اللہ تعالیٰ سے حسنِ ظن نیز قبولیت پر یقین حاجت برآری میں تعجیل کا سبب ہوتی ہے۔ [1]

﴿۷﴾ دوسروں کے حقوق کا احترام:

ضروری ہے کہ ایسے عمل کے لیے نذر نہ کی جائے جس سے کسی کا حق ضایع ہو یا کسی کو تکلیف ہو۔

اگر کسی ایسے عمل کی نذر کی جائے جس سے کسی دوسرے کا حق بھی وابستہ ہو تو اس شخص کی اجازت لی جائے۔

اجازت دینے کی صورت میں متعلقہ فرد کو اس نذر کی تکمیل میں تعاون کرنا ہوگا۔

مثلاً بچہ ابھی ماں باپ کے خرچ پر زندگی بسر کر رہا ہے۔

---

[1] وسائل الشیعہ، ج ۷، باب ۱۵ و ۱۶ (ابواب الدعا من کتاب الصلوٰۃ ص ۵۲ و ۵۴)

وہ نذر کرے کہ اگر اس کی ماں صحت یاب ہوگئی تو وہ ہزار روپے صدقہ دے گا۔
چونکہ اس نذر میں اسے ہزار روپے اپنے باپ سے لینا ہوں گے اس لیے اسے اس سلسلہ میں باپ سے اجازت لینا ضروری ہے۔
اگر اس نذر کے موقعہ پر اس نے باپ سے اجازت نہ لی۔ باپ نے ایفائے نذر کے لیے پیسے دینے سے انکار کیا تو نذر ساقط ہوجائے گی۔
لیکن اگر اس نے باپ کی اجازت لے کر نذر کی۔ تو ماں کے شفایاب ہونے پر باپ کو ایفائے نذر کے لیے اسے ہزار روپے دینا ہوں گے۔

﴿۸﴾ والدین کا حق:

اگر بیٹا یا بیٹی ایسی نذر کرے جو ماں باپ کی نظر میں اس کے لیے مشکل یا مشقت آور ہو، تو ماں باپ اس کی نذر تڑوا سکتے ہیں۔

نذر کی قضا و کفارہ

﴿۱﴾ اگر کوئی نذر کرے کہ سال بھر تک معین دن روزہ رکھے گا۔ مثلاً سال بھر ہر جمعہ۔ کسی جمعہ اسے سفر کرنا پڑ جائے تو وہ سفر کر سکتا ہے۔ خواہ وہ سفر اختیاری ہی کیوں نہ ہو۔
اس صورت میں اسے بعد میں اس دن کا روزہ قضا کرنا ہوگا۔
اسی طرح اگر،
اس دن مرض یا عذرِ شرعی پیدا ہوجائے مثلاً اس دن مریض ہوجائے، یا عید فطر یا عید قربان پڑ جائے تو اس دن کا روزہ قضا کرنا ہوگا۔

﴿۲﴾ اگر کوئی عمداً اور بغیر کسی سبب یا عذر شرعی کے نذر پوری نہ کرے اور اس نذر کے انجام دینے کا وقت گذر جائے تو کفارہ دینا ہوگا۔

﴿۳﴾ غصہ کی حالت میں نذر کرنا نذر کو باطل کر دیتا ہے۔ کفارہ بھی واجب ہوتا ہے۔

☆ نذر کا کفارہ دس ضرورت مندوں (مسکینوں) کو کھانا کھلانا ہے۔

☆ اگر دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ممکن نہ ہو تو تین روزے رکھنا ہوں گے۔

قسم

تعریف :

قسم کے معنی ہیں، اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کسی کام کی انجام دہی کے لیے قسم کھائی جائے۔

احکام :

قسم کے لیے ضروری نہیں ہے کہ لفظ جلالہ یعنی ''اللہ'' ہی ادا کیا جائے۔ کسی بھی زبان میں اللہ کا کوئی بھی نام لے کر قسم کھانے سے قسم واقع ہو جائے گی۔

اسی طرح قسم کے لیے ضروری نہیں ہے کہ کسی مستحب یا واجب کام ہی کے لیے قسم کھائی جائے۔ قسم مباح کام کے لیے بھی کھائی جا سکتی ہے۔

قسم کا کفارہ

قسم کی خلاف ورزی کرنے کا کفارہ بھی امکان کی صورت میں دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ورنہ تین دن روزے رکھنا ہے۔

معاشرتی معاملات :

☆ نکاح

☆ طلاق

☆ خلع

☆ وراثت

نکاح

شادی بیاہ ، انسانی معاشرہ کے اہم اور مضبوط ستونوں میں سے ایک ہے ۔ اسلام میں شادی بیاہ کے سلسلہ میں تاکید کی گئی ہے ۔ شادی بیاہ سے انکار یا شادی بیاہ نہ کرنے کو اسلام کے دائرہ سے نکل جانے کے برابر کہا گیا ہے ۔

" اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِیْ فَلَیْسَ مِنِّیْ "

'' شادی بیاہ میری سنت ہے ، جو میری سنت سے انحراف کرے
وہ مجھ سے نہیں ہے ۔''

اس لیے ضروری ہے کہ لڑکا اور لڑکی جب جسمانی اور فکری بلوغ اور رشد کی سطح تک پہنچیں تو وہ شادی بیاہ کریں ۔

ماں باپ کے لیے بھی ضروری ہے کہ اپنے بچوں اور بچیوں کی شادی بیاہ میں جلدی کریں ۔

معاشرہ کے ذمہ دار افراد ، علماء ، امراء نیز حکومت کے ذمہ دار افراد اور اداروں پر واجب ہے کہ وہ جوان لڑکوں لڑکیوں خصوصاً کالج یونیورسٹیوں کے طلبہ و طالبات کے شادی بیاہ کے لیے مناسب ماحول نیز ضروری انتظامات کریں اور سہولتیں فراہم کریں ۔

شادی بیاہ میں جلدی امت اور معاشرہ کے ان اہم معاملات میں سے ہے جن کے لیے بیت المال سے پیسہ خرچ کرنا ضروری ہے ۔

کفو

شادی بیاہ کے سلسلہ میں اہم معاملات میں سے ایک بہت اہم چیز "کفو" ہے۔

کفو سے مراد معاشرتی، فکری، اقتصادی، خاندانی یا دوسرے معاملات میں لڑکے اور لڑکی یا مرد و زن کا ایک دوسرے کے ہم پلہ یا متناسب ہونا۔

اس لیے، کہا گیا ہے:

"اَلْمُؤْمِنُ کُفُوُ الْمُؤْمِنِ"

"مومن مومن کا ہم پلہ اور متناسب ہوتا ہے"۔

چنانچہ جب مسلمان لڑکے یا لڑکی کے لیے مسلمان لڑکی یا لڑکے کے ساتھ شادی کا امکان ہو تو مناسب نہیں ہے کہ وہ غیر مسلمان سے شادی کرے۔

خصوصاً،

اگر غیر مسلم سے شادی خود اس کی یا اس کی اولاد کی گمراہی کا سبب بن سکتا ہو۔

اس میں دائمی شادی یا موقت شادی یعنی نکاح یا متعہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

متعہ میں چونکہ اس قسم کے رشتوں میں نقصان یا گمراہی کا شبہ کم ہوتا ہے اس لیے ان مسائل پر زیادہ توجہ نہیں دی جاتی۔ یہاں غیر مسلم میں یہود، نصاریٰ، مجوس، ہندو، بدھ، ملحد، مشرک اور بت پرست سب شامل ہیں۔ شادی بیاہ اور متعہ کے سلسلہ میں ان سب کا حکم ایک ہی جیسا ہے۔

مہر

شادی بیاہ ایک قلبی اور روحانی رشتہ ہے۔ مہر کی زیادتی شادی کے قلبی و روحانی پہلو یعنی محبت میں کمی کا سبب بن سکتا ہے۔ اس لیے اس میں مہر کے سلسلہ میں سختی

اچھی بات نہیں ہے۔

صیغہ

شادی کے عقد یا معاہدہ میں ''زَوَّجْتُ یا اَنْکَحْتُ'' جیسے خاص الفاظ ادا کرنا ضروری شرط ہے۔

یہ الفاظ اگر عربی میں ادا کیے جائیں تو بہتر ہے۔

لیکن،

ضروری نہیں کہ عربی ہی میں ادا ہوں۔

ان الفاظ کے معانی کو کسی بھی زبان میں ادا کیا جاسکتا ہے۔

نکاح میں مرد و زن میں ایک مجری عقد جو فقہی اصطلاح میں ''مُوجِب'' کہلاتا ہے۔ دوسرا قبول کرنے والا ہوتا ہے جو فقہی اصطلاح میں ''قابِل'' کہلاتا ہے۔

بہتر یہ ہے کہ مُوجِب خود عورت یا اس کی طرف سے اس کا وکیل ہو۔ قابِل خود مرد یا اس کی طرف اس کا وکیل ہو۔

مثال کے طور پر عورت کہے :

زَوَّجْتُکَ نَفْسِیْ

میں اپنے آپ کو تمہاری زوجیت یا نکاح میں دیتی ہوں۔

یا

میں تمہاری بیوی بنتی ہوں۔

پھر مرد کہے : قَبِلْتُ

میں نے قبول کیا یعنی میں نے تمہیں اپنے نکاح میں قبول کیا۔

یا

میں نے تمہیں اپنی بیوی کی حیثیت سے قبول کر لیا۔

اگر عورت کے بجائے اس کا وکیل صیغہ جاری کرے اور قابل خود مرد ہو تو عورت کا وکیل کہے :

زَوَّجْتُ مُوَكِّلَتِیْ مِنْکَ عَلَی الصَّدَاقِ الْمَعْلُوْمِ

میں اپنی موکلہ کو معین مہر پر تمہاری زوجیت یا نکاح میں دیتا ہوں۔

جواب میں مرد کہے :

قَبِلْتُ

اگر مُجری عورت کا وکیل اور قابل مرد کا وکیل ہو تو عورت کا وکیل کہے :

زَوَّجْتُ مُوَكِّلَتِیْ مِنْ مُوَكِّلِکَ عَلَی الصَّدَاقِ الْمَعْلُوْمِ

میں اپنی موکلہ کو معین مہر پر تمہارے موکل کے نکاح یا

زوجیت میں دیتا ہوں۔

مرد کا وکیل کہے :

قَبِلْتُ التَّزْوِیْجَ لِمُوَكِّلِیْ

میں نے اپنے موکل کے لیے اس نکاح یا تزویج کو قبول کیا۔

اگر مجری مرد ہو تو وہ کہے :

زَوَّجْتُکِ مِنْ نَفْسِیْ

میں تمہیں اپنے نکاح یا زوجیت میں لیتا ہوں۔

جواب میں عورت کہے :

قَبِلْتُ

میں نے قبول کیا۔ میں نے تمہاری زوجیت میں آنا یا
تمہاری بیوی بننا قبول کیا۔

صیغۂ نکاح کے اجراء کے موقعہ پر ضروری ہے کہ طرفین یعنی شادی کرنے والا لڑکا اور لڑکی دونوں ان الفاظ کے معانی کو اچھی طرح سمجھتے ہوں۔ بہتر ہے کہ عربی کے ساتھ اس کا ترجمہ بھی بیان کر دیا جائے۔

ضروری ہے کہ صیغۂ عقد کے اجراء کے دوران مہر اور ان شرطوں کا ذکر بھی کر دیا جائے جو نکاح کے وقت طے کی گئی ہوں۔ خواہ یہ ذکر اشارتاً ہی کیوں نہ ہو۔ ضروری ہے کہ مہر اور دیگر شرائط طرفین کو معلوم ہوں۔ طرفین ان پر راضی ہوں۔

دائمی نکاح میں صیغہ کے اجراء کے وقت ضروری ہے کہ:

﴿۱﴾ زوج اور زوجہ (یعنی آپس میں شادی کرنے والے مرد و زن) معین و مشخص ہوں۔ صیغہ میں ان کا ذکر یا ان سے خطاب ہو۔

چنانچہ،

اگر طرفین یا کوئی ایک طرف معین و مشخص نہ ہو اسکا ذکر یا اس سے خطاب نہ کیا گیا ہو تو نکاح باطل ہوگا۔

﴿۲﴾ مہر، طرفین کے توافق کے ساتھ معین اور معلوم ہو۔

چنانچہ،

اگر صیغہ کے اجراء کے وقت مہر معین و مشخص نہ ہو اور اس کا ذکر نہ کیا گیا ہو تو:

﴿الف﴾: نکاح درست ہوگا۔

البتہ،

﴿ب﴾: شوہر پر "مہر المثل" یعنی ان شرائط اور اس سطح کی خواتین میں جو

مہر عام طور سے رائج ہے، واجب ہوگا۔

﴿۳﴾ دوسری شرطیں معین و مشخص و معلوم ہوں۔

چنانچہ،

اگر صیغۂ عقد کے اجراء کے وقت شرطیں معین و مشخص نہ ہوں یا ان کا ذکر نہ کیا گیا ہو تو:

﴿الف﴾: نکاح درست ہوگا

لیکن

﴿ب﴾: شرطیں ساقط ہو جائیں گی۔

☆ موقت نکاح یعنی متعہ میں، مذکورہ بالا نکات کے علاوہ اس مدت کا تعین اور ذکر بھی ضروری ہے جو طرفین نے آپس میں طے کی ہو۔

اگر مرد و زن نے پہلے سے آپس میں مدت کا تعین کر لیا ہو۔ صیغۂ عقد کے اجراء کے موقعہ پر دونوں اس کی طرف متوجہ ہوں۔ مگر صیغہ میں ذکر نہ کریں۔ تو متعہ صحیح ہوگا۔

لیکن،

اگر صیغۂ عقد کے اجراء کے موقعہ پر:

﴿الف﴾: مکمل طور پر مدت بھول گئے ہوں

﴿ب﴾: یہ بھی یاد نہ ہو کہ عقد موقت یعنی متعہ کا صیغہ پڑھ یا پڑھوا رہے ہیں۔

نیز،

﴿ج﴾: مدت کا ذکر بھی نہ کریں تو ایسا عقد، نکاح دائم ہو جائے گا۔

اس لیے،

اب طلاق کے بغیر ان کی جدائی ممکن نہیں ہوگی۔

جبکہ،

ازدواج موقت یعنی متعہ میں مدت پوری ہونے کے بعد

﴿الف﴾: نکاح ختم ہوجاتا ہے اور

﴿ب﴾: طلاق کے بغیر مرد و زن ایک دوسرے پر حرام ہوجاتے ہیں۔

باپ کی اجازت:

مناسب ہے کہ باکرہ لڑکی باپ کی اجازت سے نکاح کرے۔

محارم

محارم ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو انسان سے کسی نسبت کی وجہ سے اس کے لیے محترم ہوتے ہیں۔ اس احترام کے سبب وہ ان سے نکاح نہیں کرسکتا۔ جیسے ماں، باپ، بیٹا، بیٹی، بھائی بہن وغیرہ۔

محارم دو قسم کے ہیں:

﴿۱﴾ نسبی،

﴿۲﴾ سببی اور رضاعی

﴿۱﴾ محارم نسبی:

اسلام نے بعض رشتوں کو شادی بیاہ کے روابط کے سبب قابلِ احترام قرار دیا ہے۔ ان رشتہ داروں کو جن کا احترام شادی بیاہ کے رشتوں یعنی صہری یا سسرالی رشتہ داریوں کے سبب اس بات کا باعث ہے کہ ان سے نکاح جائز نہیں، محارم سببی کہا جاتا ہے۔

اسلام نے مرد و زن پر بعض سسرالی رشتہ داروں سے ہمیشہ کے لئے اور بعض سے وقتی طور پر نکاح کو حرام قرار دیا ہے۔

ان دونوں حرمتوں کی تفصیل الگ الگ ہے۔

﴿الف﴾ مرد :

مرد کے لیے جن سسرالی رشتہ داروں سے نکاح حرام ہے، وہ یہ ہیں :

﴿۱﴾ ساس :

جب مرد کسی عورت سے نکاح کرتا ہے خواہ یہ نکاح دائمی ہو یا موقت (متعہ) تو فوراً ہی اس عورت کی ماں یعنی ساس اس کی محرم ہوجاتی ہے۔ نیز اس مرد پر اس عورت کی ماں سے نکاح ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتا ہے۔

﴿الف﴾ : خواہ وہ اس عورت سے ازدواجی تعلقات قائم کرے یا نہ کرے۔

﴿ب﴾: خواہ وہ عورت اس کی زوجیت میں رہے یا مدت کے ختم ہونے یا طلاق کے سبب اس سے جدا ہوجائے۔

﴿ج﴾: خواہ یہ عورت مرجائے۔

﴿۲﴾ بیوی کی اولاد :

جب مرد کسی عورت سے نکاح کرے خواہ یہ نکاح دائمی ہو یا مُوَقَّت۔ اس کے بعد اس عورت سے ازدواجی روابط بھی استوار کرے تو اس کی بیٹیاں نیز اس کی اولاد کی بیٹیاں یعنی اس کی بیوی کی بیٹیوں یا بیٹوں کی اولاد در اولاد۔ بیٹیاں اس مرد کی محرم ہوجاتی ہیں اور ان سے نکاح اس مرد کے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہوجاتا ہے۔

﴿۱﴾ خواہ یہ بیٹیاں اس عورت سے نکاح سے پہلے، اس عورت کے بطن سے

پیدا ہوئی ہوں۔

﴿۲﴾ یا اس مرد سے جدائی کے بعد کسی اور مرد کے ذریعہ اس عورت کے بطن سے پیدا ہوئی ہوں۔

﴿۳﴾ خواہ یہ عورت اس کے نکاح میں رہے یا مدت کے ختم ہونے یا طلاق کے سبب اس کی زوجیت سے نکل آئے۔

﴿۳﴾ سالیاں :

سالیاں، یعنی بیوی کی سگی یا سوتیلی بہنیں۔ اگرچہ اس مرد کے لیے محرم نہیں ہوتیں لیکن ان سے نکاح مرد کے لیے اس وقت تک حرام ہے جب تک یہ بیوی اس کی زوجیت میں رہے۔

یعنی نکاح موقت کی میعاد نیز طلاق رجعی کی مدت ختم ہونے سے پہلے وہ اپنی سالیوں سے نکاح نہیں کرسکتا۔

﴿ب﴾ عورت :

عورت کے لیے جن سسرالی رشتہ داروں سے نکاح حرام ہے وہ یہ ہیں :

﴿۱﴾ سُسَر :

عورت جب کسی مرد سے نکاح کرتی ہے تو خواہ شوہر سے اس کے ازدواجی روابط قائم ہوئے ہوں یا نہ ہوئے ہوں، اس شوہر کا باپ ہمیشہ کے لیے اس کا محرم ہوجاتا ہے۔ وہ کبھی بھی اس سے نکاح نہیں کرسکتی۔

﴿۲﴾ اولاد :

شوہر کی اولاد اور اولاد کی اولاد، خواہ بیٹیوں سے ہوں یا بیٹوں سے، عورت

کے لیے محرم ہوتی ہے۔ اس کے لیے ان سے نکاح کبھی بھی جائز نہیں ہوتا۔

﴿۳﴾ محارم رضاعی :

جو افراد رضاعت یعنی دودھ پلائے جانے کے سبب ایک دوسرے کے لیے قابلِ احترام ہیں، وہ ایک دوسرے کے لیے محرم بھی ہیں۔ ان کے لیے ایک دوسرے کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ تفصیل یہ ہے:

رضاعت کا اثبات

رضاعت اس وقت ثابت ہوتی ہے جب کوئی بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی اور عورت کا دودھ چند روز اس طرح پیئے کہ ان دنوں اس کی غذا فقط وہی دودھ ہو۔

جن افراد کا رضاعت کے سبب آپس میں نکاح حرام ہے ان کی تفصیل یہ ہے:

﴿۱﴾ رضاعی ماں:

دودھ پلانے والی عورت، رضاعی ماں، سگی ماں کے حکم میں ہے۔

﴿۲﴾ رضاعی باپ:

رضاعی ماں کا شوہر، سگے باپ کے حکم میں ہے۔

﴿۳﴾ رضاعی بھائی بہن:

رضاعی ماں کی اولاد، اولاد در اولاد، خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔

﴿۴﴾ رضاعی ماں کے بھائی بہن:

رضاعی ماں کے بھائی بہن، خواہ سگے ہوں یا سوتیلے یا رضاعی ہوں۔

﴿۵﴾ رضاعی ماں کے چچا، پھوپھی، خالہ اور ماموں خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔

﴿۶﴾ رضاعی ماں کے والدین۔

﴿۷﴾ رضاعی ماں کے شوہر کے بھائی بہن، خواہ سگے ہوں یا سوتیلے یا رضاعی، سب کے سب محرم ہوں گے اور ان سے نکاح حرام ہے۔

﴿۸﴾ رضاعی باپ کے چچا، پھوپھی، خالہ اور ماموں خواہ سگے ہوں یا رضاعی۔

﴿۹﴾ رضاعی بیٹے کا باپ، اپنے بیٹے کے رضاعی باپ کے فقط نسبی بچوں سے شادی نہیں کرسکتا۔

رضاعت اور حضانت

تعریف:

رضاعت سے مراد بچے کو دودھ پلانا اور حضانت سے مراد بچے کی پرورش کرنا ہے۔

احکام:

بہتر ہے کہ ماں اپنے بیٹے یا بیٹی کو ۲۱ / مہینے تک دودھ پلائے۔

ماں کا اپنی اولاد کو دو سال سے زیادہ دودھ پلانا مناسب نہیں ہے۔

دودھ پلانا، ماں کا حق ہے۔ اسے حقِ رضاعت کہتے ہیں۔

باپ بغیر شرعی دلیل اور عذر کے ماں کی رضایت کے بغیر بچے کو دودھ پلانے کے لیے کسی دوسری عورت کے سپرد نہیں کرسکتا۔

اگر عورت بچے کی دودھ پلائی (رضاعت) کے دوران شوہر سے علیحدہ ہوجائے تو دودھ پلائی (رضاعت) اور پرورش (حضانت) کے سلسلہ میں اس کو اَوْلَوِیَّت یا حقِ تقدم حاصل ہوتا ہے۔

ماں کے حقِ حضانت سے مراد یہ ہے کہ بچہ لڑکا ہو یا لڑکی سات سال تک ماں کو اس کی پرورش اور نگہداشت کا حق حاصل ہے۔ خواہ وہ شوہر کے ساتھ زندگی بسر کر رہی ہو یا اس سے جدا ہو جائے۔

شوہر سے جدائی کی صورت میں ماں کو بچے کی حضانت کا حق استعمال کرنے کے لیے دو باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے:

﴿الف﴾: یہ کہ جب تک وہ بچہ کی پرورش کی ذمہ داری ادا کرے کسی اور مرد سے شادی نہ کرے۔

﴿ب﴾: بچے کی پرورش اور نگہداشت کے سلسلہ میں ایسی شرطیں عائد نہ کرے جو باپ کے لیے قابلِ تحمل نہ ہوں یا مشکل ہوں۔

ان دونوں صورتوں میں باپ کو حق حاصل ہوگا کہ وہ بچے کی پرورش، اپنی سہولت اور بچے کی بھلائی کی خاطر کسی دوسری عورت کے سپرد کردے یا خود اپنے ذمہ لے لے۔

نفقہ

تعریف:

نفقہ سے مراد گھر کے افراد کے روزمرہ کے وہ مخارج ہیں جو کسی گھر یا خاندان کی معاشرتی یا اقتصادی حیثیت کے مطابق عام طور سے معاشرہ میں رائج ہوں۔ ان میں گھر، لباس، کھانا پینا اور تعلیم و تعلم جیسے روزمرہ کے تمام ضروریاتِ زندگی شامل ہیں۔

احکام:

﴿۱﴾ بیوی:

بیوی کا نفقہ، شوہر کی ذمہ داری ہے۔ شوہر کے لیے ضروری ہے کہ وہ بیوی

کیلئے ان تمام ضروریاتِ زندگی کی فراہمی کا انتظام کرے جو معمول کے مطابق ہوں۔

شوہر بیوی کے نفقہ میں جس قدر سخاوت سے کام لے گا اور ہاتھ کھول کر خرچ کرے گا، خداوندِ عالم بھی اس کے رزق میں اسی قدر وسعت دے گا۔

یہ اصول فقط بیوی ہی کے سلسلہ میں نہیں بلکہ ان تمام افراد کے سلسلہ میں ہے جن کا نفقہ کسی کی ذمہ داری ہو۔

﴿۲﴾ اولاد :

جب تک اولاد کمانے کے قابل نہیں ہوتی، ان کے مخارج کا پورا کرنا، باپ کی ذمہ داری ہے۔

﴿۳﴾ ماں باپ :

اگر ماں باپ کمانے کے قابل نہ ہوں تو اولاد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے اخراجات کو پورا کریں۔

﴿۴﴾ رشتہ دار :

سسرالی اور خاندانی رشتہ دار جو کسی نہ کسی طرح انسان پر کوئی حق رکھتے ہیں، ان کے اخراجات کا انتظام ہر اس شخص کی اخلاقی ذمہ داری ہے جو اس پر قدرت رکھتا ہو۔

اسلام میں اس ذمہ داری کی ادائیگی کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے۔ یہ مستحب مؤکد ہے اور اس کا بہت ثواب ہے۔

﴿۵﴾ همسائے اور ضرورت مند :

پڑوسیوں، ہمسایوں اور ضرورتمند لوگوں کی دیکھ بھال، ان کی اہم ضرورتوں کو پورا کرنا یا دوسرے اہم معاشرتی امور یعنی مریضوں، قیدیوں، یتیموں، بیواؤں وغیرہ

کے اخراجات کو پورا کرنا ۔ ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا نیز ان کی سرپرستی اور کفالت ہر اس شخص کا اخلاقی فریضہ ہے جو اس کی قدرت رکھتا ہے ۔

یہ ہر مسلمان سے شریعتِ اسلامیہ کا ایک اہم مطالبہ ہے ۔ یہ عمل انسان کے مال و دولت ، آمدنی اور عمر میں زیادتی اور برکت کا باعث نیز دنیاوی و اخروی عزت و سعادت و کامیابی کا سبب بنتا ہے ۔

روایات میں اس کی بہت زیادہ تاکید ہے ۔ اسے مستحب مؤکد قرار دیا گیا ہے ۔ اس کا بے پناہ ثواب ہے ۔

طلاق

طلاق شریعتِ اسلام میں انتہائی ناپسندیدہ اور اللہ کے غضب کا باعث عمل ہے ۔

طلاق انتہائی ضرورت اور مجبوری کے علاوہ کسی حالت میں مناسب نہیں ہے ۔

طلاق کی تین قسمیں ہیں :

﴿۱﴾ رجعی

﴿۲﴾ خُلع

﴿۳﴾ بائن

﴿۱﴾ رجعی :

طلاق رجعی وہ طلاق ہے جو مرد اپنے ارادہ سے عورت کا مہر ادا کر کے دے ۔

یہ طلاق اس لیے رجعی کہلاتی ہے کہ اس میں طلاق کی مدت ختم ہونے سے پہلے اگر مرد کو اپنی غلطی کا احساس ہوجائے ، یا پشیمان ہوجائے تو وہ طلاق کو فسخ کر کے

اپنی بیوی کی طرف رجوع کرسکتا ہے۔

اس قسم کی طلاق میں رجوع اور فسخ کے لیے فقط رَجَعْتُ (میں رجوع کرتا ہوں) کے لفظ ادا کرنا یا کوئی اور ایسا لفظ ادا کرنا یا ایسا عمل انجام دینا جس سے طلاق کے متعلق مرد کی پشیمانی اور بیوی کی طرف مرابعہ کا اظہار ہو، کافی ہے۔

﴿۲﴾ خُلع:

جب عورت اپنے شوہر کے ساتھ نباہ ممکن نہ ہونے کے سبب اپنے حق کو معاف کرکے یعنی مہر معاف کرکے یا لیا ہوا مہر یہ واپس کرکے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرے اور شوہر یہ مطالبہ قبول کرکے طلاق دے، تو یہ طلاق خلع کہلاتی ہے۔

عورت اگر مرد سے طلاق خلع کا مطالبہ کرے، لیکن مرد قبول نہ کرے تو عورت یہ معاملہ حاکم شرع، مجتہد یا اس کے وکیل کے پاس لے جاسکتی ہے۔

اس صورت میں اگر حاکم شرع، مجتہد یا اس کے وکیل کے سامنے یہ بات واضح ہوجائے کہ ان دونوں کی شادی کی بقاء مستقل مشکلات کا سبب بنے گی۔ جھگڑے ختم نہیں ہوسکتے۔ واقعاً بیوی کے لیے اس شوہر کا تحمل مشکل ہوچکا ہے۔ تو وہ عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔

ان حالات میں (یعنی جب عورت معاملہ حاکم شرع کے پاس لے جائے اور حاکم شرع مطمئن ہوجائے) اجرائے طلاق کے لیے شوہر کی رضایت شرط نہیں ہے۔

اگر کسی عورت کا شوہر غائب ہوجائے، اس کی کوئی خبر نہ ملے نیز اس نے اپنی بیوی کے نان ونفقہ کا انتظام نہ کیا ہو تب بھی،

حاکم شرع، مجتہد یا اس کا وکیل عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ یہ دونوں طلاقیں،

طلاق خلع شمار ہوں گی۔

نکاح موقت یعنی متعہ میں طلاق نہیں ہوتی۔

متعہ کی مدت ختم ہونے کے بعد نکاح موقت خود بخود ختم ہوجاتا ہے۔

اسی طرح اگر شوہر کسی وقت باقی مدت بخش دے تب بھی نکاح موقت خود بخود ختم ہوجاتا ہے۔

﴿۳﴾ بائن :

طلاق بائن اس طلاق کو کہتے ہیں جس میں شوہر کو اپنی بیوی کی طرف رجوع کا حق نہ ہو۔

یہ چار صورتوں میں ہوتی ہے :

﴿۱﴾ پہلی صورت خلع کی ہے۔ جب تک خلع میں عورت مہر معاف کرنے سے رجوع نہ کرے، مرد کو رجوع کا حق نہیں ہوتا۔

﴿۲﴾ دوسری صورت تیسری طلاق میں ہوتی ہے۔ اگر مرد اپنی بیوی کو تمام شرائط کے ساتھ تیسری مرتبہ طلاق دے دے تو شوہر کو اپنی بیوی کی طرف رجوع کا حق نہیں ہوتا۔

اس صورت میں مرد کو مدت کے اختتام کے بعد بھی اپنی مطلقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کا حق نہیں رہتا۔

اس صورت میں مرد صرف اسی صورت میں اپنی مطلقہ سے دوبارہ نکاح کر سکتا ہے جب اس کی مطلقہ سے کوئی اور مرد نکاح کرنے اور اس سے ازدواجی روابط قائم کرنے کے بعد کسی سبب اسے طلاق دے دے۔

﴿۳﴾ تیسری صورت یائسہ کی طلاق ہے۔

اگر مرد یائسہ بیوی کو طلاق دے دے تو یہ طلاق بائن ہوتی ہے۔ یائسہ عورت طلاق کے فوراً بعد کسی دوسرے مرد سے شادی کر سکتی ہے۔ اس پر عدت واجب نہیں ہے۔

﴿۴﴾ چوتھی صورت ازدواجی روابط قائم ہونے سے پہلے کی طلاق ہے۔

یعنی اگر شوہر نکاح کے بعد ازدواجی روابط کے قیام سے پہلے بیوی کو طلاق دے تو طلاق بائن ہوتی ہے۔

طلاق کے شرائط

طلاق کے اجراء کے موقعہ پر بعض شرطوں کا لحاظ ضروری ہے:

﴿۱﴾ اگر میاں بیوی ساتھ رہ رہے ہوں تو بیوی طہارت کی حالت میں ہو (حائض نہ ہو) نیز اس طہر میں ازدواجی روابط قائم نہ ہوئے ہوں۔

﴿۲﴾ اگر عورت یائسگی کی طبیعی عمر تک نہ پہنچی ہو لیکن خون آنا بند ہو گیا ہو تو طلاق کے لیے ضروری ہے کہ ازدواجی روابط کے انجام پائے ہوئے تین مہینے گذر چکے ہوں۔

اگر ایسی عورت کو طلاق دیئے جانے کا ارادہ ہو اور اسی ماہ ازدواجی روابط قائم ہو چکے ہوں تو اجرائے طلاق کیلئے تین ماہ انتظار کرنا ہوگا۔ اگر ان تین ماہ میں ازدواجی تعلقات قائم نہ ہو تو طلاق جاری ہو سکے گی ورنہ نہیں۔

﴿۳﴾ حاملہ بیوی کو حالت حمل میں ازدواجی روابط کے قیام کے فوراً بعد بھی طلاق دی جا سکتی ہے۔

﴿۴﴾ ضروری ہے کہ طلاق دو عادل گواہوں کے سامنے دی جائے۔

﴿۵﴾ طلاق عربی زبان میں دی جائے یا اگر عربی میں نہ کہہ سکتا ہو تو کسی بھی زبان میں اس کے ہم معنی لفظ کی ادائیگی سے طلاق واقع ہوجاتی ہے۔

مثلاً مرد کہے:

زَوْجَتِیْ فَلَانَۃٌ طَالِقٌ

یا وکیل کہے:

زَوْجَۃُ فُلَانٍ طَالِقٌ

مرد اپنی بیوی کو مخاطب کر کے کہے

اَنْتِ طَالِقٌ وغیرہ۔

طلاق کی عدت

عدت سے مراد وہ مدت ہے جس میں عورت کو صبر اور انتظار کرنا ضروری ہے۔ اس مدت کے ختم ہونے پر اگر عورت چاہے تو دوسری شادی کر سکتی ہے۔

طلاق رجعی کی صورت میں اس مدت کے دوران مرد نکاح کے بغیر بیوی کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔

☆ جس عورت کو ایام آتے ہوں، اس کے لیے طلاق کی عدت تین مہینے یا تین دفعہ خون دیکھنا ہے۔

یعنی تیسری مرتبہ خون حیض کے آغاز پر اس کی عدت ختم ہوجائے گی۔

☆ متعہ میں مدت کے اختتام پر عدت ۴۵ دن یا دو مرتبہ خون دیکھنا ہے۔

☆ یہی حکم اس عورت کا ہے جو یائسگی کے طبیعی سن پر نہ پہنچی ہو مگر دوا کے

استعمال یا کسی بیماری کے سبب اس کو حیض نہ آرہا ہو۔ یعنی طلاق کی صورت میں تین ماہ یا تین بار خون اور متعہ کی صورت میں ۴۵ / دن یا دوبار خون حیض کا آنا اس کی عدت ہوگی۔

☆جس عورت کو ازدواجی روابط کے قیام سے پہلے طلاق دے دی جائے، یا متعہ کی صورت میں ازدواجی روابط کے قیام کے بغیر مدت ختم ہوجائے یا بخش دی جائے اس کے لیے عدت نہیں ہے۔

☆اگر حاملہ عورت کو طلاق دی جائے یا حمل کے دوران کسی خاتون کے متعہ کی مدت ختم ہوجائے تو اس کی عدت وضع حمل تک ہوگی۔

☆یائسہ عورت جس کا حیض اس کے بڑھاپے اور سن کے سبب بند ہوگیا ہو، کی عدت نہیں ہے۔

شریعت نے یائسگی کے لیے سن کی کوئی حد معین نہیں کی ہے۔

عورت ہاشمی ہو یا نہ ہو عام طور سے یائسگی کی طبیعی عمر ۴۵ سے ۵۵ سال کے درمیان ہوتی ہے۔ ۶۰ سال تک بھی چلی جاتی ہے۔ لیکن یہ کوئی ضروری بات نہیں۔

جب تک عورت خون حیض دیکھتی رہے وہ حائض شمار ہوگی۔ خواہ اس کی عمر ساٹھ سال سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔

ہماری نظر میں زیادہ عمر کی خواتین کے ایام کو، سن بڑھ جانے کی وجہ سے ہاشمی یا غیر ہاشمی خواتین میں، استحاضہ شمار کرنا صحیح نہیں۔ اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

عورت کا شوہر مر جائے، خواہ وہ یائسہ ہو یا نہ ہو، اس کی عدت چار مہینے اور دس دن ہے۔ طلاق رجعی کی عدت کے دوران بھی اگر کسی خاتون کا شوہر مر جائے تو اسے شوہر کی موت کے دن سے چار مہینے دس دن تک عدت پوری کرنا ہوگی۔

بہتر ہے کہ شوہر کے مرنے کے بعد ایک سال تک مرحوم کی بیوہ کو اس کے گھر میں رہنے دیا جائے اور اس کے مخارج برداشت کیے جائیں ۔ اس سال بھر کے رہن سہن کے مخارج اس کے ارث کے حصہ میں سے کم نہیں ہوں گے ۔

اگر بیوہ عورت خود سے سال مکمل ہونے سے پہلے کسی بھی وقت شوہر کے گھر کو خیر باد کہنا چاہے تو ایسا کرسکتی ہے ۔

وراثت کے احکام

اگر میت نے ایسی وصیت کی ہو جس میں مالی اخراجات ہوں تو اس کے کل ترکہ سے ایک تہائی اموال اس کی وصیت کے مطابق خرچ کیے جانا ضروری ہیں ۔

اگر وصیت کی مقدار کل ترکہ کے ایک تہائی سے زیادہ ہو تو ترکہ کے ایک تہائی تک کی وصیت پر عمل ہر حال میں ضروری ہوگا ، باقی حصہ پر اگر سب ورثاء اجازت دیں تو عمل ہوگا ورنہ نہیں ۔

اس صورت میں ،

اگر ورثاء نے ایک تہائی سے زائد پر وصیت کے مطابق عمل کرنے کی اجازت نہ دی تو باقی دو تہائی میں سے میت کے واجبات کے مخارج مثلاً قرض ، حج واجب وغیرہ نکالنے کے بعد باقی ترکہ ورثاء کے درمیان تقسیم ہوگا ۔

اگر ورثاء نے ایک تہائی سے زائد پر وصیت کے مطابق عمل کرنے کی اجازت دے دی تو وصیت پر عمل کے بعد جو کچھ بچے گا اس میں سے اس کے واجبات کے مخارج مثلاً قرض ، حج واجب وغیرہ نکالنے کے بعد باقی ترکہ قانون کے مطابق ورثاء

میں تقسیم ہوگا۔

اگر میت نے وصیت نہ کی ہو یا اس کی وصیت میں مالی اخراجات شامل نہ ہوں تو کل ترکہ میں سے اس کے واجبات کے مخارج مثلاً قرض، حج واجب وغیرہ نکالنے کے بعد باقی ترکہ قانون کے مطابق ورثاء میں تقسیم ہوگا۔

وَرَثہ دو قسم کے ہیں:

﴿۱﴾ سببی

﴿۲﴾ نسبی

﴿۱﴾ سببی:

سببی سے مراد میاں بیوی جو ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہیں۔

شرط ہے کہ یہ دائمی نکاح کے رشتہ میں جڑے ہوئے ہوں۔ ممتوعہ یعنی متعہ کے رشتہ میں جڑے ہوئے میاں بیوی کے درمیان ارث کا حکم نہیں ہے۔

اگر شوہر، عدۂ طلاق رجعی کے دوران مر جائے تو عورت کو ارث سے بیوی کا پورا حصہ ملے گا۔

اگر بیوی طلاق رجعی کے عدۃ کے دوران مرجائے تو شوہر کو ارث سے اس کا پورا حصہ ملے گا۔

بیوی کا حصہ

☆اگر مرد مرجائے اور اس کی اولاد موجود نہ ہو تو اس کے کل ترکہ کا ایک چوتھائی اور اگر بچے چھوڑ کو مرے تو اس کے کل ترکہ کا آٹھواں حصہ بیوی کو ملے گا۔

☆اگر بیویاں متعدد ہوں تو شوہر کے مرنے پر صورت حال کے مطابق یعنی

اولاد کی موجودگی یا عدم موجودگی کی صورت میں کل ترکہ کا چوتھائی یا آٹھواں حصہ ان کے درمیان برابر سے تقسیم ہوگا۔

☆ اگر عورت تنہا وارث ہو تو وہ شوہر کے کل ترکہ کی وارث ہوگی۔

☆ شوہر اگر اولاد چھوڑ کر مرے تو عورت کو اس کے ترکہ کے منقول اور غیر منقول تمام اموال حتی کہ زمینوں سے بھی حصہ ملے گا۔ [1]

لیکن، اگر شوہر کی موت کے وقت اس کی اولاد موجود نہ ہو تو بیوی کو عین زمین سے ارث نہیں ملے گی البتہ زمین کی قیمت سے اس کا حصہ ادا کیا جائے گا۔ [2]

شوھر کا حصہ

اگر عورت مر جائے اور اس کی اولاد نہ ہو تو اس کے کل ترکہ کا آدھا نیز اولاد ہونے کی صورت میں کل ترکہ کا چوتھائی شوہر کو ملے گا۔

اگر عورت مر جائے اور اس کا تنہا وارث اس کا شوہر ہو تو پورا ترکہ شوہر کو ملے گا۔

میاں اور بیوی نسبی وارثان کی موجودگی میں بھی اپنے حصہ کے مطابق ترکہ لیں گے خواہ یہ ورثاء نسبی کسی بھی طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں۔

گویا، وراثت کی تقسیم میں:

وصیت اور واجباتِ مالی کی ادائیگی کے بعد سب سے پہلے بیوی یا شوہر کا حصہ نکالا جائے گا، اس کے بعد نسبی ورثاء کے موجود طبقات کے مطابق ان کا حصہ تقسیم ہوگا۔

---

[1] صدوق کا صریح فتویٰ نیز علامہ کا اختیار یہی ہے۔ مختلف الشیعہ ج ۹ ص ۵۱ و ۷، مسئلہ: ۱۰ و ۱۱

[2] روایات میں جو اسباب ذکر کیے گئے ہیں ان سے یہی بات واضح ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو: وسائل الشیعہ ج ۲۶ ص ۲۰۱ - ۲۱۳

﴿۲﴾ نسبی وارث :

نسبی وارثوں کے تین طبقے ہیں ۔

﴿الف﴾ : پہلا طبقہ :

باپ ، ماں ، اولاد اور اولاد کی اولاد ۔

﴿ب﴾ : دوسرا طبقہ :

دادا ، دادی ، بھائی بہن ، بھائی بہن کی اولاد ۔

﴿ج﴾ : تیسرا طبقہ :

چچا ، پھوپھی ، ماموں ، خالہ اور ان کی اولاد ۔

نسبی ورثاء میں ہر طبقہ اپنے بعد والے طبقہ پر اولویت رکھتا ہے ۔ اس لیے پہلے طبقہ کی کسی ایک فرد کی موجودگی میں دوسرا ۔ دوسرے کی کسی ایک فرد کی موجودگی میں تیسرا ترکہ میں حصہ دار نہیں ہوگا ۔ نیز

تمام طبقات میں براہِ راست رشتہ دار مثلاً اولاد ، بھائی ، بہن ، خالہ ، ماموں وغیرہ اصل اور ان کی اولاد فرع شمار ہوتی ہے ۔

اصل کی موجودگی میں فرع کے افراد ترکہ میں حصہ دار نہیں ہوتے ۔ انہیں صرف اسی وقت حصہ ملتا ہے جب اصل کی کوئی فرد بھی موجود نہ ہو ۔

طبقۂ اول کا حصہ

﴿الف﴾ ماں باپ کا حصہ :

☆ اگر فقط ماں یا باپ وارث ہوں اور شوہر یا بیوی بھی نہ ہو تو تمام ترکہ اس کو

ملے گا۔

☆بیوی یا شوہر کی موجودگی میں پہلے کل ترکہ سے بیوی یا شوہر کا حصہ نکالا جائے گا پھر باقی حصہ پورے کا پورا ماں یا باپ کو ملے گا۔

☆اگر ماں اور باپ دونوں موجود ہوں تو بیوی اور اولاد نہ ہونے کی صورت میں کل ترکہ کے تین حصے ہوں گے جن میں سے ایک ماں اور دو باپ کو ملیں گے۔

☆ بیوی یا شوہر کی موجودگی میں بیوی یا شوہر کا حصہ نکال کر باقی ترکہ کے تین حصہ ہوں گے ایک ماں اور دو باپ کو ملیں گے۔

☆اولاد کی موجودگی میں اگر بیٹا یا ایک بیٹا اور ایک بیٹی یا کئی بیٹے بیٹیاں ہوں نیز بیوی یا شوہر بھی ہوں تو ان کا حصہ نکال کر ورنہ کل ترکہ میں سے چھٹا حصہ ماں باپ کو ملے گا۔ باقی اولاد کے درمیان تقسیم ہوگا۔

☆اگر مرنے والے کی فقط ایک بیٹی ہو تو ماں باپ (بیٹی کے دادا دادی) کی موجودگی میں ترکہ کے ۵ ر حصے ہوں گے ان میں سے تین بیٹی کو ملیں گے اور باقی دو میں سے ایک ماں اور ایک باپ کو ملے گا۔

☆اگر میت کی فقط ایک بیٹی نیز میت کا فقط باپ یا فقط ماں موجود ہو تو ترکہ کے تین حصہ ہوں گے، دو بیٹی کو اور ایک ماں یا باپ میں سے جو بھی موجود ہو اس کو ملے گا۔

☆اگر میت کے والدین کے ساتھ میت کی فقط دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں تو ترکہ کے چھ حصے ہوں گے جن میں سے ایک حصہ ماں اور ایک حصہ باپ کو ملنے کے بعد باقی ترکہ بیٹیوں میں برابر تقسیم ہوگا۔

☆اگر میت کا فقط باپ یا فقط ماں ہو نیز میت کی ایک سے زائد بیٹیاں بھی ہوں

تو ترکہ کے پانچ حصے ہوں گے جن میں سے ایک حصہ ماں یا باپ کو ملے گا اور باقی بیٹیوں کے درمیان تقسیم ہوگا۔

نوٹ :

☆ اگر میت کی اولاد نہ ہو یا فقط ایک بیٹی ہو تو اس صورت میں ماں کا جو پانچواں حصہ بیان کیا گیا ہے وہ اسے اس وقت ملے گا جب میت کے بھائی بہن موجود نہ ہوں۔

☆ اگر میت کی اولاد نہ ہو یا فقط ایک بیٹی ہو نیز میت کے بھائی بہن بھی موجود ہوں تو اگرچہ طبقۂ اول کے افراد کی موجودگی میں انہیں ترکہ میں سے حصہ نہیں ملے گا، لیکن یہ اس بات کا سبب بنیں گے کہ ماں کو فقط چھٹا حصہ، باقی باپ اور بیٹی کو ملے۔ [1]

﴿ب﴾ اولاد کا حصہ :

اگر میت کا باپ یا ماں یا دونوں ہوں، اس صورت میں اولاد کے حصوں کی صورتیں بیان کی جا چکی ہیں۔

یہاں ہم فقط ان صورتوں کو بیان کریں گے جن میں میت کے ماں یا باپ یا دونوں موجود نہ ہوں۔

ایسی صورت میں بیوی یا شوہر کی موجودگی میں کل ترکہ سے اس کا حصہ نکالنے کے بعد باقی :

☆ اگر فقط ایک بیٹا یا بیٹی ہو تو پورا ترکہ اسی کو ملے گا۔

☆ اگر اولاد کی تعداد ایک سے زیادہ ہو تو ہر بیٹے کو بیٹی کا دوگنا حصہ ملے گا۔

---

[1] ملاحظہ ہو سورۂ نساء: ۴، آیت: ۱۱

☆اولاد کی اولاد کو فقط اس صورت میں حصہ ملے گا جب میت کا کوئی بیٹا یا بیٹی زندہ نہ ہو۔

☆اولاد کی عدم موجودگی میں پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کا حصہ دراصل ان کے والدین یعنی میت کے بیٹوں بیٹیوں کے حساب سے تقسیم ہوگا۔ یعنی بیٹے کے دو حصے بیٹے کی اولاد یعنی پوتوں پوتیوں کو اور بیٹی کا ایک حصہ اس کی اولاد یعنی نواسے نواسیوں کو ملے گا۔

لیکن،

☆ نانا یا دادا کی طرف سے باپ یا ماں کے نہ ہونے کی صورت میں ان کے باپ یا ماں کا جو حصہ ان کو ملے گا وہ ان کے درمیان اسی بنیاد پر تقسیم ہوگا کہ بیٹے کو دو حصے اور بیٹی کو ایک حصہ۔

☆اولاد کی اولاد خواہ کتنی ہی نیچے کی کیوں نہ ہو وہ طبقۂ اول محسوب ہوں گے۔ ان میں سے کسی ایک فرد کی موجودگی میں طبقۂ دوم کے افراد ترکہ میں حصہ دار نہیں ہوں گے۔

طبقۂ دوم کے حصے

جو لوگ میت کی میراث میں حصہ دار ہونے کے لحاظ سے طبقۂ دوم میں شامل ہیں ان کی تفصیل یہ ہے:

﴿۱﴾ اجداد: دادا، دادی، نانا، نانی۔

﴿۲﴾ بھائی بہن سگے ہوں یا سوتیلے یعنی فقط ماں کی طرف سے ہوں یا فقط باپ کی طرف سے یا دونوں کی طرف سے۔

﴿۳﴾ بھائی بہن کے نہ ہونے کی صورت میں ان کی اولاد ان کی جگہ (یعنی اپنے والدین کی جگہ، دادی، دادی یا نانا نانی کی) وارث ہوگی۔

اس طبقہ کی کسی ایک فرد کی موجودگی میں تیسرے طبقہ کے افراد ترکہ میں حصہ دار نہیں ہوں گے۔

اس طبقہ میں بھی وراثت کی تقسیم میت کے شوہر یا بیوی کی موجودگی میں کل ترکہ سے اس کا حصہ نکالنے کے بعد ہوگی۔

☆اگر وارث فقط دادا اور دادی ہوں تو ترکہ میں سے تین حصے کرکے دو حصے دادا اور ایک حصہ دادی کو ملے گا۔

☆اگر دادا دادی اور نانا نانی دونوں موجود ہوں تو ترکہ کے تین حصے ہوں گے۔ ان میں سے دو حصے دادا دادی کو اور ایک حصہ نانا نانی کو ملے گا۔ پھر دادا دادی کے دو تہائی حصہ کے تین حصے کرکے ان کا ایک حصہ دادی اور دو حصے دادا کو ملیں گے جبکہ نانا نانی کا ایک تہائی حصہ دونوں کے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔

☆سگے بھائی بہنوں میں حصوں کی تقسیم، بہن کا ایک اور بھائی کے دو حصوں کے مطابق ہوگی۔

☆ماں کی طرف سے سوتیلے بھائی بہن جن کا باپ ایک ہو فقط اس صورت میں حصہ دار ہوں گے جب سگے بھائی بہن موجود نہ ہوں۔ ان لوگوں کے حصہ دار ہونے کی صورت میں بہن کا ایک اور بھائی کے دو حصوں کے اصول پر عمل ہوگا۔

☆باپ کی طرف سے سوتیلے بھائی بہن جن کی ماں ایک ہو، فقط اس صورت میں کل ترکہ کے ایک تہائی مال کے حصہ دار ہوں گے جب میت کی اولاد میں سگے بھائی بہن یا ماں کی طرف سے سوتیلے (یعنی جن کا باپ ایک ہو) بھائی بہن موجود ہوں۔

اس صورت میں کل ترکہ کا ایک تہائی باپ کی طرف سے سوتیلے بھائی بہنوں میں برابر تقسیم ہوگا۔ جبکہ باقی دو تہائی سگے بھائی بہنوں یا ماں کی طرف سے سوتیلے بھائی بہنوں کے درمیان بہن کے ایک اور بھائی کے دو حصوں کے اصول کے مطابق تقسیم ہوگا۔

بھائی بہنوں کی عدم موجودگی میں ان کی اولاد اپنے والدین (یعنی میت کے بھائی بہنوں) کے حصہ کے مطابق حصہ دار ہوگی۔

تیسرے طبقے کی میراث

جو لوگ تیسرے طبقہ میں شامل ہیں وہ یہ ہیں:

چچا، پھوپھی، خالہ، ماموں نیز ان کی عدم موجودگی میں ان کی اولاد۔

اس طبقہ میں بھی میراث کی تقسیم میت کے شوہر یا بیوی کی موجودگی میں کل ترکہ سے اس کا حصہ نکالنے کے بعد انجام پائے گی۔

چچا اور پھوپھی:

چچا اور پھوپھی:

☆ یا سگے ہوں گے

☆ یا ماں کی طرف سے سوتیلے

☆ یا باپ کی طرف سے سوتیلے

ماں کی طرف سے سوتیلے چچا اور پھوپھی فقط اس صورت میں ترکہ لے سکتے ہیں جب سگے چچا یا پھوپھی موجود نہ ہوں۔

چچا کا حصہ پھوپھی کے حصہ کے دوگنا ہوگا۔

ماموں اور خالہ بھی تین قسم کے ہوتے ہیں جس میں سے ماں کی طرف سے

سوتیلے ماموں اور خالہ فقط سگے ماموں اور خالہ کی عدم موجودگی میں حصہ دار ہو سکتے ہیں۔

ماموں اور خالہ کا حصہ برابر ہوگا۔

چچا، پھوپھی نیز ماموں اور خالہ کی اولاد بھی فقط اسی صورت میں اپنے والدین کے حصہ کی حق دار ہوگی جب ان میں کی کوئی فرد موجود نہ ہو۔ یعنی اگر ایک بھی چچا، پھوپھی، ماموں یا خالہ زندہ ہو تو دوسرے مرحوم چچا، پھوپھی ماموں خالہ کی اولاد حصہ دار نہیں ہوگی۔

موانع ارث

اولاد کے لیے ترکہ میں حصہ دار ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ شرعی فرزند ہو۔

غیر شرعی فرزند نہ والدین کے ترکہ میں حصہ دار ہوگا، نہ ہی اس کے والدین اس کے ترکہ میں حصہ دار ہوں گے۔

غیر شرعی فرزند کے ترکہ میں حصہ دار نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کی اولاد شمار نہیں ہوگا۔

☆غیر شرعی اولاد پر وراثت کے علاوہ شرعی اولاد کے تمام احکام مرتب ہوں گے۔ یعنی:

﴿الف﴾: اس کے ماں باپ ہی اس کے ماں باپ کہلائیں گے۔

﴿ب﴾: لڑکا ہونے کی صورت میں وہ اپنی ماں اور لڑکی ہونے کی صورت میں وہ اپنے باپ کے لیے محرم ہوگا اس طرح اس کی اولاد اس کے ماں باپ کے لیے محرم ہوگی۔

﴿ج﴾: اس کے والدین کے سگے یا سوتیلے بچے اس کے بھائی بہن اور محرم ہوں گے۔

☆ولد شبہ: یعنی جو اولاد شبہ کی صورت میں پیدا ہو شرعی اولاد کی طرح والدین کے ترکہ میں بھی حصہ دار ہوگی۔ والدین بھی شرعی اولاد کی مانند اس کے ترکہ میں حصہ دار ہوں گے۔

☆ناحق قاتل اگر ورثاء میں سے ہو تو ترکہ سے محروم ہوگا۔

☆اگر قتل عمدی نہ ہو بلکہ قتل خطا ہو یا قتل مشروع ہو جیسے قصاص وغیرہ تو وہ ترکہ میں حصہ سے محروم نہیں ہوگا۔

☆ کافر کو مسلمان کی میراث میں سے حصہ نہیں ملے گا۔ مسلمان کو کافر کی میراث سے حصہ ملے گا۔

☆میت کا کوئی شرعی وارث نہ ہو تو اس کا ترکہ بیت المال مسلمین کو دیا جائے گا۔

☆غیر مسلم، مسلمان شخص سے ارث کی تقسیم کا مطالبہ کرے تو مسلمان کو اسلام کے قانون کے مطابق ارث تقسیم کرنا ہوگی۔

عصرِ جدید کے مسائل

﴿۱﴾ پوسٹ مارٹم :

جب :

﴿۱﴾ کسی حق کے اثبات یا

﴿۲﴾ کسی جان کی حفاظت کی خاطر

☆پوسٹ مارٹم ضروری ہوجائے ،تو واجب ہے ۔

☆علمی اور فنی ضرورتوں کے لیے جائز ہے ۔

دونوں موقعوں پر یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ :

﴿الف﴾ ضرورت سے زیادہ نہ انجام دیا جائے۔

﴿ب﴾ مومن کی آبرو ریزی اور ہتکِ حرمت کا سبب نہ ہو ۔

﴿ج﴾ : تدفین میں تاخیر کا سبب نہ بنے ۔

﴿۲﴾ عضو کا پیوند :

☆ کسی عضو یا اعضاء کو مردہ سے لے کر زندہ کے جسم میں لگانا مکمل طور پر درست ہے ۔اس میں کسی قسم کا حرج یا شرعی ممانعت نہیں ہے ۔خواہ میت مسلمان کی ہو یا کافر کی۔

☆زندہ انسان کا کوئی عضو دوسرے زندہ انسان کے لگانا دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے :

﴿۱﴾ وہ عضو ایسا نہ ہو جو ہدیہ کرنے والے شخص کے اصل عضو میں نقص کا سبب بنے۔

اگر زندہ شخص اپنا ایک گردہ ہدیہ کرے تو وہ دوسرے شخص کو لگایا جاسکتا ہے بشرطیکہ ہدیہ کرنے والے کے لیے مکمل نقصان کا اندیشہ نہ ہو۔

ایک گردہ انسان کے دوسرے گردہ کی کمی کو برداشت کر لیتا ہے۔ اس لیے ایک گردہ ہدیہ کیا جاسکتا ہے۔

﴿۲﴾ یہ عضو جس شخص کو لگایا جائے اس کے لیے زندگی کی تجدید یا دوام کا سبب ہو۔

پیوند لگایا جانے والا عضو، پیوند کے بعد اس شخص کے جسم کا حصہ ہوجاتا ہے۔ اس پر اسی شخص کے جسم کے احکام مرتب ہوتے ہیں۔

چنانچہ نجس العین حیوان کا کوئی عضو انسان کے لگ کر جب اس کے جسم کا حصہ بن جائے، تو خود بخود پاک ہوجاتا ہے۔

﴿۳﴾ پوسٹ مارٹم یا پیوند کاری کی صورت میں دیت کا حکم:

بعض افراد نے پوسٹ مارٹم اور پیوند کاری کے سلسلہ میں دیت کا مسئلہ اٹھایا ہے۔ لیکن، جب یہ عمل شرعی جواز یا وجوب کی صورت میں انجام پائے تو دیت نہیں ہے۔

دیت، خسارت کے جبران یا دشمن کے جرمانہ کے طور پر واجب ہوتی ہے۔

ان صورتوں میں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی۔

﴿۴﴾ خون دینا:

کسی کو اپنا یا کسی کا خون دینا اگر دوسرے کی زندگی بچانے یا بڑھانے کے لیے

ہو تو جائز بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے۔ شرط یہ ہے کہ خون دینے والے کے لیے نقصان دہ نہ ہو۔

﴿۵﴾ اعضاء کا ھدیہ کرنا :

کسی بھی شخص کے لیے ضرورتمندوں کے علاج کی خاطر اپنے اعضاء کو ہدیہ کے طور پر یا قیمتاً دینا جائز ہے۔

اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ اس کے وہ اعضاء ضرورت مند لوگوں کے علاج کے لیے دے دیئے جائیں جو قابل پیوند ہیں۔ تو اس پر عمل ضروری ہے۔

اگر وصیت میں قید ہو کہ اعضاء ضرورت مندوں کو قیمتاً دیئے جائیں۔ لیکن اس حاصل شدہ قیمت کے لیے کچھ نہ کہا ہو تو ان کی قیمت ترکہ میں شمار ہوگی۔

اگر میت کے وارث میت کے اعضاء سے استفادہ کی اجازت دیں، اس کے بدلہ ان کو کوئی رقم ملے یا وہ رقم کا مطالبہ کریں تو اس سے حاصل ہونے والی رقم بھی ترکہ میں شمار ہوگی۔

﴿۶﴾ مصنوعی حمل :

عورت کو اس کے شوہر کے نطفہ کے علاوہ کسی غیر مرد کے نطفہ سے حاملہ نہیں کیا جاسکتا۔

اگر غلطی سے یا عدم علم کے سبب ارادہ سے، یا حرمت کا علم ہونے کے باوجود ارادہ سے شوہر کے علاوہ کسی اور کے نطفہ سے تلقیح انجام پا جائے،

تو،

☆ بچہ کا باپ وہی شخص ہوگا جس کا نطفہ ہو۔

☆ بہر صورت عورت بچہ کی ماں شمار ہوگی۔

اگر شوہر کا اسپرم اور بیوی کے تخمک کو مصنوعی رحم میں پرورش دی جائے تو پیدا ہونے والا بچہ ان دونوں کی حقیقی اولاد شمار ہوگا۔

اگر کسی عورت کے تخمک کو رحم سے باہر پرورش کر کے کسی دوسری عورت کے رحم میں ڈالا جائے تو پیدا ہونے والا بچہ اسی ماں کا ہوگا جس کے شکم سے پیدا ہو۔

البتہ،

وہ عورت بھی بچے کی ماں شمار ہوگی جس کا تخمک اس عورت کے رحم میں ڈالا گیا ہو۔

اس صورت میں دو ماؤں کے ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

﴿۷﴾ رحم کا کرایہ پر دینا یا لینا :

اجنبی عورت کے رحم کا اجارہ کرنا جائز نہیں۔ یعنی مرد اپنا نطفہ پرورش کرنے کیلئے کسی ایسی عورت کا رحم اجارہ نہیں کرسکتا جو اس کے نکاح یا عقدِ موقت میں نہ ہو۔

﴿۸﴾ کلوننگ :

آج کل کے علمی حلقوں میں مشہور ہے کہ انسان کے جسم سے کوئی خلیہ لے کر اس جیسا یا اس انسان کا کوئی مطلوبہ عضو بنایا جا سکتا ہے۔

جہاں تک علاج معالجہ کے لیے کسی انسانی خلیہ سے عضو بنانے کی بات ہے اس میں عقلی اور شرعی طور پر کوئی حرج نہیں۔

لیکن،

جہاں تک مکمل انسان کے بنانے کی بات ہے، یہ جزئی طور پر یعنی اکا دکا

انتہائی اہم موارد میں تو کوئی حرج نہیں رکھتا۔

البتہ،

اگر یہ عام ہو جائے تو بظاہر اس سے انسانی توالد و تناسل نیز انسانی نفسیات میں بہت سے مشکلات پیدا ہونے کا امکان ہے۔

اس لیے،

عمومی طور پر اس کا انجام دینا درست نہیں ہے۔

﴿۹﴾ خاندانی منصوبہ بندی :

آبادی میں بے حساب اضافہ کبھی کبھی معاشرتی مشکلات کا سبب ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت میں حکومتی ادارے، محققین اور ماہرین فن کی رائے کے مطابق لوگوں کو خاندانی منصوبہ بندی کا حکم دے سکتے ہیں۔

ایسی صورت حال میں کوئی حکومت یا حکومتی ادارہ اس قسم کا حکم دے تو ملک کے باشندوں کو اس کی فرمانبرداری کرنا چاہیے۔

اگر خاص حالات میں کسی خاتون کے لیے حاملہ ہونا نقصان دہ ہو، تو حمل روکنے کی تدابیر کی جاسکتی ہیں۔

البتہ،

تدابیر ایسی ہوں جو خاتون کے لیے مزید نقصان کا باعث نہ بنیں۔

نطفہ کے انعقاد کے بعد اسقاطِ جنین کسی بھی صورت میں جائز نہیں۔

﴿۱۰﴾ بہ مرگی :

آج کل کا ایک اہم سوال یہ ہے کہ: جو لوگ کُمی (Coma) کی حالت میں

ہیں، ان کا کیا کیا جائے؟

انسان موت و حیات کی کشمکش میں ہو، سخت مشکل اور تکلیف میں ہو، ڈاکٹروں کو اس کی صحت یابی کی کوئی امید نہ ہو۔

وہ افراد جو فالج یا کسی اہم عضو میں شدید نقص کے سبب سخت تکلیف میں ہیں۔ اگر وہ، خود اس تکلیف سے نجات کی خاطر چاہیں۔

اس قسم کے دوسرے مفروضہ حالات میں، جن میں انسان کی زندگی نہ اس کیلئے نہ ہی اس کے عزیزوں کے لیے کوئی افادیت اور معانی رکھتی ہو۔

ان تمام صورتوں میں کیا ان لوگوں کو زندگی کی سختیوں سے نجات دینے کی خاطر محترمانہ طور پر طبی ذرائع سے ملک الموت کے حوالے کیا جاسکتا ہے؟

اس قسم کے تمام سوالوں کا جواب یہ ہے کہ:

انسان اپنی زندگی کے ہر مرحلہ میں کرامت انسانی کا حامل ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی زندگی کو ختم کرنا کسی بھی طرح عقل و شرع کی نظر میں اس کی حرمت کو پائمال کرنے کے برابر ہے۔

اس لیے، اس طرح کے حالات میں بھی کسی کی موت کے حالات یا وسائل فراہم کرنا جائز نہیں ہے۔

البتہ، جب اس کی اس سخت تکلیف دہ نیز غیر مفید یا بظاہر نقصان دہ زندگی کسی آلہ یا مشین کے لگانے کے بغیر ممکن نہ رہے، اس وقت اس آلہ یا مشین لگانے سے پرہیز کیا جاسکتا ہے۔

اب اگر وہ طبیعی موت مر جائے تو کوئی اس کی موت کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔

لیکن،

کسی کی زندگی کو ختم کرنے کے سلسلہ میں کسی طرح کا اقدام کسی بھی صورت میں جائز نہیں ہے۔

﴿۱۱﴾ تصویر اور مجسمہ سازی :

ہر طرح کی تصویر اور مجسمہ بنانا جائز ہے۔

خواہ یہ تصویر اور مجسمہ حیوانات کا ہو یا انسان کا۔ یادگار کے طور پر ہو یا سجاوٹ کے لیے، کھلونے کے طور پر ہو یا کسی اور جائز مقصد کے لیے۔

فقط،

پوجا پاٹ یا بت پرستی کے لیے بت کے طور پر کسی بھی طرح کا مجسمہ بنانا حرام ہے۔ یہ مجسمہ خواہ واقعی حیوان یا انسان کا ہو یا کسی خیالی ہیولے کا ہو۔

﴿۱۲﴾ حق تصنیف و تالیف و نشر :

مصنف، محقق، موجد یا خصوصی مجلّہ یا کتاب کا ناشر اپنے فنی شہ پاروں یعنی تصنیف، تالیف، ایجاد، مجلّہ یا کتاب کا قانونی اور شرعی مالک ہوتا ہے۔

اس لیے،

یہ شہ پارہ کی حرمت و حفاظت کی خاطر اس کی طباعت، نشر و اشاعت اور بنانے یا بیچنے کا حق اپنے لیے محفوظ کر سکتا ہے۔

دوسروں پر اس حق کا احترام واجب ہے۔ اس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ جو بھی اس حق کے خلاف کرے وہ دوسروں کے حق کا غاصب شمار ہوگا۔

کیونکہ،

دوسروں کے حقوق پر ڈاکہ ڈالنا یا ان کو غصب کرنا شرعاً اور عقلاً جرم ہے۔

﴿۱۳﴾ شعائر دینی کا قیام :

شعائر دینی یعنی عید فطر، بقر عید نیز رسول ﷺ و اہلبیت رسول علیہم السلام کی خوشیوں اور ولادتوں کے موقعوں پر جشن و محافل نیز ان حضرات کی شہادتوں اور غموں کے موقعوں پر مجالس عزاداری و ماتم داری کا برپا کرنا نیز ان کو رواج دینا اور نشر کرنا، نہ صرف جائز بلکہ

شریعت کی نظر میں بہت پسندیدہ اور مستحب ہے۔

لیکن اس سلسلہ میں ضروری ہے کہ:

﴿۱﴾ یہ رسومات محترمانہ اور معقول طریقہ سے برپا کی جائیں۔

﴿۲﴾ ان میں حرام افعال سے پرہیز کیا جائے۔

﴿۳﴾ دوسروں یعنی اہل محلہ، پڑوسیوں، راستہ چلنے والوں وغیرہ کیلئے اذیت اور تکلیف کا سبب نہ ہو۔

نیز،

﴿۴﴾ اس طرز پر نہ ہوں کہ نعوذ باللہ رسول ﷺ و اہلبیت رسول علیہم السلام، اسلام اور مکتب اہلبیت علیہم السلام کی رسوائی کا سبب بنیں۔

﴿۱۴﴾ حکومت کی مالکیت :

حکومت ہر صورت میں مالک ہوتی ہے۔ وہ اپنے قانون کے مطابق ملکی معاملات، زمینوں اور اموال وغیرہ میں جو تصرفات کرتی ہے وہ سب شرعی طور پر اس کا حق ہیں۔

اس لیے ان معاملات میں حکومت کے قوانین و احکام کی خلاف ورزی جائز

نہیں ۔ کبھی کبھی اس قسم کی خلاف ورزی گناہ ، تمرد اور بغاوت کی حد تک پہنچ جاتی ہے ۔

☆شریعت کی نظر میں حکمران ادارے اپنے ملک میں قانونی تصرفات کا حق رکھتے ہیں ۔

اس لیے ان سے ہر قسم کا معاملہ ، خرید وفروخت ، ملازمت یا تجارتی ، ثقافتی ، سیاسی معاہدے جائز اور مشروع ہیں ۔ ان معاہدوں یا معاملات کی خلاف ورزی جائز نہیں ہے ۔

☆ہر وہ شخص جو کسی حکومت کے سایہ میں مستقل یا عارضی طور پر (سیاح ، زائر یا کسی اور عنوان سے) رہ رہا ہو ، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس حکومت کے نظام اور قانون کی اطاعت و احترام کرے ۔

البتہ ،

اگر کسی حکومت کا کوئی یا کئی قانون ایسے ہوں جن کی اطاعت یا احترام واضح طور پر احکام شرعی کی مخالفت ہو تو ؛

ایسی صورت میں ،

انتہائی مجبوری یا ضرورت کے بغیر اس حکومت کے زیر سایہ رہنا درست نہیں ہے ۔

☆ کسی بھی حکومت کے اموال کی چوری یا ان کا غیر قانونی استعمال شرعاً حرام ہے ۔

اگر ایسا کیا جائے تو چور یا غیر قانونی استعمال کرنے والا ضامن بھی ہوگا ۔

مختصر یہ کہ :

مسلمانوں اور مومنوں کے لیے ہر اس ملک کے قانون کا احترام اور پیروی شرعی فریضہ ہے جس میں وہ رہ رہے ہوں ۔ خواہ ان کا یہ رہنا مسافر ہی کی حیثیت سے کیوں

نہ ہو۔

☆یہ حکم تمام حکومتوں کے لیے ہے۔

البتہ،

اگر کوئی حکومت اسلامی قانون کے مطابق اور شرعی اصول وضوابط پر قائم ہو، تو اس کے احکام وقوانین کی پیروی زیادہ اہمیت اور ثواب

نیز

اس کی مخالفت زیادہ گناہ اور عذاب کا باعث ہوگی۔

﴿۱۵﴾ نئی سڑکوں کا حکم:

نئی سڑکیں اور آبادیاں عام لوگوں کی فلاح و بہبود نیز سہولتوں کے لیے بنائی جاتی ہیں۔ ان سے استفادہ، رفت و آمد نیز رہن سہن جائز ہے۔

عمومی فلاح و بہبود اور ترقی کے راستہ میں بہت سی زمینیں اور گھر وغیرہ آجاتے ہیں۔ حکومتی ادارے انہیں ملکی قوانین کے مطابق لوگوں سے لے کر مسمار کر دیتے ہیں۔ ان زمینوں اور گھروں کا شہروں کی توسیع اور راستوں کی کشادگی وغیرہ جیسے کاموں میں استعمال مباح ہے۔ حکومت کے لیے ان زمینوں پر متعارف تصرف مباح ہے۔ لوگوں کے لیے ان نئے وسائل اور راستوں سے استفادہ جائز ہے۔

ان راستوں اور ترقیوں میں کبھی کبھی مسجدیں، عبادت گاہیں، مدرسے، امام بارگاہیں اور اوقاف بھی آجاتے ہیں۔ یہ بھی عمومی فلاح و بہبود اور ترقی کے راستہ میں آتے ہیں۔ حکومتیں ان کو قانون کے مطابق استعمال کرتی ہیں۔ یہ سب تصرفات مباح ہیں۔ ان پر اس قسم کا تصرف جائز ہے۔

کیونکہ،

زمین، عمارت، آبادی یا زراعت یعنی اپنے استفادہ کے باعث وقف کے قابل ہوتی ہے۔ مسجد و مدرسہ کے لیے ہو یا کسی اور کام کے لیے۔ ملکیتِ خاص بھی زمین کے قابلِ استفادہ ہونے تک ہی مشروعیت رکھتی ہے۔

عدم توجہ، طولانی مدت گذر جانے، سیلاب، زلزلہ یا قانونی طور پر مسمار یا استعمال ہونے کے سبب اگر قابلِ استفادہ نہ رہے، تو زمین خود بخود وقفیت یا ملکیتِ خاص سے خارج ہو کر اپنی بنیادی اباحت پر پلٹ آتی ہے۔ اب اس کا کسی بھی رفاہی کام کے لیے استعمال مباح ہو جاتا ہے۔

﴿۱۶﴾ ہوائی جہاز میں نماز کا حکم:

ہوائی جہاز میں بیٹھے بیٹھے اس رخ پر نماز پڑھی جاسکتی ہے، جس رخ پر جہاز پرواز کر رہا ہو۔ یہ نماز کافی ہے۔ [1]

﴿۱۷﴾ غیر مسلمان ملکوں کی غذائیں:

غیر مسلمان ملکوں یا علاقوں میں موجود یا وہاں بننے والی کھانے پینے کی ان تمام چیزوں کا استعمال شرعاً جائز ہے جو [1] گوشت سے نہ بنی ہوں۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔

ان میں روٹی، ڈبل روٹی وغیرہ، مشروبات، دودھ سے بنی ہوئی چیزیں شامل ہیں۔

ان کو بازار سے خرید کر یا وہاں کے ہوٹل یا ریسٹورنٹ وغیرہ میں بیٹھ کر کھایا جا سکتا ہے۔

---

[1] ان روایتوں کے مطابق جو بحری جہاز یا سواری پر سفر کرنے والوں کے لیے وارد ہوئی ہیں۔
دیکھئے: رسائل: ج ۴ ص ۳۲۰، ۳۲۶

خواہ ، یہ معلوم ہی کیوں نہ ہو کہ ان میں سے بعض میں کچھ حرام چیزیں بھی شامل ہیں ۔

البتہ ، اگر یہ یقین ہو کہ خاص طور پر کسی خاص کھانے یا پینے کی چیز میں معین حرام چیز ملی ہوئی ہے ۔

ایسی صورت میں فقط اس میں کھانے یا پینے کی چیز سے پرہیز ضروری ہے ۔ [1]

---

[1] اس حکم کی بنیاد اس حدیث شریف پر ہے :

کل شیٔ فیه حلال و حرام ، فهو لک حلال ، حتی تعرف انه حرام بعینه فتدعه .

ہر وہ چیز جس میں حلال و حرام ملا ہوا ہے ، تمہارے لیے حلال ہے ۔ یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ کوئی چیز بعینہ حرام ہے ۔ بحار ج ۲ ص ۲۷۳ و ۲۸۲

لُغَتْ

شرعی اصطلاحات کے معانی

لُغَتْ

شرعی اصطلاحات کے معانی

اجارہ : کرایہ

اجرت : معاوضہ، تنخواہ، مزدوری

اجیر : وہ شخص جو اجرت، مزدوری یا معاوضہ پر کسی کا کام کرے۔

استحالہ : کسی چیز کی ماہیت کا بدل جانا۔ کبھی یہ ماہیت قدرتی طور پر بدل جاتی ہے جیسے بیج کا پودا بن جانا یا کھاد کا درختوں کا حصہ بن جانا۔
کبھی یہ ماہیت مصنوعی اور کیمیکل تبدیلی کے سبب آتی ہے جیسے شراب سے سرکہ بنا لینا وغیرہ۔

اوزان اور پیمانے :

عام طور سے فقہاء شرعی احکام کے بیان میں ناپ، تول اور پیائش کیلئے قدیم اوزان اور پیمانے بیان کرتے ہیں۔ ہمارے دور میں ان اوزان یا پیمانوں کے بجائے نئے اوزان اور پیمانے استعمال ہوتے ہیں۔ ہم یہاں قدیم اوزان اور پیمانوں کے جدید نام نیز متبادل اوزان و پیمانے تحریر کر رہے ہیں۔ اس سے عام مسلمانوں کو عمل میں آسانی ہوگی :

درھم : صدر اسلام میں درہم کا وزن ۳٫۱۸ گرام تھا۔ ۹۷ ھجری کے بعد درھم کا وزن ۲٫۹۱ سے ۲٫۹۷ تک ہوگیا۔

دینار : پرانے زمانہ میں رائج اشرفی یعنی خالص سونے کا ڈھلا ہوا سکہ۔ اس کا وزن ایک مثقال یعنی ۴٫۲۵ گرام کے برابر تھا۔

صاع : پرانے زمانہ میں ناپ کر دی جانے والی چیزوں کا پیمانہ مثلاً گندم وغیرہ کا پیمانہ۔

ہمارے زمانہ میں یہ چیزیں عام طور سے تول کر بکتی ہیں۔ آج کل کے اوزان کے مطابق ''صاع'' ۲۳۴ تولہ یعنی ۲٫۷۲۲ کیلوگرام کے برابر ہے۔

کُر : پرانے زمانہ کا ایک پیمانہ:

جو گندم، جَو وغیرہ جیسی چیزوں کے ناپنے کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ وہ بھی کر کہلاتا تھا۔

جو پیمانہ مائعات ناپنے کیلئے استعمال ہوتا تھا۔ وہ بھی کر کہلاتا تھا۔

خشک چیزوں کے ناپنے کے ''کُر'' نامی پیمانے کا وزن ہماری تحقیق کے مطابق ۳۹۳٫۱۲۰ کیلوگرام نیز

مائعات یعنی پانی وغیرہ ناپنے کے ''کُر'' نامی پیمانے کا وزن ہماری تحقیق کے مطابق ۱۹۶٫۵۶۰ لیٹر یا ۴۳٫۳۳۷ گیلن یا ۳۴۵٫۸۹۶ پنٹ ہے۔

مائعات ناپنے کا پیمانہ سلنڈر کی شکل کا ہوتا تھا۔ اسی لیے روایات میں اس کے فقط دو ابعاد یعنی گہرائی اور قطر کا ذکر ہے۔

فرسخ : پرانے زمانہ میں فاصلے، راستے، سڑکیں اور زمین ناپنے کا پیمانہ۔

ایک ''فرسخ'' وہ فاصلہ کہلاتا ہے جو گھوڑے کو قدم قدم چلا کر ایک

گھنٹہ میں طے کیا جائے۔ یہ چھ ہزار ذراع یعنی گھوڑے کے معمولی قدم کے برابر ہے۔

ہر ذراع ایک ہاتھ یعنی ایک گز یا ۱٫۳۸۶ میٹر کے برابر ہے۔

یوں ایک فرسخ ۶٫۲۳۲۲ کیلومیٹر کے برابر ہے۔

اس لیے مسافت شرعی یعنی ۸ر فرسخ ۴۹٫۸۵ کیلومیٹر کے برابر ہے۔

مثقال : پرانے زمانے میں تول کا باٹ یا پیمانہ اس زمانہ کے معیار کے مطابق ۱۴ رنخود یعنی ۱۴ عدد چنے کے دانوں کے وزن کے برابر ہوتا تھا۔ بعض علاقوں میں آج کل بھی رائج ہے۔

مثقال کے جس پیمانہ کا ذکر عام طور سے فقہی کتابوں میں بھی ہوتا ہے اسے مثقال شرعی بھی کہا جاتا ہے۔ اس لیے جہاں فقط ''مثقال'' یا ''مثقال شرعی'' کی اصطلاح استعمال ہو تو اس کا وزن آج کل کے اوزان کے مطابق ۱۴x۰٫۲۳۶ یعنی ۴٫۲۵ گرام ہے۔

مثقال صیرفی: پرانے زمانہ کا تولنے کا پیمانہ یا باٹ۔ جو ۲۴ رنخود یعنی چنے کے ۲۴ر دانوں کے وزن کے برابر ہوتا تھا۔

آج کے رائج اوزان کے مطابق '' مثقال صیرفی'' ۲۴x۰٫۲۳۶ یعنی ۵٫۶۶۴ گرام کے برابر ہے۔

نخود : چنے کا دانہ۔ پرانے زمانہ میں چنے کا دانہ تولنے کے لیے باٹ کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔

آج کل کے رائج اوزان کے مطابق اس کا متوسط وزن ۰٫۲۳۶ گرام کے برابر ہے۔

مَد: پرانے زمانہ میں ناپ کر دی جانے والی چیزوں مثلاً گندم وغیرہ کا پیمانہ۔
ہمارے زمانہ میں یہ چیزیں عام طور سے تول کر بکتی ہیں۔
آج کل کے اوزان کے مطابق مُد ساڑھے ۵۸ تولہ یعنی ۶۸۰ گرام کے برابر ہے۔

باطل: وہ شرعی عمل جو احکام شرعی کے خلاف انجام پائے یا احکام شرعی کے مطابق انجام نہ پائے۔

پیمانے: دیکھئے: ''اوزان اور پیمانے''۔

تدلیس: کسی چیز کا عیب چھپانے کی ترکیب تاکہ خریدار یا خواستگار کو دھوکا دیا جاسکے۔
خواستگاری کے موقعہ پر لڑکے یا لڑکی کی عمر کم ظاہر کرنے یا عیب چھپانے کیلئے حد سے زیادہ بناؤ سنگھار۔
بیچتے وقت کسی چیز کے عیب کو چھپانا یا اوپر اچھا اور اندر خراب مال رکھ کر بیچنا وغیرہ۔

حدث: وہ طبعی غیر اختیاری یا اختیاری افعال و اعمال جن کے انجام پانے کے بعد نماز وغیرہ کی ادائیگی کیلئے وضو یا غسل ضروری ہو۔
جیسے پیشاب، نیند، جنابت، حیض وغیرہ۔

حدثِ اصغر: وہ طبعی، غیر اختیاری یا اختیاری افعال و اعمال جن کے انجام پانے کے بعد نماز وغیرہ کے لیے وضو کی ضرورت ہو۔ جیسے سونا، پیشاب وغیرہ

حدثِ اکبر : وہ طبیعی ، غیر اختیاری یا اختیاری اعمال و افعال جن کے انجام پانے کے بعد نماز وغیرہ کیلئے غسل کی ضرورت ہو۔ جیسے جنابت ، حیض وغیرہ۔

حنوط : غسل کے بعد مردہ کے کافور لگانا۔

اردو میں خُمار کی اصطلاح مستی کے معنوں میں استعمال نہیں ہوتی۔

خُمار : خمار اردو زبان میں اعصاب کی سستی یا اعصاب کے پرسکون ہوجانے اور نیند جیسی کیفیت پیدا ہوجانے کو کہا جاتا ہے۔

جبکہ مستی ، دماغی فتور کو کہا جاتا ہے۔

خَمر : شراب۔ ایسا مشروب جو انسان کو مست کردے۔

خِیار : فقہی اصطلاح میں تجارتی لین دین کے موقعہ پر بیچنے والے اور خریدنے والے کو بعض اسباب کی بنا پر معاملہ کو ختم کرنے ، بیچی ہوئی چیز واپس لینے اور قیمت واپس دینے یا خریدی ہوئی چیز واپس کرکے قیمت واپس لے لینے کا حق حاصل ہوتا ہے۔ اس حق کو خیار (اختیار) کہا جاتا ہے۔

خیارِ تخلف : اگر خرید و فروخت کے وقت کوئی شرط کی گئی ہو اور خریدار یا بیچنے والا اس شرط پر عمل نہ کرے یا اس شرط کے خلاف عمل کرے تو معاملہ کو انجام پائے خواہ کتنی ہی مدت کیوں نہ گذر چکی ہو ، دوسرے فریق کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ پہلے فریق کی طرف سے شرط کی مخالفت کے سبب معاملہ کو توڑ دے۔ اپنی چیز واپس لے لے۔ یا قیمت واپس لے اور قیمت یا چیز واپس کردے۔

خیارِ عیب : اگر خریدی ہوئی چیز میں کوئی ایسا عیب ہو جو عرف اور معمول کے

مطابق اس چیز کی قیمت میں کمی یا جس کام کے لیے لی گئی ہو اس کام میں استعمال کے قابل نہ ہونے کا سبب ہو تو اس بنا پر خریدار کو چیز واپس کر کے قیمت واپس لینے کا حق ہوتا ہے۔

اس حق کو ''خیارِ عیب'' یعنی چیز کے ناقص یا معیوب ہونے کے سبب واپسی کا اختیار کہتے ہیں۔

خیارِ مجلس : کسی بھی خرید و فروخت کے معاملہ کے انجام پانے کے بعد شریعت نے خریدنے اور بیچنے والے کو یہ حق دیا ہے کہ اگر وہ خرید و فروخت انجام پانے کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہونے سے پہلے کسی بھی سبب پشیمان ہو جائیں تو دونوں یا کوئی ایک معاملہ کو ختم کر کے چیز اور قیمت کو واپس لے سکتا ہے۔

خیارِ حیوان : جانوروں کی خرید و فروخت کے سلسلہ میں شریعت نے خریدنے والے کو حق دیا ہے کہ تین دن تک جانور کو اپنے پاس رکھنے کے بعد اگر وہ کسی سبب سے خریداری پر پشیمان ہو جائے تو وہ جانور واپس کر کے قیمت واپس لے سکتا ہے۔ یہ اختیار ''خیارِ حیوان'' کہلاتا ہے۔

رائج الوقت : دیکھئے: متداول۔

رِبا : شرعی اصطلاح میں جو ربا حرام ہے وہ:

قرض دیتے وقت واپسی کے موقعہ پر ایسی زیادتی کی شرط جو کسی عمل کے مقابلہ میں نہ ہو۔

ساقط : فقہی اصطلاح میں کسی عذر یا مجبوری کے سبب کسی شخص سے اس کی ذمہ داری یا اس پر کسی واجب عمل جیسے روزہ کی ادائیگی کی ذمہ داری

کاہٹ جانا۔ جیسے حائض کے لیے نماز یا مسافر کے لیے سفر کے دوران روزہ۔

سعی : فقہی اصطلاح میں ، حج کے دوران صفا اور مروہ کے درمیان سات مرتبہ چلنا۔

شوط : خانہ کعبہ کے گرد چکر لگانا۔ یہ چکر حجر اسود کے مقابل سے شروع ہو کر اسی جگہ پر ختم ہوتا ہے۔

صاع : دیکھئے : ''اوزان'' : صاع۔

ضروری : دیکھئے : واجب

فرسخ : دیکھئے : '' اوزان'' : فرسخ

فِلس : ☆ پرانے زمانہ کا ایک سکہ
☆ مچھلی کی کھال پر موجود چھوٹے چھوٹے چھلکے۔

قُرّاء : وہ افراد جو عہد نبوی اور عہد صحابہ میں قرآن مجید کی تلاوت ، کتابت اور املاء میں سند مانے جاتے تھے۔

قرات : قرآن مجید کو معین املاء ، اعراب اور مخارج کے ساتھ ادا کرنا۔

صرف اور صرف اللہ جل جلالہ کی خوشنودی اور رضا کی خاطر کسی عمل کا انجام دینا۔

قصدِ قربت : کسی عمل کا خالص ہونا یعنی صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر انجام دینا۔

کُر : دیکھئے '' اوزان'' : کُر

مباح : دیکھئے : جائز

متداول : مروجہ ۔ رائج الوقت۔ رواج یافتہ۔ روزمرہ۔ روز مرہ استعمال کی جانے والی چیز۔ جو چیز، بات، سکہ، کتاب، قرأت وغیرہ کسی زمانہ میں عام ہو۔ عام طور سے استعمال ہوتی ہو۔

مثقال : دیکھئے: ''اوزان'': مثقال

مثقال شرعی : دیکھئے: ''اوزان'': مثقال

مثقال صیرفی : دیکھئے: ''اوزان'': مثقال صیرفی

مُد : دیکھئے: ''اوزان'': مُد

مروجہ : دیکھئے: متداول

مستاجر : ☆ وہ شخص جو کسی شخص سے کوئی کام اجرت، مزدوری، معاوضہ یا تنخواہ پر لے۔

☆ وہ شخص جو کسی شخص سے کوئی چیز کرایہ پر لے۔ کرایہ دار۔

مستحب : وہ عمل جسے کرنے کا ثواب ملے۔ لیکن نہ کرنے پر قضاء، کفارہ، گناہ یا عذاب نہ ہو۔

مستحب مؤکد: ایسا کام جس کیلئے قرآن حکیم یا حدیث سے معلوم ہو کہ وہ اچھا ہے۔ نیز اس کے انجام دینے یعنی اس کام کو کرنے پر حدیث و قرآن میں تاکید بھی کی گئی ہو۔ لیکن واجب قرار نہ دیا گیا ہو۔
اس کام کے نہ کرنے میں حرج یا گناہ نہیں ہے۔
لیکن کرنے کا ثواب بہت زیادہ ہے۔

مستی : دماغی فتور۔ انسانی دماغ اور فکر کا ناکارہ ہو جانا۔ ایسی کیفیت یا اثر جس میں انسان کی دماغی سرگرمیوں پر منفی اثر پڑے۔ انسان اچھے اور

معقول کاموں کے بجائے برے اور نامعقول کاموں کو انجام دے۔ اس دوران انسان کارآمد اور کام کی باتیں نہ کرسکے۔ دماغ کا مفلوج یا مضطرب و پریشان ہوجانا۔

مشروع : وہ عمل یا کام جو شرعی طور پر قرآن حکیم یا حدیث سے ثابت ہو۔ شرعی قانون کے مطابق انجام پانے والا عمل یا کام۔

مشروعیت : کسی حکم کا شرعاً یعنی کسی حکم کا قرآن مجید کی کسی آیت یا حدیث کے ذریعہ ثابت ہونا۔

مطہر : وہ چیز جو کسی نجس چیز کو پاک کرسکتی ہے۔

مطہرات : وہ چیزیں جو نجس چیزوں کو پاک کرسکتی ہیں۔

معاملات ربوی: قرض کا ایسا لین دین جس میں حرام سود ''ربا'' بلا معاوضہ زیادتی طلب کی جائے۔

موجر : ☆وہ شخص جو کسی شخص کا کوئی کام اجرت، تنخواہ مزدوری یا معاوضہ پر کرے۔

☆وہ شخص جو اپنی کوئی چیز کسی کو کرایہ پر دے۔

مناسک : اعمال فقہ میں ''مناسک'' کی اصطلاح حج کے معین اعمال کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

مندوب : دیکھئے: مستحب۔

منفور : وہ چیز، شخص یا بات جس سے نفرت کی جائے۔ بہت زیادہ ناپسندیدہ چیز، شخص یا کام یا بات۔

نجاست : نجس العین ۔عین نجس ۔ وہ چیز جس کے لگ جانے سے کوئی دوسری چیز نجس ہوجائے۔ اس کا دھونا ضروری ہو۔

نجس : وہ چیز جو کسی نجاست یا عین نجاست کے لگنے کے سبب نجس ہوگئی ہو۔

نجس العین : دیکھئے :نجاست ۔

نخود : دیکھئے :"اوزان" :نخود

نصاب : نومعین چیزوں کی وہ معین مقدار جس مقدار پر شریعتِ اسلامیہ نے مشروط طور پر زکوٰۃ واجب قرار دی ہے۔

واجب : ضروری ، ایسا حکم جس پر عمل ضروری ہو۔ اس پر عمل نہ کرنے کی صورت میں یا اس کی قضا ضروری ہو یا کفارہ ، گناہ یا سزا یا عذاب ہو۔

ایسا عمل جس کا انجام دینا شرعاً ضروری ہو۔ انجام نہ دینے کی صورت میں قضا ، کفارہ ، گناہ یا سزا ہو۔

واجب رکنی : نماز کے ایسے واجبات جو اگر بھولے سے بھی ادا نہ کیے جائیں تو نماز باطل ہوجاتی ہے۔

وجوب : کسی حکم پر عمل یا کسی عمل کی انجام دہی کا ضروری ہونا۔

فهرست مطالب

فہرست مطالب

- جواز عمل ۵
- پیش لفظ ۹
- آیۃ اللہ العظمیٰ ہادی معرفت کا تعارف ۱۳
- مقدمہ ۲۳
- بلوغ، اجتہاد، احتیاط، تقلید ۲۷
- بالغ مسلمان سے مراد ۲۹
- اجتہاد ۲۹
- احتیاط ۲۹
- تقلید ۳۰
- طہارت ۳۳
- پانی اور دوسرے مائعات ۳۶
- پانی ۳۶
- دوسرے مائعات ۳۷
- پانی کا حکم ۳۷
- دوسرے مائعات کا حکم ۳۸
- پانی کی قسمیں ۳۸

☆(۱) کُر ۳۸
تعریف ۳۸
احکام ۳۹
☆(۲) جاری پانی ۴۰
تعریف ۴۰
احکام ۴۰
☆(۳) بارش کا پانی ۴۱
تعریف ۴۱
احکام ۴۱
☆(۴) کنویں کا پانی ۴۲
تعریف ۴۲
احکام ۴۲
☆(۵) تھوڑا پانی ۴۳
تعریف ۴۳
احکام ۴۳
- پیشاب اور پاخانہ کی طہارت ۴۴

*پیشاب ۴۴
*پاخانہ ۴۴
•دھوون یا غسالہ ۴۴
☆تعریف ۴۴
☆احکام ۴۵
•نجاسات ۴۵
☆(الف) تعریف ۴۵
(۱) نجاست یا نجاسات ۴۵
(۲) متنجس ۴۵
☆(ب) نجاسات کی تعداد ۴۵
(۱) پیشاب ۴۶
(۲) پاخانہ ۴۶
(۳) منی ۴۶
(۴) خون ۴۷
(۵ و ۶) کتا اور سور ۴۸
•مشہور نجاستیں ۴۸
☆(۱) مُردار ۴۸
☆(۲) کافر ۴۹
☆(۳) خمر ۴۹
•حلال جانور ۵۰
☆تزکیہ ۵۱
تعریف ۵۱
احکام ۵۱
•مطہرات ۵۲
☆(الف) تعریف ۵۲
☆(ب) تعداد ۵۳
☆(ج) احکام ۵۳
☆(۱) پانی ۵۳
(الف) آب کثیر ۵۳
(ب) آب قلیل ۵۳
☆(۲) دھوپ ۵۴
☆(۳) زمین ۵۴
☆(۴) ازالۂ عین ۵۵
☆(۵) استحالہ ۵۵
•طہارت سہ گانہ ۵۵
☆(الف) تعریف ۵۵
☆(۱) وضو ۵۶
وضو کے پانی کی شرطیں ۵۸
جبیرہ ۵۹
وضو باطل کرنے والی چیزیں ۶۰
☆(۲) غسل ۶۱
تعریف ۶۱
اسباب ۶۱
(۱) جنابت ۶۲
(۲) حیض ۶۲
(۳) نفاس ۶۲

(۴) استحاضہ ۶۲
(۵) مسِ میت ۶۳
(۶) موت ۶۳
توضیح ۶۳
• حیض ۶۴
☆تعریف ۶۴
☆احکام ۶۴
• نفاس ۶۵
☆تعریف ۶۵
☆احکام ۶۵
• استحاضہ ۶۶
☆تعریف ۶۶
☆احکام ۶۷
•میت کے احکام ۶۸
☆غسل ۶۸
☆حنوط ۶۸
☆ کفن ۶۹
تعریف ۶۹
احکام ۶۹
☆نماز میت ۶۹
نماز میت کی کیفیت ۷۰
پہلی تکبیر ۷۴
دوسری تکبیر ۷۵
تیسری تکبیر ۷۵
چوتھی تکبیر ۷۵
پانچویں تکبیر ۷۵
☆دفن ۷۷
☆ تلقین ۷۸
تعریف ۷۸
☆مرد کی تلقین ۷۸
☆خواتین کی تلقین ۸۱
☆ تلقین کا ترجمہ ۸۳
☆نماز وحشت یا ہدیہ میت ۸۷
☆(۳) تیمم ۸۸
تعریف ۸۸
احکام ۸۸
•روحانی وجسمانی عبادتیں ۹۱
•نماز ۹۱
☆تعریف ۹۲
•واجب نمازیں ۹۲
☆(۱) پنجگانہ نمازیں ۹۲
اوقات ۹۲
نماز صبح ۹۲
صبح صادق ۹۷
نماز ظہر وعصر ۹۷
نماز مغرب وعشاء ۹۷

احکام ۹۷
اذان و اقامت ۹۹
اذان ۹۹
اقامت ۱۰۰
☆(۲) نماز جمعہ ۱۰۱
اہمیت ۱۰۱
افراد کی تعداد ۱۰۱
امامت ۱۰۲
وقت ۱۰۲
اذان ۱۰۲
ادائیگی کا طریقہ ۱۰۲
خطبے ۱۰۲
پہلا خطبہ ۱۰۲
دوسرا خطبہ ۱۰۳
رکعتیں ۱۰۳
☆(۳) نماز عیدین ۱۰۳
پہلی رکعت ۱۰۴
دعائے قنوت ۱۰۴
دعائے قنوت کا ترجمہ ۱۰۵
دوسری رکعت ۱۰۶
☆(۴) نماز آیات ۱۰۶
☆(۵) نماز میت ۱۰۷
☆(۶) نماز طواف ۱۰۷
☆(۷) نماز والدین ۱۰۷
☆(۸) نماز نذر و عہد و قسم ۱۰۸
☆(۹) نماز اجارہ ۱۰۸
•نماز کے عمومی احکام ۱۰۸
☆(۱) لباس ۱۰۸
☆(۲) مکان ۱۱۰
(الف) مباح ہونا ۱۱۰
(ب) پاک ہونا ۱۱۱
•واجبات نماز ۱۱۱
☆تعریف ۱۱۱
☆تعداد ۱۱۲
•ارکانِ نماز ۱۱۲
☆تعریف ۱۱۲
•ارکان نماز کی تعداد ۱۱۳
•واجبات نماز کی تفصیل ۱۱۳
☆(۱) طہارت ۱۱۳
☆(۲) استقبال ۱۱۴
☆(۳) نیت ۱۱۴
☆(۴) قیام ۱۱۴
☆(۵) استقرار ۱۱۴
☆(۶) تکبیرۃ الاحرام ۱۱۵
☆(۷) قرأت ۱۱۵
احکام ۱۱۵

*(۸) اذکار ۱۱۷
قنوت ۱۱۸
تعریف ۱۱۸
احکام ۱۱۸
*(۹) رکوع ۱۱۸
تعریف ۱۱۸
احکام ۱۱۹
*(۱۰) سجود ۱۱۹
تعریف ۱۱۹
احکام ۱۲۰
*(۱۱) تشہد ۱۲۱
تعریف ۱۲۱
احکام ۱۲۱
*(۱۲) سلام ۱۲۲
تعریف ۱۲۲
احکام ۱۲۲
*(۱۳) ترتیب ۱۲۳
*(۱۴) موالات ۱۲۳
•مبطلات نماز ۱۲۳
*(۱) فقد ۱۲۳
*(۲) گفتگو ۱۲۴
*(۳) بلند آواز سے رونا یا ہنسنا ۱۲۴
*(۴) نماز کی صورت بگاڑنا ۱۲۴
*(۵) رکعات میں شک ۱۲۴
•نماز کے دوران شک کے احکام ۱۲۵
*افعال یا اذکار نماز میں شک ۱۲۵
*رکعتوں کی تعداد میں شک ۱۲۶
•سجدۂ سہو کے احکام ۱۲۷
*سجدۂ سہو کا طریقہ ۱۲۸
•مسافر کی نماز ۱۲۸
*(۱) اس کا سفر ۸ فرسخ یعنی ۴۴ کیلومیٹر سے کم نہ ہو ۱۲۸
*(۲) ضروری ہے کہ سفر کے آغاز ہی سے معین مسافت کا ارادہ رکھتا ہو ۱۲۹
*(۳) سفر حرام نہ ہو ۱۳۰
*(۴) خانہ بدوش نہ ہو ۱۳۰
*(۵) سفر، مسافر کے پیشہ کی ماہیت کا جزو نہ ہو ۱۳۰
*(۶) مسافر کا حد ترخص تک پہنچنا ۱۳۱
•محل اقامت ۱۳۲
*تعریف ۱۳۲
*احکام ۱۳۲
•دس دن ٹھہرنے کے ارادے سے مراد ۱۳۳
اماکن اربعہ ۱۳۴
•نماز جماعت ۱۳۴
•امام جماعت کی شرائط ۱۳۵

• قضا نمازیں ۱۳۶
• روزہ
☆ تعریف ۱۳۸
• وجوب ۱۳۸
☆(۱) بلوغ ۱۳۸
☆(۲) رویتِ ہلال ۱۳۸
• ثبوتِ رویتِ ہلال ۱۳۹
☆ احکام ۱۴۰
• روحانی و مالی عبادتیں ۱۴۳
• خمس ۱۴۵
☆ تعریف ۱۴۵
☆ احکام ۱۴۵
☆ ادائیگی ۱۴۷
• خمس کے مخارج ۱۴۷
☆(۱) سہم امام ۱۴۷
☆(۲) سہم سادات ۱۴۷
• زکاۃ ۱۴۸
☆(الف) زکاۃ فطر ۱۴۸
☆(ب) زکاۃ مالی ۱۵۰
• اشیاءِ زکاۃ ۱۵۰
• نصاب ۱۵۱
☆(۱ و ۲) سونا و چاندی ۱۵۱
☆ شرطیں ۱۵۱
• نصاب ۱۵۲
☆(الف) سونے کا نصاب ۱۵۲
☆(ب) چاندی کا نصاب ۱۵۳
• مقدار ۱۵۳
☆(۳-۶) گندم، جو، خرما، منقی ۱۵۳
• شرطیں ۱۵۳
• نصاب ۱۵۴
• مقدار ۱۵۴
☆(الف) بارانی یا نہری ۱۵۴
☆(ب) کنویں یا ٹیوب ویل یا کاریز ۱۵۴
☆(۷-۹) بھیڑ، بکری، گائے اور اونٹ ۱۵۵
• شرطیں ۱۵۵
• نصاب ۱۵۵
☆(الف) بھیڑ اور بکری کا نصاب اور مقدار ۱۵۵
☆(ب) گائے کا نصاب ۱۵۶
• شرطیں ۱۵۶
• نصاب ۱۵۶
☆(الف) گائے کا نصاب ۱۵۶
پہلا نصاب ۱۵۶
دوسرا نصاب ۱۵۷
• مقدار ۱۵۷
☆(ب) اونٹ کا نصاب ۱۵۸
• ادائیگی ۱۶۰

• مخارج ۱۶۰
☆(۱) فقراء ۱۶۰
☆(۲) مساکین ۱۶۰
☆(۳) عاملین ۱۶۱
☆(۴) غارمین ۱۶۱
☆(۵) فی سبیل اللہ ۱۶۱
☆(۶) ابن سبیل ۱۶۱
☆(۷) مؤلفۃ القلوب ۱۶۱
☆(۸) رقاب ۱۶۱
• ہبہ اور صدقہ ۱۶۱
☆ تعریف ۱۶۱
☆ احکام ۱۶۲
• وقف ۱۶۳
☆(۱) وقفِ عام ۱۶۳
☆(۲) وقفِ خاص ۱۶۴
• وقف کیا ہے؟ ۱۶۵
• وصیت ۱۶۶
☆ تعریف ۱۶۶
☆ احکام ۱۶۷
• روحانی، جسمانی و مالی عبادتیں ۱۶۹
• حج ۱۷۱
☆ تعریف ۱۷۱
☆ اہمیت ۱۷۱
☆ استطاعت ۱۷۲
☆ حج نیابتی ۱۷۳
تعریف ۱۷۳
احکام ۱۷۳
• حج کی قسمیں ۱۷۵
☆(۱) حج تمتع ۱۷۵
☆(۲) حج افراد ۱۷۵
☆(۳) حج قران ۱۷۶
• عمرہ کی قسمیں ۱۷۶
☆(۱) عمرۂ تمتع ۱۷۶
☆(۲) عمرۂ مفردہ ۱۷۷
• عمرۂ مفردہ کے اعمال ۱۷۷
☆(۱) احرام ۱۷۷
☆(۲) خانہ کعبہ کا طواف ۱۷۷
☆(۳) نماز طواف ۱۷۷
☆(۴) سعی ۱۷۷
☆(۵) تقصیر ۱۷۸
☆(۶) طوافِ نساء ۱۷۸
☆(۷) نماز طوافِ نساء ۱۷۸
• مکہ میں داخلہ ۱۷۹
• میقات ۱۸۰
☆(۱) ذوالحلیفہ ۱۸۰
☆(۲) وادی عقیق ۱۸۱

☆(۳) جحفہ ۱۸۱
☆(۴) یلملم ۱۸۱
☆(۵) قرن المنازل ۱۸۱
☆(۶) محاذات ۱۸۲
☆(۷) حرم مکہ کے باہر ۱۸۲
☆(۸) شہر مکہ ۱۸۲
• میقات سے پہلے احرام ۱۸۲
☆(۱) عہد و نذر ۱۸۲
☆(۲) ماہِ رجب گذر جانے کا خوف ۱۸۳
• احرام کے واجبات ۱۸۴
☆(۱) قصدِ قُربت کے ساتھ نیت ۱۸۴
☆(۲) احرام کے کپڑے پہننا ۱۸۵
• احرام کا لباس ۱۸۵
☆(الف) لُنگ ۱۸۵
☆(ب) چادر ۱۸۵
• لباسِ احرام کی شرطیں ۱۸۶
• مردوں کے لیے بہتر ہے کہ..... ۱۸۷
• احرام کے متروکات ۱۸۷
☆(۱) شکار ۱۸۷
☆(۲) جنسی امور ۱۸۸
☆(۳) آرائش ۱۸۸
☆(۴) خوشبو کا استعمال ۱۸۸
☆(۵) آئینہ دیکھنا ۱۸۹
☆(۶) ممنوع لباس ۱۸۹
☆(۷) پیروں کے اوپر کا حصہ چھپانا ۱۹۰
☆(۸) سر چھپانا ۱۹۰
☆(۹) سایہ میں جانا ۱۹۰
☆(۱۰) بال یا ناخن کاٹنا یا نوچنا ۱۹۱
☆(۱۱) فصد کھلوانا یا دانت نکلوانا ۱۹۱
☆(۱۲) اسلحہ رکھنا ۱۹۲
☆(۱۳) گھاس کا نوچنا ۱۹۲
☆(۱۴) جدال و فسوق نیز عمداً پیغمبر اکرمؐ پر جھوٹ باندھنا ۱۹۲
☆(۱۵) خدا اور رسول و ائمہؑ پر جھوٹ باندھنا ۱۹۳
• متروکات احرام کے کفارے ۱۹۳
☆(۱) شکار کا کفارہ ۱۹۳
☆(۲) ازدواجی روابط کا کفارہ ۱۹۴
(الف) عمرۂ تمتع کے احرام میں ۱۹۴
(ب) حج کے احرام میں ۱۹۴
(ج) عمرۂ مفردہ کے احرام میں ۱۹۵
☆(۳) خوشبو کے استعمال کا کفارہ ۱۹۵
☆(۴) آئینہ دیکھنے کا کفارہ ۱۹۵
☆(۵) سلا ہوا لباس پہننے کا کفارہ ۱۹۶
☆(۶) خواتین کے لیے دستانوں اور نقاب کا کفارہ ۱۹۶

*(۷) جوتے یا موزے پہننے کا کفارہ ۱۹۶
*(۸) سر چھپانے کا کفارہ ۱۹۶
*(۹) سایہ میں سفر کا کفارہ ۱۹۶
*(۱۰) بال نوچنے کا کفارہ ۱۹۶
*(۱۱) دانت نکالنے کا کفارہ ۱۹۷
*(۱۲) اسلحہ ساتھ رکھنے کا کفارہ ۱۹۷
*(۱۳) حرم کی گھاس نوچنے کا کفارہ ۱۹۷
*(۱۴) جدال وفسوق وکذب کا کفارہ ۱۹۷
•متفرق مسائل ۱۹۷
•طواف کے احکام ۱۹۸
*تعریف ۱۹۸
*احکام ۱۹۸
•شوط میں کمی ۲۰۰
•شوط میں اضافہ ۲۰۱
•طواف میں شک ۲۰۱
•نمازِ طواف ۲۰۲
•نمازِ طواف بھول جانے کی صورت میں ۲۰۳
•سعی کے احکام ۲۰۳
*تعریف ۲۰۳
*احکام ۲۰۳
•تقصیر کے احکام ۲۰۴
*تعریف ۲۰۴
*احکام ۲۰۵
•حج کا احرام ۲۰۵
•عرفات میں وقوف ۲۰۵
•مشعر کی طرف روانگی ۲۰۵
•منیٰ سے روانگی ۲۰۶
•منیٰ کے مراسم ۲۰۶
*(۱) رمی جمرات ۲۰۶
تعریف ۲۰۶
احکام ۲۰۷
وقت ۲۰۷
*(۲) قربانی ۲۰۷
تعریف ۲۰۷
احکام ۲۰۷
*(۳) حلق یا تقصیر ۲۰۸
تعریف ۲۰۸
احکام ۲۰۸
*(۴) منیٰ میں قیام ۲۰۹
•حج کا طواف وسعی اور طوافِ نساء ۲۱۰
•امر بالمعروف ونہی عن المنکر ۲۱۱
•جہاد ۲۱۲
•تجارتی معاملات ۲۱۵
•تجارت ۲۱۹
•تجارتی معاملات کی صحت کے شرائط ۲۲۰
*(۱) قیمت اور جنس میں مناسب نسبت ۲۲۰

☆(۲) آگاہی ۲۲۰
☆(۳) اختیار و رضایت ۲۲۱
☆(۴) ملکیت یا اجازت ۲۲۱
☆(۵) عقل و رشد ۲۲۲
قیمت کے بیان کے لحاظ سے تجارت کی قسمیں ۲۲۲
☆(۱) مساومہ ۲۲۲
☆(۲) مرابحہ ۲۲۲
☆(۳) تولیہ ۲۲۳
☆(۴) محابات ۲۲۳
•نقد ۲۲۳
•نقد تجارت ۲۲۳
•نسیہ ۲۲۴
•سلف ۲۲۵
•وعدہ (نسیہ بہ نسیہ) ۲۲۵
•شرائط ضمن عقد ۲۲۶
•اقالہ ۲۲۹
•فسخ ۲۲۹
•اختیار فسخ ۲۲۹
☆(۱) خیار مجلس ۲۲۹
☆(۲) خیار شرط ۲۳۰
☆(۳) خیار عیب ۲۳۰
☆(۴) خیار غبن ۲۳۱
تدلیس ۲۳۱
☆(۵) خیار تدلیس ۲۳۲
☆(۶) خیار تاخیر ۲۳۲
☆(۷) خیار تخلف شرط ۲۳۲
☆(۸) خیار کیوان ۲۳۳
☆(۹) اسقاط خیارات ۲۳۳
•صفقہ کے احکام ۲۳۴
•قرض و دین کے احکام ۲۳۵
•ربا ۲۳۶
☆تعریف ۲۳۶
☆حرمت ۲۳۷
•بینکنگ ۲۴۰
•فکس ڈیپازٹ ۲۴۱
•مکان کے لئے امداد ۲۴۲
•تجارت میں تعاون ۲۴۲
•رفاہی امداد ۲۴۲
•تنزیل ۲۴۳
☆تعریف ۲۴۳
☆احکام ۲۴۳
•لاٹری، انعامی ٹکٹ یا کوپن ۲۴۳
•بیمہ ۲۴۵
•حوالہ ۲۴۶
•ضمانت ۲۴۷
☆تعریف ۲۴۷

☆احکام	۲۴۷	☆احکام	۲۵۶
• کفالت	۲۴۹	• حوالہ	۲۵۶
☆تعریف	۲۴۹	☆تعریف	۲۶۶
☆احکام	۲۴۹	☆احکام	۲۵۷
• شرکت	۲۵۰	• عاریہ	۲۵۸
☆تعریف	۲۵۰	☆تعریف	۲۵۸
• تفصیل	۲۵۰	☆احکام	۲۵۸
☆احکام	۲۵۱	• مصالحہ	۲۶۰
• امانت	۲۵۲	☆تعریف	۲۶۰
☆تعریف	۲۵۲	☆احکام	۲۶۰
☆احکام	۲۵۲	• وکالت یا نیابت	۲۶۲
• رہن	۲۵۳	☆تعریف	۲۶۲
☆تعریف	۲۵۳	☆احکام	۲۶۲
☆احکام	۲۵۳	• مضاربہ	۲۶۳
• اجارہ	۲۵۳	• مزارعہ	۲۶۴
☆(۱) اجارۂ شخص	۲۵۳	☆تعریف	۲۶۴
تعریف	۲۵۳	☆احکام	۲۶۴
احکام	۲۵۴	• لقطہ	۲۶۵
☆(۲) اجارۂ شئے	۲۵۵	☆تعریف	۲۶۵
تعریف	۲۵۵	☆احکام	۲۶۵
احکام	۲۵۵	• نذر	۲۶۶
• وثیقۂ اجارہ	۲۵۶	☆تعریف	۲۶۶
☆تعریف	۲۵۶	☆احکام	۲۶۶

(۱) اللہ تعالیٰ کیلئے ہونا ۲۶۷
(۲) قصدِ قُربت ۲۶۸
(۳) رجحانِ شرعی ۲۶۸
(۴) نذر کی جانے والی چیز یا عمل ۲۶۸
(۵) نذر کی انجام دہی ۲۶۹
(۶) نذر کی ادائیگی ۲۷۰
(۷) دوسروں کے حقوق کا احترام ۲۷۱
(۸) والدین کا حق ۲۷۲
☆نذر کی قضا و کفارہ ۲۷۲
•قسم ۲۷۳
☆تعریف ۲۷۳
☆احکام ۲۷۳
قسم کا کفارہ ۲۷۳
•معاشرتی معاملات ۲۷۵
•نکاح ۲۷۷
☆کفو ۲۷۸
☆مہر ۲۷۸
☆صیغہ ۲۷۹
باپ کی اجازت ۲۸۳
•محارم ۲۸۳
☆(۱) محارم نسبی ۲۸۳
(الف) مرد ۲۸۴
(۱) ساس ۲۸۴
(۲) بیوی کی اولاد ۲۸۴
(۳) سالیاں ۲۸۵
(ب) عورت ۲۸۵
(۱) سُسر ۲۸۵
(۲) اولاد ۲۸۵
(۳) محارم رضاعی ۲۸۶
•رضاعت کا اثبات ۲۸۶
•رضاعت اور حضانت ۲۸۷
☆تعریف ۲۸۷
☆احکام ۲۸۷
•نفقہ ۲۸۸
☆تعریف ۲۸۸
☆احکام ۲۸۸
(۱) بیوی ۲۸۸
(۲) اولاد ۲۸۹
(۳) ماں باپ ۲۸۹
(۴) رشتہ دار ۲۸۹
(۵) ہمسائے اور ضرورت مند ۲۸۹
•طلاق ۲۹۰
☆(۱) رجعی ۲۹۰
☆(۲) خلع ۲۹۱
☆(۳) بائن ۲۹۲
•طلاق کے شرائط ۲۹۳

•طلاق کی عدت ۲۹۴
•وراثت کے احکام ۲۹۶
☆(۱) سببی ۲۹۷
بیوی کا حصہ ۲۹۷
شوہر کا حصہ ۲۹۸
☆(۲) نسبی وارث ۲۹۹
(الف) پہلا طبقہ ۲۹۹
(ب) دوسرا طبقہ ۲۹۹
(ج) تیسرا طبقہ ۲۹۹
•طبقہ اول کا حصہ ۲۸۹
☆(الف) ماں باپ کا حصہ ۲۹۹
☆نوٹ ۳۰۱
☆(ب) اولاد کا حصہ ۳۰۱
•طبقہ دوم کے حصے ۳۰۲
•تیسرے طبقہ کی میراث ۳۰۴
•چچا اور پھوپھی ۳۰۴
•موانع ارث ۳۰۵
•عصر جدید کے مسائل ۳۰۷
☆(۱) پوسٹ مارٹم ۳۰۹
☆(۲) عضو کا پیوند ۳۰۹
☆(۳) پوسٹ مارٹم یا پیوندکاری کی صورت میں دیت کا حکم ۳۱۰
☆(۴) خون دینا ۳۱۰
☆(۵) اعضاء کا ہدیہ ۳۱۱
☆(۶) مصنوعی حمل ۳۱۱
☆(۷) رحم کا کرایہ پر دینا یا لینا ۳۱۲
☆(۸) کلوننگ ۳۱۲
☆(۹) خاندانی منصوبہ بندی ۳۱۳
☆(۱۰) پہ مرگی ۳۱۳
☆(۱۱) تصویر اور مجسمہ سازی ۳۱۵
☆(۱۲) حق تصنیف و تالیف و نشر ۳۱۵
☆(۱۳) شعائر دینی کا قیام ۳۱۶
☆(۱۴) حکومت کی مالکیت ۳۱۶
☆(۱۵) نئی سڑکوں کا حکم ۳۱۸
☆(۱۶) ہوائی جہاز میں نماز کا حکم ۳۱۹
☆(۱۷) غیر مسلمان ملکوں کی غذائیں ۳۱۹
•لغت ۳۲۱
•فہرست مطالب ۳۳۳

ضروری اصلاحات

نوٹ : برائے کرم کتاب کو پڑھنے سے پہلے ان غلطیوں کی اصلاح ضرور کر لیں۔ شکریہ۔

صفحہ نمبر	سطر نمبر	غلط	صحیح
۲۹	۱۳	احتیاط پر عملی کوشش	احتیاط پر عمل کی کوشش
۱۰۰	۱۵	حی علی الصلوٰۃ کے بعد	حی علی خیر العمل کے بعد
۱۲۸	۱۵	۴۸٫۸۵ کیلومیٹر	۴۹٫۸۵ کیلومیٹر
۱۳۳	۲	۴۴ کیلومیٹر	۴۹٫۸۵ کیلومیٹر
۱۲۹	۱۲	۴۸٫۸۵ کیلومیٹر	۴۹٫۸۵ کیلومیٹر
۱۲۹	۱۷	۴۸٫۸۵ کیلومیٹر	۴۹٫۸۶ کیلومیٹر
۱۳۱	۹	ایک مُد یعنی ۷۵۰ گرام	ایک مُد یعنی ۶۸۰ گرام

مؤسسه فرهنگی تمهید

ISBN 964-94552-5-6